رسالہ مسمّٰی بارق النور فی مقادیر ماء الطہور ۱۳۲۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم | مسئلہ ۱۷: ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۲۶ھ | نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وضو وغسل میں پانی کی کیا مقدار شرعاً معین ہے بینوا توجروا

الجواب

ف: مثقال و استار و رطل و مد و صاع کا بیان

ہم قبل بیان احادیث صاع ومُد ورطل کی مقادیر بیان کریں کہ فہم معنٰی آسان ہو صاع ایک پیمانہ ہے چار مُد کا اور مُد کہ اوسی کو مَن بھی کہتے ہیں ہمارے نزدیک دو۲ رطل ہے اور ایک رطل شرعی یہاں کے روپے سے چھتیس۳۶ روپے بھر کہ رطل بیس۲۰ استار ہے اور استار ساڑھے چار مثقال اور مثقال ساڑھے چار ماشے اور یہ انگریزی روپیہ سوا گیارہ ماشے یعنی ڈھائی مثقال تو رطل شرعی کہ نوے۹۰ مثقال ہوا ڈھائی پر تقسیم کیے سے چھتیس۳۶ آئے تو صاع کہ ہمارے نزدیک آٹھ رطل ہے ایکسو اٹھاسی۱۸۸ روپے بھر ہوا یعنی رامپور کے سیر سے کہ چھیانوے۹۶ روپے بھر کا ہے پورا تین سیر اور مُد تین پاؤ۔ اور امام ابو یوسف و ائمہ ثلثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نزدیک صاع پانچ رطل اور ایک ثلث رطل کا ہے اور اس پر اجماع ہے کہ چار مُد کا ایک صاع ہے تو اونکے نزدیک مُد ایک رطل اور ایک ثلث رطل ہوا یعنی رامپوری سیر سے آدھ سیر اور صاع دو سیر۔ اس بحث کی زیادہ تحقیق فتاوائے فقیر سے کتاب الصوم وغیرہ میں ہے اب حدیثیں سُنیئے صحیحین میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یغتسل بالصاع الی خمسۃ امداد ویتوضأ بالمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک صاع سے پانچ مُد پانی تک سے نہاتے اور ایک مُد پانی سے وضو فرماتے صحیح مسلم و مسند احمد و جامع ترمذی و سنن ابن ماجہ و شرح معانی الآثار امام طحاوی میں حضرت سفینہ اور مسند احمد و سنن ابی داود و ابن ماجہ و طحاوی میں بسند صحیح حضرت جابر بن عبداللہ نیز انھیں کتب میں بطرق کثیرہ ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یتوضأ بالمد ویغتسل بالصاع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک مُد سے وضو اور ایک صاع سے غسل فرماتے اکثر احادیث اسی طرف ہیں اور انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث امام طحاوی کے یہاں یوں ہے کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یتوضأ من مد فیسبغ الوضوء وعسی ان یفضل منہ الحدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک مُد سے تمام وکمال وضو وسعت وفراغت کے ساتھ فرما لیتے اور قریب تھا کہ کچھ پانی بچ بھی رہتا اور ابو یعلی و طبرانی و بیہقی نے ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسند ضعیف روایت کیا ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم توضأ بنصف مد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نصف مُد سے وضو فرمایا سنن ابی داود و نسائی میں ام عمارہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم توضأ فاتی باناء فیہ ماء قدر ثلثی المد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے وضو فرمانا چاہا تو ایک برتن حاضر لایا گیا جسمیں دو تہائی مُد کے قدر پانی تھا نسائی کے لفظ یہ ہیں فاتی بماء فی اناء قدر ثلثی المد ایک برتن میں کہ دو ثلث مُد کے قدر تھا پانی حاضر کیا گیا ابن خزیمہ و ابن حبان و حاکم کی صحاح میں عبداللہ بن زید رضی اللہ

تعالیٰ عنہ سے ہے: رأى النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم توضأ بثلث مد اونھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ایک تہائی مُد سے وضو فرمایا۔ **اقول** احادیث سے ثابت ہے کہ وضو میں عادت کریمہ تثلیث تھی یعنی ہر عضو تین بار دُھونا اور کبھی دو دو بار بھی اعضاء دھوئے رواہ البخاری عن عبداللہ بن زید وابوداود والترمذی وصححہ وابن حبان عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم توضأ مرتین مرتین اور کبھی ایک ہی ایکبار دھونے پر قناعت فرمائی رواہ البخاری والدارمی وابوداود والنسائی والطحاوی وابن خزیمۃ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال توضأ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مرۃ مرۃ وبمثلہ رواہ الطحاوی عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما وروی ایضا عن امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال رایت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم توضأ مرۃ مرۃ وعن ابی رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال رایت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم توضأ ثلثا ثلثا ورایتہ غسل مرۃ مرۃ غالباً جب ایک ایک بار اعضا کریمہ دھوئے تہائی مُد پانی خرچ ہوا اور دو دو بار میں دو تہائی اور تین تین بار دھونے میں پورا مُد خرچ ہوتا تھا فان قلت لیس فی حدیث ام عمارۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم توضأ بثلثی مد انما فیہ اتی بماء فی اناء قدر ثلثی مد **قلت**[۳۶۴] لیس غرضہا منہ الا بیان قدر ما توضأ بہ والا کان ذکر قدر الماء او الاناء فضلا لا طائل تحتہ علی انہا لم تذکر طلبہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زیادۃ فافاد فحواہ انہ اجتزأ بہ ولعل ھذا ھو الباعث للعلامۃ الزرقانی اذ یقول فی شرح المواھب لابی داود عن ام عمارۃ انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم توضأ بثلثی مد اھ والا فلفظ ابی داود ما قدمتہ لك بالجملہ وضو میں کم سے کم تہائی مُد اور زیادہ سے زیادہ ایک مُد کی حدیثیں آئی ہیں اور حدیث ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا وضأت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی اناء نحو من ھذا الاناء وھی تشیر الی رکوۃ تاخذ مدا ومدا وثلثا رواہ سعید بن منصور فی سننہ وفی لفظ لبعضہم یکون مدا ومدا او ربعا واصل الحدیث عنہا فی السنن الاربعۃ یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اوس برتن سے وضو فرمایا جس میں ایک مُد یا سوا مُد اور دوسری روایت میں ہے ایک یا تہائی مُد پانی تھا تو یہ مشکوک ہے اور شک سے زیادت ثابت نہیں ہوتی ہاں صحیحین وسنن ابی داود و نسائی و طحاوی میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک حدیث یوں ہے کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یتوضأ بمکوك ویغتسل بخمسۃ مکاکی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک مکوک سے وضو اور پانچ سے غسل فرماتے مکوک [۲]ف تین کیلہ ہے اور کیلہ نصف صاع تو مکوک ڈیڑھ صاع ہوا کما فی الصحاح والقاموس وغیرھما فی اقاویل اخر اور ایک صاع کو بھی کہتے ہیں بعض علما نے حدیث میں یہی مراد لی تو وضو کے لیے چار مُد ہو جائینگے مگر راجح یہ ہے کہ یہاں مکوک سے مُد مراد ہے جیسا کہ خود انھیں کی دیگر روایات میں تصریح ہے والروایات تفسر بعضہا بعضا امام طحاوی نے فرمایا احتمل ان یکون اراد بالمکوك المد لانہم کانوا یسمون المد مکوکا نہایہ ابن اثیر جزری میں ہے اراد بالمکوك المد وقیل الصاع والاول اشبہ لانہ جاء فی حدیث اٰخر مفسرا بالمد والمکوك اسم للمکیال ویختلف مقدارہ باختلاف اصطلاح الناس علیہ فی البلاد رہا غسل اوس میں کمی کی جانب یہ حدیث ہے کہ صحیح مسلم میں ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے انہا کانت تغتسل ھی والنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی اناء واحد

ف: مسئلہ ایک حدیث سے ثابت ہے کہ تین چوتھائی مُد ... حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وضو فرمایا۔

ف[۲]: مکوک کیا ہے اس کا بیان

لہ ھکذا عزاہ العلامۃ الزرقانی فی شرح المواھب وقد احتاط فنصح الضبط فقال او ثلث بالافراد اھ ونقل البعض عن ابن خزیمۃ وحبان بنحو ثلثی مد بالتثنیۃ وان الحافظ ابن حجر قال فی الثلث انہ الصحیح کذا قال واللہ تعالیٰ اعلم اھ منہ

۲ منہ

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک برتن میں کہ تین مُد یا اسکے قریب کی گنجائش رکھتا نہا لیتے اسکے ایک معنی یہ ہوتے ہیں کہ دونوں کا غسل اوسی تین مُد پانی سے ہو جاتا تو ایک غسل کو ڈیڑھ ہی مُد رہا مگر علما نے اسے بعید جانکر تین توجیہیں فرمائیں اوّل یہ کہ یہ ہر ایک کے جداگانہ غسل کا بیان ہے کہ حضور اوسی ایک برتن سے جو تین مُد کی قدر تھا غسل فرمالیتے اور یہ طرح میں بھی ذکرہ الامام القاضی عیاض فانقلت فعلی ھذا یضیع قولہا فی اناء واحد فانما قصدھا بہ افادۃ اجتماعہا معہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الغسل من اناء واحد کما افصحت بہ فی الروایۃ الاخری کنت اغتسل انا ورسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من اناء واحد تختلف ایدینا فیہ من الجنابۃ رواہ الشیخان وفی اخری لمسلم من اناء بینی وبینہ واحد فیبادرنی حتی اقول دع لی وللنسائی من اناء واحد یبادرنی وابادرہ حتی یقول دعی لی وانا اقول دع لی قلت[۳۴۵] لایلزم ان لا ترید بھذا اللفظ کلما تکلمت بہ الا ھذہ الافادۃ فقد ترید ھھنا ان ذلک الاناء الواحد کان یکفیہ اذا اغتسل ولا یطلب زیادۃ ماء وکذلک انا اذا اغتسلت دوم یہاں مُد سے صاع مراد ہے قالہ ایضا صرفالہ الی وفاق حدیث الفرق الاتی فانہ ثلثۃ اصع واقرہ النووی اقول[۳۴۶] یہ اسکا محتاج ہے کہ مُد بمعنی صاع زبان عرب میں آتا ہو اور اسمیں سخت تامل ہے صحاح وصراح ومختار وقاموس وتاج العروس لغات عرب مجمع البحار ونہایہ ومختصر السیوطی لغات حدیث وطلبۃ الطلبہ ومصباح المنیر لغات فقہ میں فقیر نے اسکا پتا نہ پایا اور بالفرض کہیں شاذ و نادر ورود ہو بھی تو اوس پر حمل تجوز بے قرینہ سے کچھ بہتر نہیں اما جعل امیر المؤمنین عمر بن عبد العزیز المد بثلثۃ امداد فلا یحمل علیہ کلام ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہا سوم یہ کہ حدیث میں زیادہ کا انکار نہیں حضور وام المؤمنین معًا تین مُد سے نہائے ہوں اور جب پانی ہو چکا اور زیادہ فرمالیا ہو ابداہ الامام النووی حیث قال یجوز ان یکون وقع ھذا فی بعض الاحوال وزادہ لما فرغ اقول[۳۴۷] یہ بھی بعید ہے کہ اس تقدیر پر ذکر مقدار عبث و بیکار ہوا جاتا ہے تو قریب تر وہی توجیہ اول ہے وانا اقول[۳۴۸] لو حمل علی الاشتراک لم یمتنع فقد قدمنا روایۃ انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم توضأ بنصف مُد وروی عن الامام محمد رحمہ اللہ تعالٰی انہ قال ان المغتسل لا یمکن ان یعم جسدہ باقل من مد ذکرہ العینی فی العمدۃ فافاد امکان تعمیم الجسد بمد فکان المجموع مدا ونصفا واللہ تعالٰی اعلم اور جانب زیادت میں اوس قول کی تضعیف تو اوپر گزری کہ مکوک سے صاع مراد ہے جس سے غسل کے لیے پانچ صاع ہو جائیں ہاں موطائے مالک وصحیح مسلم وسنن ابی داود میں ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یغتسل من اناء واحد ھو الفرق من الجنابۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک فَرَق سے غسل فرماتے فَرَق[۵] میں اختلاف ہے اکثر تین صاع کہتے ہیں اور بعض دو صاع ففی الحدیث عند مسلم قال سفین والفرق ثلثۃ اصع وکذلک ھو نص

ف۱: مسئلہ: جائز ہے کہ مرد و زن دونوں ایک برتن سے ایک ساتھ غسل جنابت کریں۔

تطفل[۳۴۵] علی الامام النووی ف۳

ف۴: مسئلہ: اگر مرد و عورت غسل ساتھ کریں تو دو مد کافی نہیں۔

تطفل[۳۴۶] علی الامام القاضی عیاض ف۲

تطفل[۳۴۷] علی الامام النووی

ف۵: تحقیق فرق

الامام الطحاوی وقال النووی کذا قالہ الجماھیر اھ قال العینی وقیل صاعان اھ وقال الامام نجم الدین النسفی فی الطلبۃ الطلبۃ ھو اناء یاخذ ستۃ عشر رطلا اھ وھکذا فی نہایۃ ابن الاثیر وصحاح الجوھری وکذا نقلہ فی الطلبۃ عن القتبی ونقل عن شرح الغریبین انہ اثنا عشر مدا اھ وقال ابوداؤد سمعت احمد بن حنبل یقول الفرق ستۃ عشر رطلا ونقل الحافظ فی الفتح عن ابی عبداللہ الاتفاق علیہ وعلی انہ ثلثۃ اصع قال لعلہ یرید اتفاق اھل اللغۃ اھ **اقول** ویتراءی لی ان لاخلف فان ستۃ عشر رطلا صاعان بالعراق وثلثۃ اصوع بالحجاز امام نووی اس حدیث سے یہ جواب دیتے ہیں کہ پورے فَرَق سے تنہا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا غسل فرمانا مراد نہیں کہ یہی حدیث صحیح بخاری میں یوں ہے کنت اغتسل انا والنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من اناء واحد من قدح یقال لہ الفرق میں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک برتن سے نہاتے وہ ایک قدح تھا جسے فَرَق کہتے **اقول** یہ لفظ اجتماع میں نص نہیں کما قدمنا فلا ینبغی الجزم بان الانفراد غیر مراد بل لقائل ان یقول مخرج الحدیث الزھری عن عروۃ عن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا فروی عن الزھری مالک ومن طریقہ مسلم وابوداؤد باللفظ الاول وابن ابی ذئب عند البخاری والطحاوی باللفظ الثانی تابعہ معمر وابن جریج عند النسائی وجعفر بن برقان عند الطحاوی وروی عنہ اللیث عند النسائی وسفین بن عیینۃ عندہ وعند مسلم بلفظ کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یغتسل فی القدح وھو الفرق وکنت اغتسل انا وھو فی الاناء الواحد ولفظ سفین من اناء واحد فیشبہ ان تکون ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہا انت بحدیثین اغتسالہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من الفرق واغتسالھما من اناء واحد فاقتصر منھما مالک علی الحدیث الاول وجمع بینھما ابن ابی ذئب ومتابعوہ واتی بھما سفین واللیث مفصلین واللہ تعالٰی اعلم امام طحاوی فرماتے ہیں حدیث میں صرف برتن کا ذکر ہے کہ اس ظرف سے نہاتے بھرا ہونا نہ ہونا مذکور نہیں۔

اقول صرف برتن کا ذکر قلیل الجدوی ہے اس سے ظاہر مفاد وہی مقدار آب کا ارشاد ہے خصوصًا حدیث لیث وسفین میں لفظ فی سے تعبیر کہ ایک قدح میں غسل فرماتے اذ من المعلوم ان لیس المراد الظرفیۃ اور حدیث مالک میں لفظ واحد کی زیادت اذ من المعلوم ان لیس المراد نفی الغسل من غیرہ قط بہرحال اسقدر ضرور ہے کہ حدیث اس معنے میں نص صریح نہیں زیادت کا صریح نص او سیقدر ہے جو حدیث انس رضی اللہ تعالٰی عنہ میں گزرا کہ پانچ مُد سے غسل فرماتے اور پھر بھی اکثر واشہر وہی وضو میں ایک مُد اور غسل میں ایک صاع ہے اور احادیث کے ارشادات قولیہ تو خاص اسی طرف ہیں امام احمد وابوبکر بن ابی شیبہ وعبد بن حمید واثرم وحاکم وبیہقی جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں یجزئ من الغسل الصاع ومن الوضوء المد غسل میں ایک صاع اور وضو میں ایک مُد کفایت کرتا ہے ابن ماجہ سنن میں حضرت

ف: تطفل ثالث علی الامام النووی

ف: تطفل ما علی الامام السید الاجل الطحاوی

عقیل بن ابی طالب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہین یجزی من الوضوء مد ومن الغسل صاع وضو مین ایک مُد غسل مین ایک صاع کافی ہو۔ طبرانی معجم اوسط مین عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہین فذکر مثل حدیث عقیل غیر انہ قال فی مکان من فی الموضعین امام احمد انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہین یکفی احدکم مد من الوضوء تم مین ایک شخص کے وضو کو ایک مُد بہت ہو۔ ابونعیم معرفۃ الصحابہ مین ام سعد بنت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہین الوضوء مد والغسل صاع وضو ایک مُد اور غسل ایک صاع ہو اقول آب یہان چند امر تنقیح طلب ہین امر اول صاع اور مُد باعتبار وزن مراد ہین یعنی دو اور آٹھ رطل وزن کا پانی ہو کہ رامپور کے سیر سے وضو مین تین پاؤ اور غسل مین تین سیر پانی ہوا اور امام ابویوسف وائمہ ثلثہ کے طور پر وضو مین آدھ سیر اور غسل مین دو سیر اور جانب کمی وضو مین پونے تین چھٹانک سے بھی کم اور غسل مین ڈیڑھ ہی سیر یا باعتبار کیل و پیمانہ یعنی اتنا پانی کہ ناج کے پیمانہ مُد یا صاع کو بھر دے ظاہر ہو کہ پانی ناج سے بھاری ہی تو پیمانہ بھر پانی اوس پیمانے کے رطلون سے وزن مین زائد ہوگا کلمات ائمہ مین معنی دوم کی تصریح ہو اور اسی طرف بعض روایات احادیث ناظر امام عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری مین فرماتے ہین باب الغسل بالصاع ای بالماء قدر ملء الصاع امام ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح صحیح بخاری مین فرماتے ہین المراد من الروایتین ان الاغتسال وقع بملء الصاع من الماء امام احمد قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری مین فرماتے ہین ای بالماء الذی ہو قدر ملء الصاع نیر عمدۃ القاری مین حدیث طحاوی مجاہد سے بایں الفاظ ذکر کی قال دخلنا علی عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا فاستسقی بعضنا فاتی بعس قالت عائشۃ کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یغتسل بملء ہذا قال مجاہد فحزرتہ فیما احزر ثمانیۃ ارطال تسعۃ ارطال عشرۃ ارطال قال واخرجہ النسائی فقال حزرتہ ثمانیۃ ارطال انہی ومن ظاہر ہو۔ اقول ظاہر ہو کہ پیمانے ناج کے لیے ہوتے ہین پانی کیل نہین کرا وسکے پیے کوئی مُد و صاع جدا موضوع ہون بل نص علمائنا انہ قیمی فاذن لا ہو مکیل ولا موزون تو اندازہ نہ بتایا گیا مگر اونھین مُد و صاع سے جو ناج کے لیے تھے اور کسی برتن سے پانی کا اندازہ بتایا جائے تو اوس سے یہی مفہوم ہوگا کہ اس بھر پانی نہ یہ کہ اس برتن مین جتنا ناج آئے اوسکے وزن کے برابر پانی وہذا ظاہر جدا فاندفع ما وقع للعلامۃ علی القاری فی المرقاۃ شرح المشکوۃ حیث قال تحت حدیث انس کان صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم یتوضأ بالمد ویغتسل بالصاع المراد بالمد والصاع وزنا لا کیلا اھ فہذا قیلہ من قبلہ لم یستند فیہ لدلیل ولا قیل لاحد قبلہ واسمعناک نصوص العلماء والحجۃ الزہراء فان قلت الیس قد قال انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کان رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم یتوضأ برطلین ویغتسل بالصاع رواہ الامام الطحاوی والرطل من الوزن قلت المراد بالرطلین ہو المد بدلیل حدیثہ المذکور سابقا والاحادیث

عنہ وحکاہ الامام الجلیل ... الضعیف ... المشکوۃ واسنادہ ضعیف ... تعالٰی علیہ وسلم ... منہ

ف۱: تطفل علی القاری ف۲: تطفل آخر علیہ

یفسر بعضہا بعضا بل قد اخرج الامام الطحاوی عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یتوضأ بالمد وھو رطلان فاتضح المراد وبھذا استدل ائمتنا علی ان الصاع ثمانیۃ ارطال ولذا قال الامام الطحاوی بعد اخراجہ الحدیث الذی تمسکت بہ فی السؤال فھذا انس قد اخبر ان مد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رطلان والصاع اربعۃ امداد فاذا ثبت ان المد رطلان ثبت ان الصاع ثمانیۃ ارطال اھ فقد جعل معنی قولہ توضأ برطلین توضأ بالمد وھو رطلان کما افصح بہ فی الروایۃ الاخری علی ان الرطل کیال ایضا کما نص علیہ فی المصباح المنیر واللہ تعالٰی اعلم اھ دوم غسل میں کہ ایک صاع پانی ہے اوس سے مراد مع اوس وضو کے ہے جو غسل میں کیا جاتا ہے یا وضو سے جدا امام اجل طحاوی رحمہ اللہ تعالٰی نے معنی دوم پر تنصیص فرمائی اور وہ جو اکثر احادیث میں ایک صاع اور حدیث انس میں پانچ مُد ہے اوس میں یہ تطبیق دی کہ ایک مُد وضو کا اور ایک صاع بقیہ غسل کا یوں غسل میں پانچ مُد ہوئے حدیث انس رضی اللہ تعالٰی عنہ یغتسل بخمس مکاکی روایت کرکے فرماتے ہیں یکون الذی کان یتوضأ بہ مدا ویکون الذی یغتسل بہ خمسۃ مکاکی یغتسل باربعۃ منھا وھی اربعۃ امداد وھی صاع ویتوضأ بالاخر وھو مد فجمع فی ھذا الحدیث ما کان یتوضأ بہ للجنابۃ وما کان یغتسل بہ لھا وافرد فی حدیث عتبۃ (یعنی الذی فیہ الوضوء بمد والغسل بصاع) ما کان یغتسل بہ لھا خاصۃ دون ما کان یتوضأ بہ اھ **اقول** لکن حدیث یغتسل بالصاع الی خمسۃ امداد لیس فی التوزیع بل فی التنویع کما لایخفی ای ان الغسل نفسہ کان تارۃ باربعۃ وتارۃ بخمسۃ سواء ارید بہ اسالۃ الماء علی سائر البدن وحدھا او مع الوضوء اھ سوم یہ صاع کس ناج کا تھا ظاہر ہے کہ ناج ہلکے بھاری ہیں جس پیمانے میں تین سیر جو آئیں گے گیہوں تین سیر سے زیادہ آئیں گے اور ماش ورسی زائد ابوشجاع ثلجی نے صدقہ فطر میں ماش یا مسور کا پیمانہ لیا کہ انکے دانے یکساں ہوتے ہیں تو انکا کیل و وزن برابر ہوگا بخلاف گندم یا جَو کہ انمیں بعض کے دانے ہلکے بعض کے بھاری ہوتے ہیں تو دو قسم کے گیہوں اگرچہ ایک ہی پیمانے سے لیں وزن میں مختلف ہوسکتے ہیں اور اسی طرح جَو۔ درمختار میں اسی پر اقتصار کیا اور امام صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ میں فرمایا کہ احوط کھرے گیہوں کا صاع ہے اور علامہ شامی نے ردالمحتار میں جَو کا صاع احوط بتایا اور منحۃ الخالق میں علامہ زیلعی للسید محمد امین میرغنی سے نقل کیا ان الذی علیہ مشایخنا بالحرم الشریف المکی ومن قبلھم من مشایخھم وبہ کانوا یفتون تقدیرہ بثمانیۃ ارطال من الشعیر یعنی حرم مکہ معظمہ میں ہمارے مشایخ اور اون سے پہلے اونکے مشایخ اسپر ہیں کہ آٹھ رطل جَو سے صاع کا اندازہ کیا جائے اور یہ اکابر اسی پر فتوے دیتے تھے **اقول** ظاہر ہے کہ صاع اوس ناج کا تھا جو اوس زمان برکت نشان میں عام طعام تھا اور معلوم ہے کہ وہاں عام طعام جو ہی تھا گیہوں کی کثرت زمانہ امیر معویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہوئی حدیث ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ میں لما کثر الطعام فی زمن معویۃ جعلوہ مدین من حنطۃ شرح صحیح مسلم امام نووی میں ہے الطعام فی عرف اھل الحجاز اسم للحنطۃ خاصۃ صحیح ابن خزیمہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے قال لم تکن الصدقۃ علی عھد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

مسئلہ

زیادہ احتیاط اسی میں ہے کہ صدقہ فطر و فدیہ روزہ و نماز و کفارہ ...

الا التمر والزبيب والشعير ولم تكن الحنطة صحیح بخاری شریف مین ابوسعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ سے ہی کان طعامنا یومئذ الشعیر الخ اور اس سے قطع نظر بھی ہو تو شک نہین کہ مد وصاع کا اطلاق مد وصاع شعیر کو بھی شامل تو اوسپر عمل ضرور اتباع حدیث کی حد مین داخل۔ فقیر نے ۲ ماہ مبارک رمضان ۱۳۰۰ھ کو نیم صاع شعیری کا تجربہ کیا جو ٹھیک چار رطل جَو کا پیمانہ تھا اوسمین گیہون برابر ہموار سطح بھر کر تولے تو ثمن رطل کم پانچ رطل آئے یعنی ایکسو چوالیس روپے بھر جَو کی جگہ ایکسو پچھتر روپے آٹھ آنے بھر گیہون کہ بریلی کے سیر سے اٹھنی بھر اوپر پونے دو سیر ہوئے یہ محفوظ رکھنا چاہیے کہ صدقہ فطر و کفارات و فدیۂ صوم و صلاۃ مین اسی اندازہ سے گیہون ادا کرنا اوط والنفع للفقراء ہی اگرچہ اصل مذہب پر بریلی کی تول سے چھ روپے بھر کم ڈیڑھ سیر گیہون ہین پھر اوسی پیمانے مین پانی بھر کر وزن کیا تو دوسو چودہ روپے بھر ایک دوانی کم آیا کہ کچھ کم چھ رطل ہوا تو تنہا وضو کا پانی رامپوری سیر سے تقریبًا آدھ پاؤ سیر ہوا اور باقی غسل کا قریب ساڑھے چار سیر کے اور مجموع غسل کا چھٹانک اوپر ساڑھے پانسیر سے کچھ زیادہ۔ یہ بحمد اللہ تعالی قریب قیاس ہی بخلاف اسکے اگر تنقیحات مذکورہ نہ مانی جائین تو مجموع غسل کا پانی صرف تین سیر رہتا ہی اور امام ابو یوسف کے طور پر دو ہی سیر اوسی مین وضو اوسی مین غسل اور ہر عضو پر تین تین بار پانی کا بہنا یہ سخت دشوار بلکہ بہت دور از کار ہی **فائدہ** اون پانیون کے بیان مین جو اس حساب سے جدا ہین (۱) آب استنجا۔ ہمارے علما نے وضو کی تقسیم یون فرمائی ہی کہ آدمی موزون پر مسح کرے اور استنجے کی حاجت نہ ہو تو نیم مد پانی کافی ہی اور موزے اور استنجا دونون یا دونون نہ ہون تو ایک مد اور موزے نہ ہون اور استنجا کرنا ہو تو ڈیڑھ مد حلیہ مین ہی روی الحسن عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالی عنہ فی الوضوء ان کان متخففا ولا یستنجی کفاہ رطل لغسل الوجہ والیدین ومسح الراس والخفین وان کان یستنجی کفاہ رطلان رطل للاستنجاء ورطل للباقی وان لم یکن متخففا ویستنجی کفاہ ثلثۃ ارطال رطل للاستنجاء ورطل للقدمین ورطل للباقی (۲) ظاہر ہی کہ اگر بدن پر کوئی نجاست حقیقیہ ہو جیسے حاجت غسل مین ران وغیرہ پر منی تو اوسکی تطہیر کا پانی اس حساب مین نہین اور یہین سے ظاہر کہ بعد جماع اگر کپڑا نہ ملے تو پانی کہ آب استنجے کو درکار ہوگا معمول سے بہت زائد ہوگا (۳) پیش از استنجا تین بار دونون ہاتھ کلائیون تک دھونا مطلقًا سنت ہی اگرچہ سوتے سے نہ جاگا ہو یہ اوس سنت سے جدا ہی کہ وضو کی ابتدا مین تین بار ہاتھ دھوئے جاتے ہین سنت یون ہی کہ تین بار ہاتھ دھو کر استنجا کرے پھر آغاز وضو مین بار دیگر تین بار دھوئے پھر مونھ دھونے کے بعد جو ہاتھ کہنیون تک دھوئیگا اوسمین بھی اخیر دست سے کہنیون کے اوپر تک دھوئے تو دونون کف دست تین مرتبہ دھوئے جائین گے ہر مرتبہ تین تین بار۔ اخیر کے دونون داخل حساب وضو ہین اور اول خارج ہان اگر استنجا کرنا نہ ہو تو وہی مرتبہ تین تین بار دھونا رہیگا در مختار مین ہی (سنتہ البداءۃ بغسل الیدین) الطاہرتین ثلثا قبل الاستنجاء وبعدہ وقید الاستیقاظ اتفاقی (الی الرسغین وھو) سنۃ (ینوب عن الفرض) ویسن غسلھما ایضا مع الذراعین اھ ملتقطا رد المحتار مین ہی خص المصنف بالمستیقظ تبرکا بلفظ الحدیث والسنۃ تشمل المستیقظ

وغیرہ وعلیہ الاکثرون اھ وفی النھر الاصح الذی علیہ الاکثر انہ سنۃ مطلقا لکنہ عند توھم النجاسۃ سنۃ مؤکدۃ کما اذا نام لاعن استنجاء اوکان علی بدنہ نجاسۃ وغیر مؤکدۃ عند عدم توھمھا کما اذا نام لاعن شیئ من ذلک اولم یکن مستیقظا عن نوم اھ ونحوہ فی البحر اھ اقول[۳۴۹] ووجہہ ان النجاسۃ اذا کانت محققۃ کمن نام غیر مستنج واصابۃ الید فی النوم غیر معلومۃ کانت النجاسۃ متوھمۃ اما اذا لم تکن نفسھا محققۃ فالتنجس یکون توھما علی توھم فلا یورث تاکد الاستنان فان قلت الیس ان النوم مظنۃ الانتشار والانتشار مظنۃ الامذاء والنزول کالمتحقق فالنوم مطلقا محل التوھم قلت[۳۵۰] بینا فی رسالتنا الاحکام والعلل ان الانتشار لیس مظنۃ الامذاء بمعنی المفضی الیہ غالبا وقد نص علیہ فی الحلیۃ فان قلت انما علق فی الحدیث الحکم علی مطلق النوم وعللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بقولہ فانہ لایدری این باتت یدہ والنوم لاعن استنجاء ان ارید بہ نفیہ مطلقا فمثلہ بعید عن ذوی النظافۃ فضلا عن الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم وھم المخاطبون اولا بقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا استیقظ احدکم من نومہ وان ارید خصوص الاستنجاء بالماء فالصحیح المعتمد ان الاستنجاء بالحجر طھر اذا لم تتجاوز النجاسۃ المخرج اکثر من قدر الدرھم کما بینتہ فیما علقتہ علی رد المحتار فلا یظھر فرق بین الاستنجاء بالماء وترکہ فی ایراث التوھم وعدمہ قلت[۳۵۱] الحدیث لافادۃ الاستنان اما تاکدہ عند تحقق النجاسۃ فی البدن فبالفحوی فان قلت ھذا البحر قائلا فی البحر اعلم ان الابتداء بغسل الیدین واجب اذا کانت النجاسۃ محققۃ فیھما وسنۃ عند ابتداء الوضوء وسنۃ مؤکدۃ عند توھم النجاسۃ کما اذا استیقظ من النوم اھ فھذا نص فی کون کل نوم موجب تاکد الاستنان قلت[۳۵۲] نعم ارسل ھھنا ثم تقییدہ بعد اسطر اذ یقول علم بما قررناہ ان ما فی شرح المجمع من ان السنۃ فی غسل الیدین للمستیقظ مقیدۃ بان یکون نام غیر مستنج اوکان علی بدنہ نجاسۃ حتی لو لم یکن کذلک لایسن فی حقہ ضعیف اوالمراد نفی السنۃ المؤکدۃ لا اصلھا اھ والجواب قال فی الحلیۃ ھو مع الاستیقاظ اذا توھم النجاسۃ اکد اھ فلم یجعل کل نوم محل توھم اقول[۳۵۳] وھو معنی قول الفتح قیل سنۃ مطلقا للمستیقظ وغیرہ وھو الاولی نعم مع الاستیقاظ وتوھم النجاسۃ السنۃ اکد اھ فاراد بالواو الاجتماع لترتب الحکم لا لمجرد التشریک فی ترتیبہ وان کان کلامہ مطلقا فی المستیقظ وغیرہ والتوھم غیر مختص بالمستیقظ علی ان السنن الغیر المؤکدۃ بعضھا اکد من بعض فافھم (۴) اقول[۳۵۴]

اگرچہ مسواک ہمارے نزدیک سنّتِ وضو ہے خلافًا للامام الشافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ فعندہ سنۃ الصلاۃ کما فی البحر وغیرہ ولہذا جو ایک وضو سے چند نمازیں پڑھے ہر نماز کے لیے مسواک کرنا مطلوب نہیں جبتک مُنہ میں کسی وجہ سے تغیر نہ آگیا ہو کہ اب اس رفع تغیر کے لیے مستقل سنّت ہوگی ہاں وضو بے مسواک کرلیا ہو تو اب پیش از نماز کرلے کما فی الدر وغیرہ مگر اوسکے وقت میں ہمارے

بیان اختلاف ہے بدائع وغیرہ معتمدات میں قبل وضو فرمایا اور مبسوط وغیرہ معتبرات میں وقت مضمضہ یعنی وضو میں کلّی کرتے وقت حلیہ میں ہے وقت استعمالہ علی مافی روضۃ الناطفی والبدائع ونقلہ الزاھدی عن کفایۃ البیھقی والوسیلۃ والشفاء قبل الوضوء وربما یشھد لہ مافی صحیح مسلم عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ تسوّک وتوضأ ثم قام فصلی وفی سنن ابی داود عن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان لایرقد من لیل ولا نھار فیستیقظ الا تسوک قبل ان یتوضأ وفی المحیط وتحفۃ الفقھاء وزاد الفقھاء ومبسوط شیخ الاسلام عند المضمضۃ لکمال الانقاء واخرج الطبرانی عن ابی ایوب قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا توضأ استنشق ثلثا وتمضمض وادخل اصبعہ فی فمہ وھذا ربما یدل علی ان وقت الاستیاک حالۃ المضمضۃ فان الاستیاک بالاصبع بدل عن الاستیاک بالسواک والاصل کون الاشتغال بالبدل وقت الاشتغال بالاصل اھ مختصرا **اقول** ھکذا فی نسختی الحلیۃ عن ایوب فان کان عن ابی ایوب رضی اللہ تعالٰی عنہ واسقط الناسخ والا فمرسل والظاھر الاول فان للطبرانی حدیثا عن ابی ایوب الانصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ فی صفۃ الوضوء لکن لفظہ کما فی نصب الرایۃ کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا توضأ تمضمض واستنشق وادخل اصابعہ من تحت لحیتہ فخللھا ام فاللہ تعالٰی اعلم وعلی کل فلیحمل علی ابعاد النجعۃ فقد اخرج الامام احمد فی مسندہ عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ انہ دعا بکوز من ماء فغسل وجہہ وکفیہ ثلثا وتمضمض ثلثا فادخل بعض اصابعہ فی فیہ وقال فی اخرہ ھکذا کان وضوء نبی اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ونحوہ عند عبد بن حمید عن ابی مطر عن علی رضی اللہ تعالٰی عنہ ثم **اقول** لیس نصا فی کونہ بدلا عن السواک فقد تدخل الاصبع فی الفم لاستخراج النخاع مثلا واشار الیہ المحقق بقولہ ربما یدل علی انی **اقول** معلوم ضرورۃ شدۃ حبہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم للسواک وانما فعل ھذا مرۃ بیانا للجواز فلیکن کونہ عند المضمضۃ ایضا لذلک ای من لم یستک سھوا مثلا ولا سواک عندہ الان فلیستک بالاصابع حین المضمضۃ وبھذا تضعف الدلالۃ نعم تجلی روی ابو عبید فی کتاب الطھور عن امیر المؤمنین عثمٰن رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ کان اذا توضأ یسوک فاہ باصبعہ لکن **اقول** معترک عظیم فی دلالۃ کان یفعل علی الاستمرار بل علی التکرار ولی فیھا رسالۃ سمیتھا التاج المکلل فی انارۃ مدلول کان یفعل فان اخترنا انہ لا یدل علی الاستنان او نعم فما کان عثمٰن لیواظب علی ترک السواک فی محلہ مع انھم الائمۃ الاعلام العاضون بنواجذھم علی سنن سید الانام علیہ وعلیھم الصلٰوۃ والسلام فاذن یترجح فی الذھن واللہ اعلم ان السنۃ السواک قبل الوضوء وان ینوب الاصبع عند المضمضۃ لکن لا اجترئ علی القول بہ لانی لم اجد احدا من ائمتنا مال الیہ فان قلت ما حملک علی التقیید بقولک والسواک عندہ الا ترٰی ان ابن عدی والدارقطنی والبیھقی والضیاء فی المختارۃ رووا عن

ف۱: تطفل ۲۵۱ علی الحلیۃ

ف۲: تطفل ۲۵۲ اخر علیھا

انس پسند قال الضیاء لا ادری بہ باسا اھ وقد ضعفہ ابن عدی والبیہقی وقال البخاری ف۱ فی راویہ عن انس عبد الحکم القسملی منکر الحدیث وقال فی التقریب ضعیف انہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یجزئ من السواک الاصابع ورواہ البیہقی بطریق اخر وقال غیر محفوظ ونحوہ للطبرانی و ابن عدی وابی نعیم عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا قلت روی ابو نعیم فی کتاب السواک عن عمرو بن عوف المزنی رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الاصابع تجزئ مجزی السواک اذا لم یکن سواک وقد ف۲ مشی علماؤنا علی ھذا التقیید قال فی الحلیۃ لا یقوم الاصبع مقام السواک عند وجودہ فان لم یوجد یقوم مقامہ ذکرہ فی الکافی وغیرہ یعنی ینال ثوابہ کما ذکرہ فی الخلاصۃ اھ وفی الغنیۃ لا تقوم الاصبع مقام العود عند وجودہ وتجویز بعض الشافعیۃ اصبع الغیر دون اصبع نفسہ تحکم بلا دلیل اھ وفی الھندیۃ عن المحیط والظھیریۃ لا تقوم الاصبع مقام الخشبۃ فان لم توجد فحینئذ تقوم الاصبع من یمینہ مقام الخشبۃ اھ وفی الدر عند فقدہ او فقد اسنانہ تقوم الخرقۃ الخشنۃ او الاصبع مقامہ کما یقوم العلک مقامہ للمرأۃ مع القدرۃ علیہ اھ وھو ماخوذ من البحر زاد فیہ تقوم فی تحصیل الثواب لا عند وجودہ اھ امام زیلعی نے قول اول اختیار فرمایا کما سیاتی نقلہ اور امام ابن امیر الحاج کے کلام سے اوسکی ترجیح مستفاد حیث قال فی اداب الوضوء تحت قول المنیۃ وان یستاک بالمسواک ان کان والا فبالاصبع کون الادب فی فعلہ ان یکون فی حالۃ المضمضۃ علی قول بعض المشائخ اھ جسکا مفاد ف۳ یہ ہے کہ اکثر علما قول اول پر ہیں۔ علامہ حسن شرنبلالی شرح وہبانیہ میں فرماتے ہیں قولہ واعتاقہ بعض الائمۃ ینکر مفھومہ ان اکثر الائمۃ یجوز اھ یہ کہ قول دوم ف۴ نا معتمد ہے ردالمحتار باب صفۃ الصلاۃ میں ہے قولہ لا باس بہ عند البعض اشار بھذا الی ان ھذا القول خلاف المعتمد اھ بحر الرائق میں دوم کو قول اکثر بتایا اور بہتر ٹھہرایا اور اوسی کے اتباع سے درمختار میں تضعیف قول اول کی طرف اشارہ کیا نہایہ وعنایہ و فتح میں دوم پر اقتصار فرمایا نہایہ و ہندیہ میں ہے الاستیاک ھو وقت المضمضۃ عنایہ میں ہے یستاک عرضا لا طولا عند المضمضۃ فتح القدیر میں ہے قولہ والسواک ای الاستیاک عند المضمضۃ بحر میں ہے اختلف فی وقتہ ففی النہایۃ وفتح القدیر انہ عند المضمضۃ وفی البدائع والمجتبی قبل الوضوء والاکثر علی الاول وھو الاولی لانہ الاکمل فی الانقاء شرح نقایہ برجندی میں ہے وعلیہ الاکثرون اقول ف۵ وباللہ التوفیق اولاً یہ معلوم ہو کہ درباره سواک کلمات علما مختلف ہیں کہ سنت ہے یا مستحب عامہ متون میں سنت ہونے کی تصریح فرمائی اور اسی پر اکثر ہیں صغیری میں اسی کو اصح کہا جوہرۂ نیرہ و درمختار میں سنت مؤکدہ ہونے پر جزم کیا لیکن ہدایہ و اختیار میں استحباب کو اصح اور تبیین و خیر مطلوب میں صحیح بتایا فتح میں اسی کو حق ٹھہرایا حلیہ و بحر نے اونکا اتباع کیا علامہ ابراہیم حلبی فرماتے ہیں قد عدہ القدوری والاکثرون من السنن وھو الاصح ردالمحتار میں ہے وعلیہ المتون درمختار میں ہے السواک سنۃ مؤکدۃ کما فی الجوھرۃ ہدایہ میں ہے الاصح انہ مستحب امام زیلعی فرماتے ہیں الصحیح انھما مستحبان یعنی السواک والتسمیۃ

ف۱: تضعیف عبد الحکم القسملی

ف۲: مسئلہ: مسواک موجود ہو تو انگلی سے دانت مانجنا ادائے سنت و حصول ثواب کے لیے کافی نہیں، مسواک نہ ہو تو انگلی یا کھردرا کپڑا ادائے سنت کو بس ہے اور عورتوں کے لیے مسواک موجود ہو جب بھی مسی کافی ہے۔

ف۳: ھذا قول لبعض المشائخ مفادہ ان اکثرھم علی خلافہ

ف۴: نسبۃ قول الی البعض تنبیہا ان المعتمد خلافہ

ف۵: مسئلہ: مسواک وضو کے لیے سنت ہے یا مستحب، اس میں علما کو اختلاف ہے اور اس بارے میں مصنف کی تحقیق۔

لانھما لیسا من خصائص الوضوء محقق علی الاطلاق فرماتے ہیں الحق انہ من مستحبات الوضوء امام ابن امیر الحاج بعد ذکر
احادیث فرماتے ہیں ھذا اعنی التحقیق انما یفید الاستحباب فلاجرم ان قال فی خیر مطلوب ھو الصحیح وفی الاختیار
قالوا والاصح انہ مستحب علامہ خیر الدین رملی قول بحر دربارۂ استحباب نقلا عن الفتح ھو الحق پھر قول صغیری دربارہ سنیت ھو
الاصح نقل کرکے فرماتے ہیں فقد علم بذلک اختلاف التصحیح اھ کما فی المنحۃ اقول[391] جب تصحیح مختلف ہے تو متون پر عمل لازم
کما نصوا علیہ قول سنیت کی ایک وجہ ترجیح یہ ہوئی وجہ دوم[392] خود امام مذہب رضی اللہ تعالی عنہ سے سنیت پر نص وارد امام عینی فرماتے
ہیں المنقول عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالی عنہ علی ماذکرہ صاحب المفید ان السواک من سنن الدین اھ نقلہ الشلبی علی
الکنز بلکہ ہمارے صاحب مذہب کے تلمیذ جلیل امام الفقہاء امام المحدثین امام الاولیاء سیدنا عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالی عنہما نے
فرمایا اگر کسی بستی کے لوگ سنیت مسواک کے ترک پر اتفاق کریں تو ہم ان پر اسطرح جہاد کریں گے جیسا مرتدوں پر کرتے ہیں تاکہ لوگ
اس سنت کے ترک پر جرأت نہ کریں فتاوی حجہ میں ہے قال عبد اللہ بن المبارک لو ان اھل قریۃ اجتمعوا علی ترک سنۃ
السواک نقاتلھم کما نقاتل المرتدین کیلا یجترئ الناس علی ترک سنۃ السواک وھو من احکام الاسلام حلیہ میں اسے
نقل کرکے فرمایا وھذا یفید انہ من سنن الدین کما حکاہ قولا فی المفید ولیس ببعید وجہ سوم[393] یہی اقوی من حیث الدلیل
ہے کہ احادیث متوافرہ اوسکی تاکید اور اوسمیں قولاً وفعلاً اہتمام شدید پر ناطق جنسے کتب احادیث مملو ہیں بلکہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ
تعالی علیہ وسلم کی اوسپر مواظبت مداومت گویا ضروریات وبدیہیات سے ہے ہر شخص کہ احوال قدسیہ پر مطلع ہے حضور اقدس صلی اللہ
تعالی علیہ وسلم کا اوسپر مداومت فرمانا جانتا ہے خود ہدایہ میں فرمایا والسواک لانہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کان یواظب علیہ
تبیین میں فرمایا وقد واظب علیہ النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اسی طرح کافی امام نسفی وغیرہ میں ہے وسیرد علیک بقیۃ
الکلام فی اتمام تقریب المرام بعون الملک العلام ثانیاً سنیت کو مواظبت درکار۔ اب ہم وضو میں کُلی کے وقت احادیث کو
دیکھتے ہیں تو ہرگز اوسوقت مسواک پر مواظبت ثابت نہیں ہوتی خود امام محقق علی الاطلاق کو اسکا اعتراف ہے اور اسی بنا پر قول
استحباب اختیار فرمایا۔ فتح میں فرماتے ہیں المطلوب مواظبتہ علیہ الصلٰوۃ والسلام عند الوضوء ولم اعلم حدیثا صریحا فیہ
اقول بلکہ مواظبت درکنار چوبیس[24] صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم نے حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے صفت وضو قولاً و
فعلاً نقل فرمائی امیر المؤمنین عثمٰن غنی[1] امیر المؤمنین مولی علی[2] عبداللہ بن عباس[3] عبداللہ بن زید بن عاصم[4] مغیرہ بن شعبہ[5] مقدام بن معدی کرب[6]
ابو مالک اشعری[7] ابو بکرہ نفیع بن الحارث[8] ابو ہریرہ[9] وائل بن حجر[10] نفیر بن مالک حضرمی[11] ابوامامہ باہلی[12] انس بن مالک[13] ابوایوب انصاری[14] کعب
بن عمرو یامی[15] عبداللہ بن ابی اوفی[16] براء بن عازب[17] قیس بن عائذ[18] ام المؤمنین صدیقہ[19] ربیع بنت معوذ بن عفراء[20] عبداللہ بن انیس[21] عبداللہ بن عمرو
بن عاص[22] امیر معویہ[23] رجل من الصحابۃ لم یسم[24] رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین اول کے بیس[20] علامہ محدث جلیل زیلعی نے ذکر کیے اونکے بعد کے

دو امام محقق علی الاطلاق نے زیادہ فرمائے اخیر کے دو اس فقیر غفر لہ نے بڑھائے اور انکے پچیسوین امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ ہین مگر اونسے خود اونکے وضو کی صفت مروی ہے اگرچہ وہ بھی حکم مرفوع مین ہے رواہ سعید بن منصور فی سننہ عن الاسود بن الاسود بن یزید قال بعثنی عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ الی عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ الحدیث والحدیث قبلہ رواہ ابو بکر بن ابی شیبۃ والعدنی والخطیب عن رجل من الانصار ان رجلا قال الا اریکم کیف کان وضوء رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قالوا بلی الحدیث وحدیث معویۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عند ابن عساکر ان پچیسوں صحابہ کی بہت کثیر التعداد حدیثین اسوقت فقیر کے پیش نظر ہین انمین کہین وضو یا کُلی کرتے مین مسواک فرمانے کا اصلا ذکر نہین جنھون نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا طریقہ وضو زبان سے بتایا اونھون نے مسواک کا ذکر نکیا جنھون نے اسی لیے وضو کرکے دکھایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا طریقہ مسنونہ بتائین اونھون نے مسواک کی علی الخصوص امیر المؤمنین ذو النورین و امیر المؤمنین مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہما کہ دونون حضرات سے بوجوہ کثیرہ بارہا بکثرت حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا وضو کرکے دکھانا مروی ہوا کسی بار مین مسواک کا ذکر نہین عثمٰن غنی سے راوی آونکے مولٰی حمران عند احمد والبخاری و مسلم وابی داود والنسائی وابن ماجۃ وابن خزیمۃ والبزار وابی یعلی والعدنی وابن حبان والدارقطنی وابن بشران فی امالیہ وابی نعیم فی الحلیۃ ابن الجارود عند الامام الطحاوی وابن حبان والبغوی فی مسند عثمٰن وسعید بن منصور ابو وائل شقیق بن سلمۃ عند عبد الرزاق وابن منیع والدارمی وابی داود وابن خزیمۃ والدارقطنی ابو دارہ عند احمد والدارقطنی والضیاء عبد الرحمن سلمانی عند البغوی فیہ عبد اللہ بن جعفر ابو علقمۃ کلاھما عند الدارقطنی عبد اللہ بن ابی ملیکۃ عند ابی داود ابو مالک دمشقی عند سعید بن منصور قال حدثنا ابو النضر سالم عند ابن منیع والحارث وابی یعلی والبیہقی عثمٰن علی مرتضٰی سے راوی عبد خیر عند عبد الرزاق وابی بکر بن ابی شیبۃ وسعید بن منصور والدارمی وابی داود والترمذی والنسائی وابن ماجۃ والطحاوی وابن منیع وابن خزیمۃ وابی یعلی وابن الجارود وابن حبان والدارقطنی والضیاء ابو حیۃ عند عبد الرزاق وابن ابی شیبۃ واحمد وابی داود والترمذی والنسائی وابی یعلی والطحاوی والھروی فی مسند علی والضیاء سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ عند النسائی والطحاوی وابن جریر عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما عند احمد وابی داود وابی یعلی وابن خزیمۃ والطحاوی وابن حبان والضیاء زر بن حبیش عند احمد وابی داود وسمویہ والضیاء ابو الغریف عند احمد وابی یعلی ابو مطر عند عبد بن حمید یونہین عبد اللہ بن عباس و عبد اللہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہم سے بھی احادیث کثیرہ بطرق عدیدہ مروی ہوئین سب کی تفصیل باعث تطویل ہے ان تمام احادیث کا ترک ذکر مسواک پر اتفاق تو یہ بتا رہا ہے کہ اسوقت مسواک فرمانا ہی معتاد تھا ورنہ کوئی تو ذکر کرتا **اقول** [٣٩] بلکہ صدہا احادیث متعلق وضو و مسواک اسوقت سامنے ہین

کسی ایک حدیث صحیح صریح سے اصلا مسواک کے لیے وقت مضمضہ یا داخل وضو ہونے کا پتا نہیں چلتا جن بعض سے اشتباہ ہوا اوس سے دفع شبہہ کریں حدیث اول محقق علی الاطلاق نے صرف ایک حدیث پائی جس سے اسپر استدلال ہوسکے حیث قال بعد ذکر احادیث وفی الصحیحین قال صلی اللہ تعالی علیہ وسلم لولا ان اشق علی امتی لامرتھم بالسواک مع کل صلٰوۃ او عند کل صلوۃ وعند النسائی فی روایۃ عند کل وضوء رواہ ابن خزیمۃ فی صحیحہ وصححھا الحاکم وذکرھا البخاری تعلیقا واؕ دلالۃ فی شیئ علی کونہ فی الوضوء الا ھذہ وغایۃ ما یفید الندب وھو لا یستلزم سوی الاستحباب اذ یکفیہ اذا ندب لشیئ ان یتعبد بہ احیانا ولا سنۃ دون المواظبۃ اونھین کا اتباع اونکے تلمیذ محقق حلبی نے حلیہ میں کیا اقول اولا[ف۱] احادیث میں مشہور و مستفیض بیان ذکر نماز ہی یعنی لفظ عند کل صلٰوۃ یا مع کل صلٰوۃ رواہ مالک واحمد والستۃ عن ابی ھریرۃ واحمد وابوداود والنسائی والترمذی والضیاء عن زید بن خالد واحمد بسند جید عن ام المؤمنین زینب بنت جحش کابن ابی خیثمۃ وابن جریر عن ام المؤمنین ام حبیبۃ والبزار وسمویہ عن انس وھما والطبرانی وابو یعلی والبغوی والحاکم عن سیدنا العباس واحمد والبغوی والطبرانی وابونعیم والباوردی وابن قانع والضیاء عن تمام بن العباس واحمد والباوردی عن تمام بن قثم وصوبوا کونہ عن العباس وعثمٰن بن سعید الدارمی فی الرد علی الجھمیۃ والدارقطنی فی احادیث النزول عن امیر المؤمنین علی والطبرانی فی الکبیر عن ابن عباس وفی الاوسط کالخطیب عن ابن عمر وابونعیم فی السواک عن ابن عمرو وسعید بن منصور عن مکحول وابوبکر بن ابی شیبۃ عن حسان بن عطیۃ کلاھما مرسل اور بعض میں ذکر وضو ہی یعنی مع کل وضوء یا عند کل وضوء رواہ الائمۃ مالک والشافعی واحمد والنسائی وابن خزیمۃ وابن حبان والحاکم والبیہقی عن ابی ھریرۃ والطبرانی فی الاوسط بسند حسن عن علی وفی الکبیر عن تمام بن العباس وابن جریر عن زید بن خالد رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین جب روایات متواترہ میں عند کل صلٰوۃ یا مع کل صلٰوۃ آنے سے ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کے نزدیک نماز سے اتصال بھی ثابت نہ ہوا بلکہ اتصال حقیقی اصلا کسی کا قول نہیں حتی کہ شافعیہ جو اوسے سنن نماز سے مانتے ہیں تو بعض روایات میں عند کل وضوء آنے سے داخل وضو ہونا کیونکر رنگ ثبوت پائیگا فلیست[ف۳] عند لجعل مدخولھا ظرفا للموصوف بحیث یقع فیہ انما مفادھا القرب والحضور حسا او معنی فلا تقول زید عند الدار اذا کان فیھا بل اذا کان قریبا منھا والقرب المفہوم ھو العرفی دون الحقیقی ولہ عرض عریض الا تری الی قولہ تعالٰی عند سدرۃ المنتھی عندھا جنۃ المأوی مع ان السدرۃ فی السماء السادسۃ کما فی صحیح مسلم عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ والجنۃ فوق السمٰوٰت وبما قررنا ظہر ضعف ما وقع فی عمدۃ القاری تحت الحدیث فیہ اباحۃ السواک فی المسجد لان عند یقتضی الظرفیۃ حقیقۃ فیقتضی

استحبابه فی کل صلاۃ وعند بعض المالکیۃ کراھتہ فی المسجد لاستقذارہ والمسجد ینزہ عنہ اھ **اقول اولا** [ف۱]
حقیقۃ الظرفیۃ غیر معقولۃ فی الصلاۃ ولاھی مفاد عند کما علمت **وثانیا** [ف۲] قد قال الامام العینی نفسہ قبل ھذا
بورقۃ مانصہ فان قلت کیف التوفیق بین روایۃ عند کل وضوء وروایۃ عند کل صلاۃ قلت السواک الواقع عند
الوضوء واقع للصلاۃ لان الوضوء شرع لھا اھ **وثالثا** [ف۳] کیف یباح الاستیاک فی المسجد مع حرمۃ المضمضۃ والتفل
فیہ والسواک یستعمل مبلولا ویستخرج الرطوبات فلا یؤمن ان یقطر منھا شیئ وکل ذلک لایجوز فی المسجد الا ان یکون
فی اناء او موضع فیہ معد لذلک من حین البناء کما بیناہ فی فتاوٰنا **ورابعا** [ف۴] ماذکرہ لیس قول بعض المالکیۃ
بل قول امام دار الھجرۃ نفسہ حکاہ عنہ القرطبی فی المفہم کما فی المواھب اللدنیۃ **ثانیا** [ف۵] عند الوضوء میں
خصوصیت وقت مضمضہ بھی نہیں تو حدیث اگر بوجہ عدم افادۂ مواظبت سنیت ثابت نہ کریگی بوجہ عدم تعیین وقت استحباب عند المضمضہ
بھی نہ بتائیگی فافہم **حدیث دوم** طبرانی اوسط میں ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
فرماتے ہیں ان العبد اذا غسل رجلیہ خرجت خطایاہ واذا غسل وجھہ وتمضمض وتشوص واستنشق ومسح
براسہ خرجت خطایا سمعہ وبصرہ ولسانہ واذا غسل ذراعیہ وقدمیہ کان کیوم ولدتہ امہ بیشک بندہ جب
اپنے پاؤں دھوتا ہے اوسکے گناہ دُور ہوجاتے ہیں اور جب منہ دھوتا اور کُلّی کرتا دھوتا مانجھتا پانی سونگھتا سر کا مسح کرتا ہے اسکی کان آنکھ زبان
کے گناہ نکل جاتے ہیں اور جب کلائیاں اور پاؤں دھوتا ہے ایسا ہوجاتا ہے جیسا اپنی ماں سے پیدا ہوتے وقت تھا **اقول اولا**
شوص دھونا اور پاک کرنا ہے کما فی الصحاح وقال الرازی الشوص الغسل والتنظیف اھ وفی القاموس الدلک بالید
ومضغ السواک والاستنان بہ او الاستیاک ووجع الضرس والبطن والغسل والتنقیۃ **ثانیا** حدیث میں افعال
بترتیب نہیں تو ممکن کہ مسواک سب سے پہلے ہو اور یہی حدیث کہ امام احمد نے بسند حسن مرتبًا روایت کی اوسمیں ذکر شوص نہیں
اوسکے لفظ یہ ہیں عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال ایما رجل قام الی
وضوئہ یرید الصلاۃ ثم غسل کفیہ نزلت کل خطیئۃ من کفیہ مع اول قطرۃ فاذا مضمض واستنشق واستنثر نزل
کل خطیئۃ من لسانہ وشفتیہ مع اول قطرۃ فاذا غسل وجھہ نزلت کل خطیئۃ من سمعہ وبصرہ مع اول قطرۃ
فاذا غسل یدہ الی المرفقین ورجلہ الی الکعبین سلم من کل ذنب کھیأۃ یوم ولدتہ امہ جب آدمی نماز کے ارادے
سے وضو کو اوٹھے پھر ہاتھ دھوئے تو ہاتھ کے سب گناہ پہلے قطرہ کے ساتھ نکل جائیں پھر جب کُلّی کرے اور ناک میں پانی ڈالے
اور صاف کرے زبان ولب کے سب گناہ پہلی بوند کے ساتھ ٹپک جائیں پھر جب منہ دھوئے آنکھ کان کے سب گناہ پہلے قطرہ
کے ساتھ اوتر جائیں پھر جب کہنیوں تک ہاتھ اور گٹّوں تک پاؤں دھوئے سب گناہوں سے ایسا خالص ہوجائے جیسا جس دن

ف۱: تطفل ۲۵۵ علی الامام العینی
ف۲: تطفل ۲۵۶ اخر علیہ
ف۳: تطفل ۲۵۷ ثالث علیہ
ف۴: تطفل رابع علیہ
ف۵: تطفل ۲۵۸ علی الغنیۃ

ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا **فائدہ** یہ نفیس و عظیم بشارت کرامت محبوب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر رب عزوجل کا عظیم فضل اور نمازیوں کے لیے کمال تہنیت اور بے نمازوں پر سخت حسرت ہے بکثرت احادیث صحیحہ معتبرہ میں وارد ہوئی اس معنی کی حدیثیں حدیث ابو امامہ کے علاوہ صحیح مسلم شریف میں امیر المؤمنین عثمٰن غنی و ابوہریرہ و عمرو بن عبسہ اور مالک و احمد و نسائی و ابن ماجہ و حاکم کے یہاں عبد اللہ صنابحی اور طحاوی و معجم کبیر طبرانی میں عباد و والد ثعلبہ اور مسند احمد میں مرہ بن کعب اور مسند مسدد و ابی یعلی میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہم سے مروی ہیں انہیں حدیث صنابحی و حدیث عمرو سب سے اتم ہیں کہ انہیں ناک کے گناہوں کا بھی ذکر ہے اور مسح سر کرنے سے سر کے گناہ نکل جانے کا بھی ففی الاول اذا استنثر خرجت الخطایا من انفہ ثم قال بعد ذکر الوجہ والیدین فاذا مسح راسہ خرجت الخطایا من راسہ حتی تخرج من اذنیہ وفی الثانی ما منکم رجل یقرب وضوءہ فیتمضمض ویستنشق ویستنثر الا خرجت خطایا وجہہ من فیہ وخیاشیمہ ثم قال بعد ذکر الوجہ والیدین ثم یمسح راسہ الا خرت خطایا راسہ من اطراف شعرہ مع الماء بہت علما فرماتے ہیں یہاں گناہوں سے صغائر مراد ہیں **اقول** تحقیق یہ ہے کہ کبائر بھی دھلتے ہیں اگرچہ زائل نہ ہوں یہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ وغیرہ اکابر اولیائے کرام قدست اسرارہم کا مشاہدہ ہے جسے فقیر نے رسالہ **الطرس المعدل فی حد الماء المستعمل** ۱۳۲۰ھ میں ذکر کیا اور کرم مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بحر بے پایاں ہے حدث عن البحر ولا حرج والحمد للہ رب العٰلمین اور بات وہ ہے جو خود مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ بشارت بیان کرکے ارشاد فرمائی کہ لا تغتروا اس پر مغرور نہ ہونا رواہ البخاری عن عثمٰن ذی النورین رضی اللہ تعالٰی عنہم وحسبنا اللہ ونعم الوکیل **حدیث سوم** سنن بیہقی میں ہے عن عبد اللہ بن المثنی قال حدثنی بعض اھل بیتی عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ ان رجلا من الانصار من بنی عمرو بن عوف قال یارسول اللہ انک رغبتنا فی السواک فھل دون ذلک من شیئ قال اصبعک سواک عند وضوئک تمربھا علی اسنانک انہ لا عمل لمن لا نیۃ لہ ولا اجر لمن لا خشیۃ لہ ایک انصاری نے عرض کی یارسول اللہ حضور نے مسواک کی ہمیں ترغیب فرمائی کیا اسکے سوا بھی کوئی صورت ہے فرمایا وضو کے وقت تیری انگلی مسواک ہے کہ اپنے دانتوں پر پھیرے بیشک بے نیت کے کوئی عمل نہیں اور بے خوف الٰہی کے ثواب نہیں **اقول** اولا یہ حدیث ضعیف ہے لما تری من الجھالۃ فی سندہ وقد ضعفہ البیہقی ثانیا وثالثا لفظ عند وضوئک میں وہی مباحث ہیں کہ گزرے **حدیث چہارم** ایک حدیث مرسل میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں الوضوء شطر الایمان والسواک شطر الوضوء رواہ ابوبکر بن ابی شیبۃ عن حسان بن عطیۃ ورستۃ فی کتاب الایمان عنہ بلفظ السواک نصف الوضوء والوضوء نصف الایمان مسواک نصف وضو ہے اور وضو نصف ایمان **اقول** یعنی ایمان بے وضو کامل نہیں ہوتا اور وضو بے مسواک۔ اس سے مسواک کا

ف: وضو سے گناہ دھلنے کی حدیثیں

له ورواہ ایضا احمد وابن ماجہ ۱۲ منہ

له ورواہ ایضا مالک والشافعی والترمذی والطحاوی ۱۲ منہ

له ورواہ ایضا احمد وابوبکر بن ابی شیبۃ والامام الطحاوی

والضیاء وھو عند الطبرانی فی الاوسط مختصرا وابن زنجویہ بسند صحیح ۱۲ منہ

استحبابہ فی کل صلاۃ وعند بعض المالکیۃ کراھتہ فی المسجد لاستقذارہ والمسجد ینزہ عنہ اھ **اقول اولا** حقیقۃ الظرفیۃ فیہ غیر معقولۃ فی الصلاۃ والاھی مفاد عند کما علمت **وثانیا** قد قال الامام العینی نفسہ قبل ھذا بورقۃ ما نصہ فان قلت کیف التوفیق بین روایۃ عند کل وضوء وروایۃ عند کل صلاۃ قلت السواک الواقع عند الوضوء واقع للصلاۃ لان الوضوء شرع لھا اھ **وثالثا** کیف یباح الاستیاک فی المسجد مع حرمۃ المضمضۃ والتفل فیہ والسواک یستعمل مبلولا ویستخرج الرطوبات فلا یؤمن ان یقطر منھا شیئ وکل ذلک لایجوز فی المسجد الا ان یکون فی اناء او موضع فیہ معد لذلک من حین البناء کما بیناہ فی فتاونا **ورابعا** ماذکرہ لیس قول بعض المالکیۃ بل قول امام دار الھجرۃ نفسہ حکاہ عنہ القرطبی فی المفھم کما فی المواھب اللدنیۃ **ثانیا** عند الوضوء میں خصوصیت وقت مضمضہ بھی نہیں تو حدیث اگر بوجہ عدم افادہ مواظبت سنیت ثابت نہ کریگی بوجہ عدم تعیین وقت استحباب عند المضمضہ بھی نہ بتائیگی فافہم **حدیث دوم** طبرانی اوسط میں ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ان العبد اذا غسل رجلیہ خرجت خطایاہ واذا غسل وجھہ وتمضمض وتشوص واستنشق ومسح براسہ خرجت خطایا سمعہ وبصرہ ولسانہ واذا غسل ذراعیہ وقدمیہ کان کیوم ولدتہ امہ بیشک بندہ جب اپنے پاؤں دھوتا ہے اوسکے گناہ دُور ہوجاتے ہیں اور جب منہ دھوتا اور کُلی کرتا دھوتا مانجھتا پانی سونگھتا سر کا مسح کرتا ہے اوسکے کان آنکھ زبان کے گناہ نکل جاتے ہیں اور جب کلائیاں اور پاؤں دھوتا ہے ایسا ہوجاتا ہے جیسا اپنی ماں سے پیدا ہوتے وقت تھا **اقول اولا** شوص دھونا اور پاک کرنا ہے کما فی الصحاح وقال الرازی الشوص الغسل والتنظیف اھ وفی القاموس الدلک بالید ومضغ السواک والاستنان بہ او الاستیاک ووجع الضرس والبطن والغسل والتنقیۃ **ثانیا** حدیث میں افعال بترتیب نہیں تو ممکن کہ مسواک سب سے پہلے ہو اور یہی حدیث کہ امام احمد نے بسند حسن مرتبا روایت کی اوس میں ذکر شوص نہیں اوسکے لفظ یہ ہیں عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال ایما رجل قام الی وضوئہ یرید الصلاۃ ثم غسل کفیہ نزلت کل خطیئۃ من کفیہ مع اول قطرۃ فاذا مضمض واستنشق واستنثر نزلت کل خطیئۃ من لسانہ وشفتیہ مع اول قطرۃ فاذا غسل وجھہ نزلت کل خطیئۃ من سمعہ وبصرہ مع اول قطرۃ فاذا غسل یدیہ الی المرفقین ورجلیہ الی الکعبین سلم من کل ذنب کھیأتہ یوم ولدتہ امہ جب آدمی نماز کے ارادے سے وضو کو اوٹھے پھر ہاتھ دھوئے تو ہاتھ کے سب گناہ پہلے قطرہ کے ساتھ نکل جائیں پھر جب کُلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے اور صاف کرے زبان ولب کے سب گناہ پہلی بوند کے ساتھ ٹپک جائیں پھر جب مونہ دھوئے آنکھ کان کے سب گناہ پہلے قطرہ کے ساتھ اوتر جائیں پھر جب کہنیوں تک ہاتھ اور گٹوں تک پاؤں دھوئے سب گناہوں سے ایسا خالص ہوجائے جیسا جس دن

تطفل ۲۵۵ علی الامام العینی — تطفل ۲۵۶ آخر علیہ — تطفل ۲۵۷ ثالث علیہ — رابع علیہ — تطفل ۲۵۸ علی الغنیۃ

ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا **فائدہ** یہ نفیس و عظیم بشارت کرامت محبوب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر رب عزوجل کا عظیم فضل اور نمازیوں کے لیے کمال تہنیت اور بے نمازوں پر سخت حسرت ہے بکثرت احادیث صحیحہ معتبرہ میں وارد ہوئی اس معنی کی حدیثیں حدیث ابو امامہ کے علاوہ صحیح مسلم شریف میں امیر المومنین عثمٰن غنی[۱] و ابوہریرہ[۲] و عمرو[۳] بن عبسہ اور مالک[۴] و احمد و نسائی و ابن ماجہ و حاکم کے یہاں عبداللہ صنابحی اور طحاوی[۵] و معجم کبیر طبرانی میں عباد[۶] و ثعلبہ اور مسند احمد میں مرہ بن کعب اور مسند ابی یعلی میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہم سے مروی ہیں انہیں حدیث صنابحی و حدیث عمرو سب سے اتم ہیں کہ انہیں ناک کے گناہوں کا بھی ذکر اور مسح سر کرنے سے سر کے گناہ نکل جانے کا بھی ففی الاول اذا استنثر خرجت الخطایا من انفہ ثم قال بعد ذکر الوجہ والیدین فاذا مسح راسہ خرجت الخطایا من راسہ حتی تخرج من اذنیہ وفی الثانی ما منکم رجل یقرب وضوءہ فیتمضمض ویستنشق ویستنثر الا خرجت خطایا وجہہ من فیہ وخیاشیمہ ثم قال بعد ذکر الوجہ والیدین ثم یمسح راسہ الا خرت خطایا راسہ من اطراف شعرہ مع الماء بہت علما فرماتے ہیں یہاں گناہوں سے صغائر مراد ہیں **اقول** تحقیق یہ ہے کہ کبائر بھی دُھلتے ہیں اگرچہ زائل نہ ہوں یہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ وغیرہ اکابر اولیائے کرام قدست اسرارہم کا مشاہدہ ہے جسے فقیر نے رسالہ **الطرس المعدل فی حد الماء المستعمل**[۱۳۲۰ھ] میں ذکر کیا اور کرم مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بحر بے پایاں ہے حدث عن البحر ولا حرج والحمد للہ رب العٰلمین اور بات وہ ہے جو خود مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ بشارت بیان کرکے ارشاد فرمائی کہ لا تغتروا اس پر مغرور نہ ہونا رواہ البخاری عن عثمٰن ذی النورین رضی اللہ تعالٰی عنہم وحسبنا اللہ ونعم الوکیل **حدیث سوم** سنن بیہقی میں ہے عن عبداللہ بن المثنی قال حدثنی بعض اہل بیتی عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ ان رجلا من الانصار من بنی عمرو بن عوف قال یا رسول اللہ انک رغبتنا فی السواک فہل دون ذلک من شیئ قال اصبعک سواک عند وضوئک تمر بہا علی اسنانک انہ لا عمل لمن لا نیۃ لہ ولا اجر لمن لا خشیۃ لہ ایک انصاری نے عرض کی یا رسول اللہ حضور نے مسواک کی ہمیں ترغیب فرمائی کیا اس کے سوا بھی کوئی صورت ہے فرمایا وضو کے وقت تیری انگلی مسواک ہے کہ اپنے دانتوں پر پھیرے بیشک بے نیت کے کوئی عمل نہیں اور بے خوف الٰہی کے ثواب نہیں **اقول** اولا یہ حدیث ضعیف ہے لما تری من الجہالۃ فی سندہ وقد ضعفہ البیہقی ثانیا و ثالثا لفظ عند وضوئک میں وہی مباحث ہیں کہ گزرے **حدیث چہارم** ایک حدیث مرسل میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں الوضوء شطر الایمان والسواک شطر الوضوء رواہ ابوبکر بن ابی شیبۃ عن حسان بن عطیۃ ورستۃ فی کتاب الایمان عنہ بلفظ السواک نصف الوضوء والوضوء نصف الایمان مسواک نصف وضو ہے اور وضو نصف ایمان **اقول** یعنی ایمان بے وضو کامل نہیں ہوتا اور وضو بے مسواک۔ اس سے مسواک کا

ف: وضو سے گناہ دھلنے کی حدیثیں

[۱] ورواہ ایضا احمد وابن ماجۃ ۱۲ منہ

[۲] ورواہ ایضا مالک والشافعی والترمذی والطحاوی ۱۲ منہ

[۳] ورواہ ایضا احمد وابوبکر بن ابی شیبۃ والامام الطحاوی

[۴] والضیاء وھو منا ... الطبرانی فی الاوسط

[۵] مختصرا وابن زنجویہ بسند صحیح ۱۲ منہ

داخل وضو ہونا ثابت نہیں جس طرح وضو داخل اسلام نہیں ہاں جو تکمیل کا مفہوم ہوتا ہے وہ ہر سنت کے لیے حاصل ہے قبلیہ ہو خواہ بعدیہ جس طرح صبح وظہر کی سنتیں فرضوں کی مکمل ہیں واللہ تعالٰی اعلم ثالثاً اقول جب محقق ہو لیا کہ مسواک سنت ہے اور ہمارے علما اسے سنت وضو مانتے اور شافعیہ کے ساتھ اپنا خلاف یونہی نقل فرماتے ہیں کہ ان کے نزدیک سنت نماز ہے اور ہمارے نزدیک سنت وضو اور متون ہیں قاطبۃ یک زبان تصریح فرمائے ہیں کہ مسواک سنن وضو سے ہے تو اس سے عدول کی کیا وجہ ہے سنت وضو قبلیہ ہوتی ہے یا بعدیہ یا داخلہ جیسے رکوع میں تسویہ ظہر۔ مگر روشن بیان سے ثابت ہوا کہ مسواک وضو کی سنت داخلہ نہیں کہ سنیت سے موالبت نہیں اور وضو کرتے میں مسواک فرمانے پر مداومت درکنار اصلاً ثبوت ہی نہیں اور سنت بعدیہ نہ کوئی مانتا ہے نہ اس کا محل ہے کہ مسواک سے خون نکلے تو وضو بھی جائے بحرالرائق میں ہے وعللہ السراج الھندی فی شرح الھدایۃ بانہ اذا استاک للصلاۃ ربما یخرج منہ دم وھو نجس بالاجماع وان لم یکن ناقضا عند الشافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ لاجرم ثابت ہوا کہ سنت قبلیہ ہے اور یہی مطلوب تھا اور خود حدیث صحیح مسلم اس کی طرف ناظر اور حدیث سنن ابی داود آمین نص کما تقدم اما تعلیل التبیین عدم استنانہ فی الوضوء بانہ لایختص بہ اقول اولا لایلزم لسنۃ الشیئ الاختصاص بہ الاتری ان ترک اللغو سنۃ مطلقا ویتأکد استنانہ للصائم والمحرم والمعتکف والتسمیۃ کما لاتختص بالوضوء لاتختص بالاکل ولایسوغ انکار انھا سنۃ للاکل وثانیا اذا واظب النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی شیئ فی شیئین فھل یکون ذلک سنۃ فیھما اوفی احدھما اولا فی شیئ منھما الثالث باطل والا تخلف المحدود مع صدق الحد وکذا الثانی مع علاوۃ الترجیح بلامرجح فتعین الاول وثبت ان الاختصاص لایلزم الاستنان اما مافی عمدۃ القاری اختلف العلماء فیہ فقال بعضھم انہ من سنۃ الوضوء وقال اٰخرون انہ من سنۃ الصلاۃ وقال اٰخرون انہ من سنۃ الدین وھو الاقوی نقل ذلک عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ اھ ذکرہ فی باب السواک من ابواب الوضوء زاد فی باب السواک یوم الجمعۃ ان المنقول عن ابی حنیفۃ انہ من سنن الدین فحینئذ یستوی فیہ کل الاحوال اھ اقول یؤیدہ حدیث الدیلمی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم السواک سنۃ فاستاکوا ای وقت شئتم ولکن اولا کونہ سنۃ فی الوضوء ینفی کونہ من سنن الدین بل یقررہ ولاکونہ سنۃ مستقلۃ ینافی کونہ من سنن الوضوء کما قررنا الاثر ان الماثور عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ من سنن الدین واطبقت حملۃ عرش مذھبہ المتین المتون انہ من سنن الوضوء ونصھا عین نصہ رضی اللہ تعالٰی عنہ وثانیا ھذا الامام العینی نفسہ ناص قبل ھذا بنحو ورقۃ ان باب السواک من احکام الوضوء عند الاکثرین اھ فلم نعدل عن قول الاکثرین وعن اطباق المتون لروایۃ عن الامام لاتنافیہ اصلا وثالثا العجب منہ ھذا قولہ رحمہ اللہ تعالٰی فی شرح قول الکنز وسنتہ غسل یدیہ الی رسغیہ ابتداء

ف۱: تطفل۲۶۰ علی الامام الزیلعی

ف۲: تطفل۲۶۱ اٰخر علیہ

ف۳: تطفل۲۶۲ علی الامام العینی

ف۴: تطفل۲۶۳ اٰخر علیہ

ف۵: تطفل۲۶۴ ثالث علیہ

کالتسمیۃ والسواک اذ قال الامام الزیلعی قولہ والسواک یحتمل وجہین احدھما ان یکون مجرورا عطفا علی التسمیۃ والثانی ان یکون مرفوعا عطفا علی الغسل والاول اظہر لان السنۃ ان یستاک عند ابتداء الوضوء اھ ما نصہ بل الاظہر ھو الثانی لان المنقول عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ علی ما ذکرہ صاحب المفید ان السواک من سنن الدین فحینئذ یستوی فیہ کل الاحوال اھ اقول[۱] کونہ من سنن الدین کان یقابل عندکم کونہ من سنن الوضوء فما یغنی الرفع مع کونہ عطفا علی خبر سنتہ ای سنۃ الوضوء وبوجہ[۲] اٰخر ما المراد باستواء الاحوال نفی ان یختص بہ حال بحیث تفقد السنیۃ فی غیرہ ام نفی التشکیک بحسب الاحوال بحیث لایکون التصدیق ببعضہا ازید من بعض علی الاول لاوجہ لاستظہار الثانی فلوکان سنۃ فی ابتداء الوضوء ای اشد طلبا فی ھذا الوقت والصق بہ لم ینتف استنانہ فی غیر الوضوء وعلی الثانی لاوجہ للثانی والا للاول فضلا عن کون احدھما اظہر من الاٰخر والعجب من البحر صاحب البحر انہ جعل الاولی کون وقتہ عند المضمضۃ لا قبل الوضوء وتبع الزیلعی فی ان الجر اظہر لیفید ان الابتداء بہ سنۃ نبہ علیہ اخوہ فی النہر رحمہم اللہ تعالٰی جمیعا اما تعلیل الفتح ان لاسنیۃ دون المواظبۃ ولم تثبت عند الوضوء اقول[۳] الدلیل اعم من الدعوٰی فان المقصود نفی الاستنان للوضوء والدلیل نفی کونہ من السنن الداخلۃ فیہ فلم لایختار کونہ سنۃ قبلیۃ للوضوء بالجملہ بحکم متون واحادیث اظہر وہی مختار بدائع و زیلعی و حلیہ ہے کہ مسواک وضو کی سنت قبلیہ ہے ہاں سنت مؤکدہ اوسی وقت ہے جبکہ مونھ میں تغیر ہو اس تحقیق پر جبکہ مسواک وضو کی سنت ہے مگر وضو میں نہیں بلکہ اوس سے پہلے ہے تو جو پانی کہ مسواک میں صرف ہوگا اس حساب سے خارج ہے سنت یہ ہے کہ مسواک[۱] کرنے سے پہلے دھولی جائے اور فراغ کے بعد دھو کر رکھی جائے اور کم از کم اوپر کے دانتوں اور نیچے کے دانتوں میں تین تین بار تین پانیوں سے کیجائے درمختار میں ہے اقلہ ثلاث فی الاعالی وثلاث فی الاسافل بمیاہ ثلثۃ صغیری میں ہے یغسلہ عند الاستیاک وعند الفراغ منہ (۵) اسقدر تو درکار ہی ہے اور اسکے ساتھ اگر مونھ میں کوئی تغیر رائحہ ہو تو جتنی بار مسواک اور کلیوں سے اوسکا ازالہ ہو لازم ہے اسکے لیے کوئی حد مقرر نہیں بدبودار[۲] کثیف بے احتیاطی کا حقہ پینے والوں کو اسکا خیال سخت ضروری ہے اور اونسے زیادہ سگریٹ والے کو اوسکی بدبو مرکب تمباکو سے سخت تر اور زیادہ دیرپا ہے اور ان سب سے زائد اشد ضرورت تمباکو کھانیوالوں کو ہے جنکی مونھ میں اوسکا جرم دبا رہتا اور مونھ کو اپنی بدبو سے بسا دیتا ہے یہ سب لوگ وہانتک مسواک اور کلیاں کریں کہ مونھ بالکل صاف ہو جائے اور بو کا اصلا نشان نہ رہے اور اسکا امتحان یون ہے کہ ہاتھ اپنے مونھ کے قریب لیجا کر مونھ کھولکر زور سے دو تین بار حلق سے پوری سانس ہاتھ پر لین اور معاً سونگھین بغیر اسکے اندر کی بدبو خود کم محسوس ہوتی ہے اور جب[۳] مونھ میں بدبو ہو تو مسجد میں جانا حرام نماز میں داخل ہونا

ف: تطفل رابع علیہ
ف: تطفل علی الفتح
ف: مسئلہ
ف: مسئلہ

منع واللہ الہادی (۶) یوہین جسے ترکھانسی ہو اور بلغم کثیر ولزج کہ بمشکل بتدریج جدا ہو اور معلوم ہے کہ مسواک کی تکرار اور کلیون غرارون کا اکثار اوسکے خروج پر معین تو اسکے لیے بھی حد نہین باندھ سکتے (۷) یہی حال زکام کا ہے جبکہ ریزش زیادہ اور لزوجت دار ہو اوسکے تصفیہ اور بار بار ہاتھ دھونے مین جو پانی صرف ہو وہ بھی جدا اور نامعین المقدار ہے (۸) پانون کی کثرت ف۱ سے عادی خصوصاً جبکہ دانتون مین فضا ہو تجربہ سے جانتے ہین کہ چھالیا کے باریک ریزے اور پان کے بہت چھوٹے چھوٹے ٹکڑے اسطرح مونھ کے اطراف واکناف مین جاگیر ہوتے ہین کہ تین بلکہ کبھی دس بارہ کلیان بھی اونکے تصفیہ تام کو کافی نہین ہوتین نہ خلال اونھین نکال سکتا ہے نہ مسواک سوا کلیون کے کہ پانی منافذ مین داخل ہوتا اور جنبشین دینے سے اون جمے ہوئے باریک ذرّون کو بتدریج چھڑا چھڑا کر لاتا ہے اسکی بھی کوئی تحدید نہین ہو سکتی اور یہ کامل تصفیہ بھی بہت مؤکد ہے متعدد ف۲ احادیث مین ارشاد ہوا ہے کہ جب بندہ نماز کو کھڑا ہوتا ہے فرشتہ اپنا مونھ اسکے مونھ پر رکھتا ہے یہ جو کچھ پڑھتا ہے اسکے مونھ سے نکلکر فرشتہ کے مونھ مین جاتا ہے اوسوقت اگر کھانیکی کوئی شے اسکے دانتون مین ہوتی ہے ملٰئکہ کو اوس سے ایسی سخت ایذا ہوتی ہے کہ اور شے سے نہین ہوتی البیہقی فی الشعب وتمام فی فوائدہ والدیلمی فی مسند الفردوس والضیاء فی المختارۃ عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا قام احدکم یصلی من اللیل فلیستک فان احدکم اذا قرأ فی صلاتہ وضع ملک فاہ علی فیہ ولا یخرج من فیہ شیئ الا دخل فم الملک وللطبرانی فی الکبیر عن ابی ایوب الانصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال لیس شیئ اشد علی الملکین من ان یریا بین اسنان صاحبھما طعاما وھو قائم یصلی وفی الباب عند ابن المبارک فی الزھد عن ابی عبد الرحمٰن السلمی عن امیر المؤمنین علی رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم والدیلمی عن عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ تعالٰی عنہما عنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وابن نصر فی الصلاۃ عن الزہری عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مرسلا وللاٰجری فی اخلاق حملۃ القراٰن عن علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ موقوفا تنبیہ ف۳ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حسن بن زیاد کی روایت کہ مستثنٰے پانیوں سے آب دل کے نیچے گزری جسکا حاصل یہ تھا کہ ایک رطل پانی سے استنجا اور ایک رطل مونھ اور دونون ہاتھ اور ایک رطل دونون پاؤن کے لیے اور اسی کو علامہ شرف بخاری رحمہ الباری نے مقدمۃ الصلاۃ مین ذکر فرمایا کہ ؎

در وضو آب کمین و نیم ست ... غسل را چار من ز تعلیم ست
در وضو کن بہ نیمن استنجا ... دارم دست و روئے نیمن را
پس بدان نیم من کہ مے ماند ... پائے شوید ہر آنکہ مے داند

ف۱: مسئلہ پان کے عادی کو کلیون مین کتنی احتیاط لازم۔

ف۲: مسئلہ نماز مین مونھ کی کامل صفائی کا لحاظ لازم ہے ورنہ فرشتون کو سخت ایذا ہوتی ہے۔

ف۳: مسئلہ

اقول اس سے ظاہر یہ ہے واللہ تعالٰی اعلم کہ وضو مین صرف غرفۂ غسل کا حساب بتایا ہے کہ جتنا پانی دونون پاؤون کے لیے رکھا ہے اوسیقدر مونھ اور دونون ہاتھون کے لیے آول تو اسی مین قدرے بُعد ہے۔ پاؤن کی ساخت اگر عالم کبیر مین شتر کی نظیر ہے جسکے سبب اوسکے تمام اطراف پر گزرنے کے لیے پانی زیادہ درکار ہے تو شک نہین کہ ناخنِ دست سے کہنی کے اوپر تک ہاتھ کی مساحت پاؤن سے بہت زائد ہے تو غایت یہ کہ ہاتھ کے برابر پاؤن پر صرف ہو نہ کہ مونھ اور دونون ہاتھ کے مجموعہ کے برابر پاؤون پر ولہذا احادیث مین ہاتھون اور پاؤون پر برابر صرف کا ذکر آیا بخاری و نسائی و ابوبکر بن ابی شیبہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی انه توضأ فغسل وجهه اخذ غرفة من ماء فتمضمض بها واستنشق ثم اخذ غرفة من ماء فجعل بها هكذا اضافها الى يده الاخرى فغسل بها وجهه ثم اخذ غرفة من ماء فغسل بها يده اليمنى ثم اخذ غرفة من ماء فغسل بها يده اليسرى ثم مسح براسه ثم اخذ غرفة من ماء فرش على رجله اليمنى حتى غسلها ثم اخذ غرفة اخرى فغسل بها رجله اليسرى ثم قال هكذا رأيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يتوضأ اور اگر اس سے قطع نظر کیجیے تو دونون ہاتھ کلائیون تک دھونا کلی کرنا ناک مین ڈالنا مونھ دھونا دونون ہاتھ ناخنِ دست سے کہنیون کے اوپر تک دھونا اس تمام مجموعہ کے برابر صرف دونون پاؤن پر صرف ہونا غایت استبعاد مین ہے تو ظاہر یہی ہے کہ ابتدائی سنتین یعنی کلائیون تک ہاتھ تین بار دھونا تین کلیان تین بار ناک مین پانی یہ سب بھی اس حساب یک مُد سے خارج ہو عجب نہین کہ حدیث رُبیّع رضی اللہ تعالٰی عنہا جسمین پورا وضو مع سنن مذکور ہوا اور وضو کا برتن بھی دکھایا اور راوی نے اوسکا تخمینہ ایک ثلث اور تہائی تک کیا اوسکا منشا یہی ہو کہ سنن قبلیہ کے لیے ثلث مُد بڑھ گیا مگر احادیث مطلقہ سے متبادر وضوع مع السنن ہے واللہ تعالٰی اعلم **امر چہارم** فـ۱ کیا پانی کی یہ مقدارین کہ مذکور ہوئین حد محدود ہین کہ انسے کم و بیش ممنوع۔ ائمۂ دین و علمائے معتمدین مثل امام ابوزکریا نووی شرح صحیح مسلم اور امام محمود بدر عینی شرح صحیح بخاری اور امام محمد بن امیر الحاج شرح منیہ اور ملا علی قاری شرح مشکوۃ مین اجماع امت نقل فرماتے ہین کہ ان مقادیر پر قصر نہین مقصود یہ ہے کہ پانی بلا وجہ محض زیادہ خرچ نہ ہو نہ ادائے سنت مین تقصیر رہے پھر کسیقدر ہو کچھ بندش نہین حدیث و ظاہر الروایۃ مین جو مقادیر مد و چار مد آئین انسے مراد ادنی قدر سنت ہے حلیہ مین ہے ثم اعلم انه نقل غير واحد اجماع المسلمين على ان الماء الذى يجزئ فى الوضوء والغسل غير مقدر بمقدار بعينه بل يكفى فيه القليل والكثير اذا وجد شرط الغسل وهو جريان الماء على الاعضاء وما فى ظاهر الرواية من ان ادنى ما يكفى فى الغسل صاع وفى الوضوء مد للحديث المتفق عليه ليس بتقدير لازم بل هو بيان ادنى قدر الماء المسنون فى الوضوء والغسل السابغين اوسی مین ہمارے مشائخ کرام سے ہے من اسبغ الوضوء والغسل بدون ذلك اجزأه وان لم يكفه زاد عليه بلکہ ہمارے علما نے فـ۲ تصریح فرمائی

فـ۱: مسئلہ مسلمانون کا اجماع ہے کہ وضو و غسل مین پانی کی کوئی تعداد خاص لازم نہین

فـ۲: مسئلہ غسل مین ایک صاع سے زیادہ خرچ کرنا افضل ہے جبکہ اسراف کے سبب یا وسوسہ کی حالت نہ ہو

کہ غسل میں ایک صاع سے زیادت افضل ہے فتاوی خلاصہ میں ہے الافضل ان لا یقتصر علی الصاع فی الغسل بل یغتسل بازید منہ بعد ان لا یؤدی الی الوسواس فان ادی لا یستعمل الا قدر الحاجۃ اس عبارت میں تصریح ہے کہ قدر حاجت سے زیادہ خرچ کرنا مستحب ہے جبکہ حد وسوسہ تک نہ پہنچے ہاں وسوسہ کا قدم درمیان ہو تو حاجت سے زیادہ صرف نہ کرے **اقول** ف۱ وباللہ التوفیق مراتب پانچ ہیں ضرورت حاجت منفعت زینت فضول **ضرورت** یہ کہ اوسکے بغیر گزر نہ ہو سکے جیسے مکان میں تحریہ یعنی خلا وہ سوراخ جسمیں آدمی بزور سما سکے۔ کھانے میں لقیمات یقمن صلبہ چھوٹے چھوٹے چند لقمے کہ سد رمق کریں اداے فرائض کی طاقت دیں لباس میں خرقۃ تواری عورتہ اتنا ٹکڑا کہ ستر عورت کرے **حاجت** یہ کہ بے اوسکے ضرر ہو جیسے مکان اتنا کہ گرمی جاڑے برسات کی تکلیفوں سے بچا سکے کھانا اتنا جس سے اداے واجبات وسنن کی قوت ملے کپڑا اتنا کہ جاڑا روکے اتنا بدن ڈھکے جسکا کھولنا نماز و مجمع ناس میں خلاف ادب وتہذیب ہے ف۲ مثلاً خالی پاجامے سے نماز مکروہ تحریمی ہے ابوداود والحاکم عن بریدۃ رضی اللہ تعالی عنہ ان النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نہی ان یصلی الرجل فی سراویل ولیس علیہ رداء رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ آدمی بے چادر اوڑھے صرف پاجامے میں نماز پڑھے مسند احمد وصحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا لا یصلین احدکم فی الثوب الواحد لیس علی عاتقیہ منہ شیئ ہرگز کوئی ایک کپڑے میں نماز نہ پڑھے کہ دونوں شانے کھلے ہوں ولفظ البخاری عاتقہ بالافراد فتاوی خلاصہ میں ہے لو صلی مع السراویل والقمیص عندہ یکرہ یونہیں ف۳ تنہا پاجامہ پہنے راہ میں نکلنے والا ساقط العدالۃ مردود الشہادۃ خفیف الحرکات ہے۔ یہ مسئلہ خوب یاد رکھنے کا ہے کہ آجکل اکثر لوگوں میں اسکی بے پرواہی پھیلی ہے خصوصا وہ جنکے مکان سر راہ ہیں فتاوی عالمگیریہ میں ہے لا تقبل شہادۃ من یمشی فی الطریق بسراویل وحدہ لیس علیہ غیرہ کذا فی النہایۃ **منفعت** یہ کہ بغیر اوسکے ضرر تو موجود نہیں مگر اوسکا ہونا اصل مقصود میں نافع ومفید ہے جیسے مکان میں بلندی ووسعت کھانے میں سرکہ چٹنی سیری لباس نماز میں عمامہ **زینت** یہ کہ مقصود سے محض بالائی زائد بات ہے جس سے ایک معمولی افزائش حسن خوشنمائی کے سوا اور نفع وتائید غرض نہیں جیسے مکان کے درون میں محرابیں کھانے میں رنگتیں کہ قورمہ خوب سرخ ہو فرنی نہایت سفید براق ہو کپڑے میں بخیہ باریک ہو قطع میں کج نہ ہو **فضول** یہ کہ بے منفعت چیز میں حد سے زیادہ توسع وتدقیق جیسے مکان میں سونے چاندی کے کلس دیواروں پر قیمتی غلاف کھانا کھائے پر میوے شیرینیاں پائچے گٹوں سے نیچے اول مرتبہ فرض میں ہے دوم واجب وسنن مؤکدہ سوم چہارم سنن غیر مؤکدہ سے مستحبات وآداب زائدہ تک پنجم باختلاف مراتب مباح ومکروہ تنزیہی تحریمی سے حرام تک قال المحقق علی الاطلاق فی الفتح ثم السید الحموی فی الغمز قاعدۃ الضرر یزال ہہنا خمسۃ مراتب ضرورۃ وحاجۃ ومنفعۃ وزینۃ

ف۱: شیئ کے پانچ مرتبے ہیں ضرورت حاجت منفعت زینت فضول اور انکی تحقیق اور مکان وطعام ولباس وطہارت میں انکی مثالیں

ف۲: مسئلہ خالی پاجامہ سے نماز مکروہ تحریمی ہے

ف۳: مسئلہ تنہا پاجامہ پہنے راہ میں نکلنے والا ساقط العدالۃ مردود الشہادۃ ہے

وفضول فالضرورة بلوغه حدا ان لم يتناول الممنوع هلك اوقارب وهذا يبيح تناول الحرام والحاجة كالجائع الذى لولم يجد مايأكله لم يهلك غيرانه يكون فى جهد ومشقة وهذا لايبيح الحرام ويبيح الفطر فى الصوم والمنفعة كالذى يشتهى خبز البر ولحم الغنم والطعام الدسم والزينة كالمشتهى الحلوى والسكر والفضول التوسع باكل الحرام والشبهة اه **اقول** ۲۲۶ تكلم رحمه الله تعالى فى مادة واحدة بخصوصها وقنع عن التعريفات بالامثلة احالة على فهم السامع وفى جعل الحلوى والسكر من الزينة تامل فان فى الحلوى منافع ليست فى غيرها وقد كان صلى الله تعالى عليه وسلم يحب الحلواء والعسل كما اخرجه الستة عن ام المؤمنين رضى الله تعالى عنها وما كان ليحب مالامنفعة فيه وقد نهاه ربه تبارك وتعالى عن زهرة الحيوة الدنيا فلولم تكن الا زينة لما احبها ولعل ماذكر العبد الضعيف امكن واتقن انھین مراتب کو طہارت مین لحاظ کیجیے توجس عضو کا جتنا دھونا فرض ہے اوس کے ذرے ذرے پر ایکبار پانی تقاطر کے ساتھ اگرچہ خفیف بہ جانا مرتبۂ ضرورت مین ہے کہ بے اسکے طہارت ناممکن اور تثلیث مرتبۂ حاجت مین ہے یونہین وضو مین مونھ دھونے سے پہلے کی سنن ثلاث کہ یہ چارون مؤکدات ہین اور انکے ترک مین ضرر من زاد اونقص فقد تعدی وظلم اور ہر بار پانی بفراغت بہنا جس سے کمال تثلیث مین کوئی شبہ نہ گزرے اور ہر ہر ذرۂ عضو پر غور و تامل کی حاجت نہ پڑے یہ منفعت ہے اور غرہ و تحجیل کی اطالت زینت اور کسی عضو کو قصدا چابار دھونا فضول۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہین ان امتی یدعون یوم القیمة غرا محجلین من اثار الوضوء فمن استطاع منکم ان یطیل غرته فلیفعل رواه الشیخان عن ابی هريرة رضى الله تعالى عنه وفى لفظ لمسلم عنه انتم الغر المحجلون يوم القيمة من اسباغ الوضوء فمن استطاع منكم فليطل غرته وتحجيله یعنی میری اُمت کے چہرے اور چارون ہاتھ پاؤن روز قیامت وضو کے نور سے روشن و منور ہونگے تو تم مین جس سے ہوسکے اوسے چاہیے کہ اپنے اس نور کو زیادہ کرے۔ یعنی چہرہ کے اطراف مین جو حدین شرعاً مقرر ہین اوس سے کچھ زیادہ دھوئے اور ہاتھ نصف بازو اور پاؤن نیم ساق تک درمختار مین ہے من الاداب اطالة غرته وتحجيله ردالمحتار مین ہے فى البحر اطالة الغرة بالزيادة على الحد المحدود وفى الحلية التحجيل فى اليدين والرجلين وهل له حد لم اقف فيه على شئ لاصحابنا ونقل النووى اختلاف الشافعية على ثلثة اقوال الاول الزيادة بلا توقيت الثانى الى نصف العضد والساق الثالث الى المنكب والركبتين قال والاحاديث تقتضى ذلك كله اه ونقل ط الثانى عن شرح الشرعة مقتصرا عليه اه درمختار مکروہات وضو مین ہے والاسراف ومنه الزيادة على الثلاث اوسی مین ہے لوزاد (اى على التثليث) لطمانينة القلب لاباس به ردالمحتار مین ہے لانه امر بترك مايريبه الى مالايريبه وينبغى ان يقيد هذا بغير

ف ۱: تطفل ۲۲۶ على الفقه والحموى

ف ۲: مسئلہ وضو مین غرہ و تحجیل کا بڑھانا مستحب ہے اور اسکے معنی کا بیان

الموسوس اما ھو فیلزمہ قطع مادۃ الوسواس عنہ وعدم التفاتہ الی التشکیک لانہ فعل الشیطان وقد امرنا بمعاداتہ ومخالفتہ (حتی) اور شک نہیں کہ صرف ایک صاع سے غسل میں سر سے پاؤں تک بفراغ خاطر تثلیث کا حصول دشوار لہذا ہمارے علمانے اطمینان قلب کے لیے صاع سے زیادت کو افضل فرمایا لقولہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم دع مایریبك الی مالا یریبك فان الصدق طمانینۃ وان الکذب ریبۃ رواہ الائمۃ احمد والترمذی وابن حبان بسند جید عن الحسن المجتبی ریحانۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ ثم علیہ وسلم وھو عند ابن قانع عنہ بلفظ فان الصدق ینجی اور یہ ضرور فوق الحاجۃ ہی کہ منفعت بہ لو ہیں میل کا چھڑانا داخل زینت اور اوس میں جو زیادت ہو وہ بھی فوق الحاجۃ۔ یہ معنے ہیں قول خلاصہ کے کہ غیر موسوس کو حاجت سے زیادہ صرف کرنا افضل ہی **اقول** ۲۲۱ وبما[ف۱] وفقنی المولی تبارك وتعالی من ھذا التقریر المنیر ظھر الجواب عما اوردہ الامام ابن امیر الحاج اذ قال بعد نقل ما قدمنا عن الخلاصۃ لایعری الطلاق الافضلیۃ المذکورۃ من نظر کما لایخفی علی المتأمل اھ وللہ الحمد **تنبیہ** ماذکرت ان تثلیث الغسل بالطانینۃ عسیر بالصاع شیئ تشھد لہ التجربۃ والیش انا وانت وقد استبعدہ ریحانۃ من ریاحین المصطفی صلی اللہ تعالی علیہ وعلیھم وسلم اعنی السید الامام الاجل محمد الباقر رضی اللہ تعالی عنہ اخرج البخاری (وعزاہ[ف۲] فی الحلیۃ لھما ولم ارہ لمسلم ولا عزاہ الیہ فی العمدۃ ولا الارشاد) عن ابی اسحق حدثنا ابو جعفر انہ کان عند جابر بن عبد اللہ ھو وابوہ رضی اللہ تعالی عنھم وعندہ قوم فسالوہ عن الغسل فقال یکفیك صاع فقال رجل مایکفینی فقال جابر کان یکفی من ھو اوفی منك شعرا وخیرا منك ثم امنا فی ثوب قال فی العمدۃ فی مسند اسحق بن راھویہ ان متولی السؤال ھو ابو جعفر وقولہ قال رجل المراد بہ الحسن بن محمد بن علی بن ابی طالب الذی یعرف ابوہ بابن الحنفیۃ اھ وتبعہ القسطلانی **اقول** ۲۲۲ حدیث[ف۳] الحسن بن محمد علی ما فی الصحیحین ھکذا عن ابی جعفر قال لی جابر اتانی ابن عمك یعرض بالحسن بن محمد بن الحنفیۃ قال کیف الغسل من الجنابۃ فقلت کان النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یاخذ ثلث اکف فیفیضھا علی راسہ ثم یفیض علی سائر جسدہ فقال لی الحسن انی رجل کثیر الشعر فقلت کان النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اکثر منك شعرا ھذا لفظ خ ونحوہ عند م وفیہ قال جابر فقلت لہ یا ابن اخی کان شعر رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اکثر من شعرك واطیب وھو نص فی ان محمدا لم یشھد مخاطبۃ جابر والحسن وانما حکاھا لہ جابر بخلاف حدیث الباب وفی الکلام ایضا نوع تفاوت بل الرجل القائل ھو الامام ابو جعفر نفسہ او من قال منھم مع تسلیم الباقین اخرج النسائی عن ابی اسحق عن ابی جعفر

ف۱: تطفل ۲۶۷ علی الحلیۃ
ف۲: تطفل ۲۶۸ آخر علیھا
ف۳: تطفل ۲۶۹ علی الامام العینی والقسطلانی

قال تماريناً في الغسل عند جابر بن عبد الله رضي الله تعالى عنهما فقال جابر يكفي من الغسل من الجنابة صاع من ماء قلنا ما يكفي صاع ولا صاعان قال جابر قد كان يكفي من كان خيراً منكم واكثر شعراً صلى الله تعالى عليه وسلم قال في الحلية يشعر ايضاً بان هذا التقدير ليس بلازم في كل حالة لكل واحد ومن ثمه قال الشيخ عز الدين بن عبد السلام هذا في حق من يشبه جسده جسد النبي صلى الله تعالى عليه وسلم انتهى يعني في الجسم ولعل انكار جابر ورده على القائل لظهور ان جسد القائل كان نحو جسد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم مع فهم جابر عنه الشك في كون ذلك كافياً له اما لوسوسة او غيرها فاتى برد عنيف ليكون اقلع لذلك السبب من النفس واجمع في التأسي به صلى الله تعالى عليه وسلم في ذلك هذا التوجيه الذي وفقنا الله اولى من قول غير واحد من المشايخ ان ما في ظاهر الرواية (اي ما تقدم ان الصاع والمد ادنى ما يكفي) بيان لمقدار الكفاية ثم يردفونه بقولهم حتى ان من اسبغ الوضوء والغسل بدون ذلك اجزأه وان لم يكفه زاد عليه وكذا الكلام فيما روى الحسن عن ابي حنيفة (اي ما تقدم من رطل ورطلين وثلثة في الاحوال) في الوضوء اهـ كلامه الشريف مزيناً بما بين الاهلة **اقول اولاً** [ف١] نظر رحمه الله تعالى الى لفظ البخاري قال رجل ولو كان متذكراً ما في النسائي من قول الامام الباقر رضي الله تعالى عنه قلنا لم يرض بذكر الوسوسة فحاشا محمد الباقر عنها **وثانياً** [ف٢] لو كانت على ذكر منه لم يذكر قوله لظهور ان جسد القائل الخ فان ذلك ان فرض مستقيماً ففي جسد بعضهم كالامام الباقر لا كلهم والقائلون القوم لقوله قلنا وقول جابر من كان خيراً منكم وان تولى التكلم احدهم **وثالثاً** [ف٣] لا يقتصر الامر على المقاربة في الجسم وحده بل يختلف [ف٤] باختلاف بدنه بين نعومة وخشونة ورطوبة ويبوسة وكون الشخص اجرد او اشعر وكث اللحية او خفيفها وتام الوفرة او محلوقها الى غير ذلك من الاسباب بل يختلف لشخص واحد باختلاف الفصول والبلدان والعمر والمزاج وغير ذلك **ورابعاً** [ف٥] به ظهر ان لو فرض لهم مداناة في الجسم كان من المحال العادي المداناة في جميع اسباب الاختلاف بل هو محال قطعاً فمن اعظمها النعومة ومن بدنه كبدن هذا القمر الزاهر صلى الله تعالى عليه وسلم **وخامساً** [ف٦] لقي الامام الباقر سيدنا جابراً رضي الله تعالى عنهما انما كان بعد ما صار بصيراً فكيف يعرف حجم ابدانهم **وسادساً** [ف٧] كلام جابر نفسه يدل انه انما بناه على كثرة شعر الراس وقلته **وسابعاً** [ف٨] يريد رحمه الله تعالى الاخذ على المشايخ انهم حملوا ظاهر الرواية على ادنى ما به الكفاية ثم عادوا عليها بالنقض بقولهم من اسبغ بدونه اجزأه مع انه هو الناقل لفظ الظاهر ما تقدم ان ادنى ما يكفي في الغسل صاع وفي الوضوء مد فلا محمل لها الا ما ذكروا ما بدلوا

ومنا غیروا وثامنا لایجوز ان یکون مراد الظاہر والمشایخ تقدیر ھذا لشخص واحد فی الدنیا یکون اضأل الناس واقصرھم واھزلھم واصغرھم حتی لایمکن لغیرہ ان یغتسل فی قدر ما یکفیہ وانما ھی متمسکۃ فی ذلک بالحدیث کما ذکرتم وتقدم ولا یستبرالی وھم انھم لایفرقون بین قصیر صغیر ضئیل اجرد امرد محلوق الراس وطویل کبیر عبل اشعر کث اللحیۃ وافی الوفرۃ فیحکموا ان ھذا ھو ادنی ما یکفی کلا منھما فاذ لم یریدوا الا رجلا سویا معتدل الخلق متوسط الاحوال وحینئذ لایکون ما ارد فوا بہ مناقضا لظاہر الروایۃ ولا مغایرا للتوجیہ الذی نحوتم الیہ وبالجملۃ اری فھمی القاصر متقاعدا عن درک مرام ھذا الکلام وبعد اللتیا والتی انما الغینی ان ھذا الامام رحمہ اللہ تعالی جعل الحدیث المذکور مشعرا بعدم التحدید ولا یستقیم الا شعار الا بان یسلّم استبعاد الامام الباقر ویجعل رد سیدنا جابر رضی اللہ تعالی عنہما حذارا ان یکون ذلک عن وسوسۃ او نحوھا وحثا علی التأسی مھما امکن لا ایجابا لانہ یکفی کلا ما کان یکفیہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم وفیہ المقصود ثم

اقول اذا کان ھذا الاستبعاد فی الصاع فما ظنک بما یقتضیہ ظاہر حدیث الغرفات المار تحت الامر الثالث عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما فانہ یفید استیعاب کل من الوجہ والید والرجل بغرفۃ واحدۃ وظاہر ان المراد الاغتراف بالکف بل صرح بہ قولہ اخذ غرفۃ فاضافھا الی یدہ الاخری فاذن یعسر جدا استیعاب الوجہ بغرفۃ واحدۃ فانھا لا تزید علی قدر الکف بل لاتبلغہ اذ لابد للاغتراف من تقعیر فی الکف وعرض الوجہ ما بین الاذنین اکبر بکثیر من طول الکف فماء قدر کف لا یستوعب الوجہ طولا وعرضا بحیث یمر علی کل ذرۃ منہ بالسیلان واضافتہ الی الید الاخری لا تزیدہ قدرا بل لو القی الکفان متلاصقتین لم یبلغ عرض مجموعھما عرض الوجہ وان فرق بینھما ووضعتا علی الجبینین طولا لم یستوعبھما الماء بحیث ینحدر من جمیع مساحۃ الطولین سیلا الی منتھی سطح الوجہ فان امر الید علی مسیل الماء ودلک بھا ما لم یبلغہ من الوجہ کان غسلا لبعض ودھنا لبعض وکل ذلک معلوم مشاھد وامر الذراع والقدم اشد اشکالا اذ لھما اطراف متباینۃ السموت واحاطۃ ماء قدر کف بجمیع اطراف الید من الظفر الی المرفق مما لا یعقل والکف نفسہ لاتحیط بالذراع فی امرار واحد وان امرت علی ظھر الذراع ثم اعیدت علی البطن او بالعکس لم یصحبھا من الماء ما یزید علی قدر الدھن وکذلک فی القدم مع ما فیھا من الصعود بعد الھبوط لا جل الاسالۃ الی فوق الکعبین وعمل الید قد ذکرنا ما فیہ ومن ادعی تیسر ھذا فلیرنا کیف یفعل فبالامتحان یکرم الرجل او یھان وقد استشعر الکرمانی فی الکواکب الدراری ورودھذا وقنع بان منع ورد اثرہ الامام العینی والقرحیث

تطفل ثامن علیھم

بارق النور

اشکال فی حدیث البخاری والکلام علیہ بحسب الاستطاعۃ

قال قال الكرمانی فان قلت لا یمکن غسل الرجل بغرفة واحدة قلت ممنوع ولعل الغرض من ذکرہ علی هذا الوجه بیان تقلیل الماء فی العضو الذی هو مظنة الاسراف فیه ام اقول[٤٣٢] ف١ ومجرد المنع فی امثال الواضحات لا یسمع ولا ینفع وحمله المحقق فی الفتح علی تجدید الماء لکل عضو فقال وما فی حدیث ابن عباس فاخذ غرفة من ماء الی اخر ما تقدم یجب صرفه الی ان المراد تجدید الماء بقرینة قوله بعد ذلك ثم اخذ غرفة من ماء فغسل بها یدہ الیمنی ثم اخذ غرفة من ماء فغسل بها یدہ الیسری ومعلوم ان لکل من الیدین ثلث غرفات لا غرفة واحدة فکان المراد اخذ ماء للیمنی ثم ماء للیسری اذ لیس یحکی الفرائض فقد حکی السنن من المضمضة وغیرها ولو کان لکان المراد ان ذلك ادنی ما یمکن اقامة المضمضة به کما ان ذلك ادنی ما یقام فرض الید به لان المحکی انما هو وضوءہ الذی کان علیه لیتبعه المحکی لهم اھ وتبعه المحقق الحلبی فی الغنیة قلت[٤٣٣] ومطمح نظرہ رحمه الله تعالی سلخ الغرفة عن الوحدة مستند الی ان المحکی الوضوء المسنون بدلیل ذکر المضمضة والاستنشاق والمسنون التثلیث فکیف یراد الوحدة وانما معناہ اخذ لکل عمل ماء جدیدا وهو اعم من اخذہ مرة او مرارا فیکون معنی قوله غرفة من ماء فتمضمض بها واستنشق ان اخذ لهما ماء جدیدا ولو مرارا فلا یدل علی انهما بماء واحد کما یقوله الامام الشافعی رضی الله تعالی عنه فهذا مرادہ وهو قد ینفعنا فیما نحن فیه وان کان کلامه فی مسألة اخری اقول[٤٣٤] ف٢ لکن فیه بعد لا یخفی والمحقق عارف به ولذا قال یجب صرفه لکن الشان فی ثبوت الوجوب وما استند به سیأتی الکلام علیه علی[٤٣٥] ف٣ ان الحدیث رواہ ابن ماجة عن زید بن اسلم عن عطاء بن یسار عن ابن عباس رضی الله تعالی عنهما وهذا هو مخرج الحدیث رواہ البخاری عن سلیمن بن بلال عن زید والنسائی عن ابن عجلان عن زید مطولا وقال ابن ماجة حدثنا عبد الله ... وابوبکر بن خلاد الباهلی ثنا عبد العزیز بن محمد عن زید فاخرجه مقتصرا علی قوله ان رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم مضمض واستنشق من غرفة واحدة ومن هذا الطریق اخرجه النسائی فقال اخبرنا الهیثم بن ایوب الطالقانی قال عبد العزیز بن محمد قال ثنا زید وفیه رایت رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم توضا فغسل یدیه ثم تمضمض واستنشق من غرفة واحدة الحدیث فهذا لا یقبل الانسلاخ عن الوحدة وکافٍ فی الجواب ما افادہ اخرا بقوله ولو کان لکان الخ مع ما قدمنا من احادیث ناطقة بالمذهب زاد تلمیذہ المحقق فی الحلیة حدیثا اخر رواہ البزار بسند حسن وانا اقول[٤٣٦] وبالله التوفیق للعبد الضعیف فی الحدیث وجهان الاول حمل الغرفة علی المرة ای غسل کل عضو مرة مرة وبهذا انحل العقد بمرة ولا نسلم ان ذکر المضمضة والاستنشاق

ف١: تطفل[٤٣٢] على الامام العينی والكرمانی

ف٢: تطفل[٤٣٣] علی المحقق و الغنیة

ف٣: تطفل[٤٣٤] اخر علیهم

يستلزم استيعاب جميع السنن لم لا يجوز ان يكون هذا بيانا للجواز الاقتصار على مرة فى الفرائض والسنن وما فيه من البعد اللفظى يقربه جمع طرق الحديث فلعبد الرزاق عن عطاء بن يسار عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما انه توضأ فغسل كل عضو منه غسلة واحدة ثم ذكر ان النبى صلى الله تعالى عليه وسلم كان يفعله ولسعيد بن منصور فى سننه بلفظ توضأ النبى صلى الله تعالى عليه وسلم فادخل يده فى الاناء فمضمض واستنشق مرة واحدة ثم ادخل يده فصب على وجهه مرة وصب على يده مرة مرة ومسح براسه واذنيه مرة ثم اخذ ملأ كفه من ماء فرش على قدميه وهو منتعل اهـ وسيأتى تفسير هذا الرش فى الحديث بل روى البخارى قال حدثنا محمد بن يوسف ثنا سفين عن زيد بلفظ توضأ النبى صلى الله تعالى عليه وسلم مرة مرة وقال ابو داود حدثنا مسدد ثنا يحيى عن سفين ثنى زيد وقال النسائى اخبرنا محمد بن مثنى ثنا يحيى عن سفين ثنا زيد وقال الامام الاجل الطحاوى حدثنا ابن مرزوق ثنا ابو عاصم عن سفين عن زيد ولفظ الاولين فيه الا اخبركم بوضوء رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فتوضأ مرة مرة وبمعناه لفظ الطحاوى وللنسائى من طريق ابن عجلان المذكور بعد ما مر وغسل وجهه وغسل يديه مرة مرة ومسح براسه واذنيه مرة الحديث وفى هذا والذى مر عن سعيد بن منصور ابانة ما ذكرته من ان ذكر المضمضة والاستنشاق لا يستلزم استيعاب السنن حتى ينافى ترك التثليث فقد تظافرت الروايات على لفظ مرة والاحاديث يفسر بعضها بعضا فكيف وقد اتحد المخرج ا**قول** وقد يشد عضده ان الحديث مطولا عند ابن ابى شيبة بزيادة ثم غرف غرفة فمسح راسه واذنيه الحديث فالغرفة التى كانت توضئ كلا من الوجه واليد والرجل لو استعملت فى الراس لغسلته فانما اراد والله تعالى اعلم المرة مع التجديد ورحم الله اباحاتم اذ قال ما كنا نعرف الحديث حتى نكتبه من ستين وجها وانا اعلم ان الجادة فى روايات الوقائع حمل الاعم على الاخص ولكن لا غرو فى العكس لاجل التصحيح **والثانى** حمل الغرفة على الحفنة اى بكلتا اليدين وربما تطلق عليها فروى البخارى عن ام المؤمنين رضى الله تعالى عنها فيما حكت غسله صلى الله تعالى عليه وسلم ثم يصب على راسه ثلث غرف بيديه ولابى داود عن ثوبان رضى الله تعالى عنه عن النبى صلى الله تعالى عليه وسلم اما المرأة فلا عليها ان لا تنقضه لتغرف على راسها ثلث غرفات بكفيها ويؤيده حديث ابى داود والطحاوى عن محمد بن اسحق عن محمد بن طلحة عن عبيد الله الخولانى عن عبد الله بن عباس عن على رضى الله تعالى عنهم عن النبى صلى الله تعالى عليه وسلم وفيه ثم ادخل يديه جميعا فاخذ حفنة من ماء فضرب بها على رجله وفيها النعل فغسلها بها ثم الاخرى مثل ذلك ولفظ الطحاوى ثم اخذ

بيديه جميعا حفنة من ماء فصك بها على قدمه اليمنى واليسرى كذلك واخرجه ايضا احمد وابو يعلى وابن خزيمة وابن حبان والضياء وهذا معنى ما مر من حديث سعيد بن منصور ان شاء الله تعالى والمعنى الاخر المبهم وقد نسخ او كان وفي القدمين جوربان تخمينا ن على ما بينه الامام الطحاوى رحمه الله تعالى **اقول** وما ذكره من الوجهين فلنعم المحملان هما مثل طريق ابن ماجة حدثنا ابو بكر بن خلاد الباهلى ثنا يحيى بن سعيد القطان عن سفين عن زيد وفيه رايت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم توضأ غرفة غرفة وحديث ابن عساكر عن ابى هريرة رضى الله تعالى عنه ان النبى صلى الله تعالى عليه وسلم توضأ غرفة غرفة وقال لا يقبل الله صلاة الا به فيلو على المحمل الاول كحديث سعيد بن منصور وابن ماجة والطبرانى والدارقطنى والبيهقى عن ابن عمر وابن ماجة والدارقطنى عن ابى بن كعب والدارقطنى فى غرائب مالك عن زيد بن ثابت وابى هريرة معا رضى الله تعالى عنهم ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم توضأ مرة مرة وقال هذا وضوء لا يقبل الله صلاة الا به وكذا اليدين والرجلين فى حديث ابن عباس غير انه يكدرها جميعا فى الوجه قوله اخذ غرفة من ماء فجعل بها هكذا اضافها الى يده الاخرى فغسل بها وجهه الا ان يتكلف فيحمل على ان اضاف الغرفة اى الاغتراف الى اليد الاخرى ايضا غير قاصر له على يد واحدة فيرجع الى الاغتراف باليدين ويكون كحديث ابن عباس رضى الله تعالى عنهما ايضا عن على كرم الله تعالى وجهه عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ادخل يده اليمنى فافرغ بها على الاخرى ثم غسل كفيه ثم تمضمض واستنثر ثم ادخل يديه فى الاناء جميعا فاخذ بهما حفنة من ماء فضرب بها على وجهه ثم الثانية ثم الثالثة مثل ذلك ورواه الطحاوى مختصرا فقال اخذ حفنة من ماء بيديه جميعا فصك بهما وجهه ثم الثانية مثل ذلك ثم الثالثة فذكر الى المضمضة والاستنشاق الاغتراف بكف واحدة فاذا اتى على الوجه اضافه الى اليد الاخرى ايضا فان لم يقبل هذا فقد علمت ان استيعاب الوجه بكف واحدة متعسر بل متعذر **اقول** بل ربما تبقى الحفنة باقية فضلا عن الكف والدليل عليه هذا الحديث الذى ذكرنا تخريجه عن الامام احمد وابى داود وابن خزيمة وابى يعلى والامام الطحاوى وابن حبان والضياء عن ابن عباس عن على عن النبى صلى الله تعالى عليه وعليهم وسلم حيث قال بعد ذكر غسل الوجه بثلث حفنات كما تقدم ثم اخذ بكفه اليمنى قبضة من ماء فصبها على ناصيته فتركها تستن على وجهه ثم غسل ذراعيه الى المرفقين ثلثا ثلثا الحديث وهذا ايضا معلوم مشاهد وبالجملة لو لم يصرف حديث الغرفة عن ظاهره لرجع الغسل الى الدهن وهو خلاف الرواية والدراية بل الاجماع والرواية الشاذة عن الامام الثانى رحمه الله تعالى

مؤولۃ کما فی رد المحتار عن الحلیۃ عن الذخیرۃ وغیرھا فاذن لایبقی الا ان نقول انہ لانقدر علی مثل ما فعل ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما تلک المرۃ فضلا عن فعل صاحب الاعجاز الجلیل المروی مرار الجمع الجزیل بالماء القلیل علیہ من ربہ اعلی صلاۃ واکمل تبجیل وبقرب منہ او اغرب منہ ما وقع فی سنن سعید بن منصور عن الامام الاجل ابرھیم النخعی رضی اللہ تعالٰی عنہ قال لم یکونوا یلطموا وجوھہم بالماء وکانوا اشد استبقاء للماء منکم فی الوضوء وکانوا یرون ان ربع المد یجزئ من الوضوء وکانوا اصدق ورعا واسخی نفسا واصدق عند الباس **اقول** فلا ادری کیف اجتزؤا بربع ماجعلہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مجزئا بل لا یظن بہم انہم قنعوا بالفرائض دون السنن فاذن یکفی لغسل الیدین الی الرسغین وللمضمضۃ والاستنشاق وغسل الوجہ والیدین الی المرفقین والرجلین الی الکعبین کل مرۃ سدس رطل من الماء وھذا مما لایعقل ولا یقبل الا بمعجزۃ نبی او کرامۃ ولی صلی اللہ تعالٰی علی الانبیاء والاولیاء وسلم **فان قلت** ماید ریک لعل المراد بالمد المد العمری المساوی لصاع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الا ربعا فیکون ربع المد ثلثۃ ارباع المد النبوی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم **قلت** کلا فان ابرھیم سبق خلافۃ عمر ھذا رضی اللہ تعالٰی عنہما مات [ف۱] سنۃ خمس او ست وتسعین وامیر المؤمنین فی رجب سنۃ احدی ومائۃ وخلافتہ سنتان ونصف رضی اللہ تعالٰی عنہ واللہ تعالٰی اعلم۔

امر پنجم ۵ طہارت میں [ف۲] بے سبب پانی زیادہ خرچ کرنا کیا حکم رکھتا ہے **اقول** ملاحظہ کلمات علما سے اسمیں چار قول معلوم ہوتے ہیں اونمیں تین تردد ہیں اور فضل الٰہی سے امید ہے کہ بعد تحقیق وحصول توفیق اختلاف ہی نہ رہے وباللہ التوفیق (۱) مطلقا حرام وناجائز ہے حتی کہ اگر نہر جاری میں وضو کرے یا نہائے اوسوقت بھی بلاوجہ صرف گناہ وناروا ہے یہ قول بعض شافعیہ کا ہے جسے خود شیخ مذہب شافعی سیدنا امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں نقل فرماکر ضعیف کردیا اور اسیطرح دیگر محققین شافعیہ نے اوسکی تضعیف کی (۲) مکروہ ہے اگرچہ نہر جاری پر ہو اور کراہت صرف تنزیہی ہے اگرچہ گھر میں ہو یعنی گناہ نہیں صرف خلاف سنت ہے حلیہ وبحرالرائق میں اسی کو اوجہ اور امام نووی نے اظہر اور بعض دیگر ائمہ شافعیہ نے صحیح کہا اور حکم آب جاری کو عام ہونے سے قطع نظر کریں تو کلام امام شمس الائمہ حلوانی وعلامہ فقیہ النفس سے بھی اوسکا استفادہ ہوتا ہے ہاں شرنبلالی نے مراقی الفلاح میں عموم کیطرف صاف اشارہ کیا اور امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں فرمایا اجمع العلماء علی النھی عن الاسراف فی الماء ولو کان علی شاطئ البحر والاظھر انہ مکروہ کراھۃ تنزیہ وقال بعض اصحابنا الاسراف حرام منیہ وحلیہ میں فرمایا ھو ای یسرف فی الماء شر ای لایستعمل منہ فوق الحاجۃ الشرعیۃ وان کان علی شط نھر جار شرذکر شمس الائمۃ الحلوانی انہ سنۃ وعلیہ مشی قاضیخان وھو اوجہ کماھو غیر خاف فالاسراف یکون مکروھا کراھۃ تنزیہ وقد صرح النووی انہ الاظھر

ف۱: تاریخ وفات امام ابراہیم نخعی وامیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالٰی عنہما

ف۲: مسئلہ: وضو وغسل میں بے ضرورت پانی زیادہ خرچ کرنیکا حکم اور اس بارہ میں مصنف کی تحقیق

حکی حرمۃ الاسراف عن بعض اھل مذھبہ وعبارۃ بعض المتأخرین منھم والزیادۃ فی الغسل علی الثلث مکروہ علی الصحیح وقیل حرام وقیل خلاف الاولی بحرالرائق میں ہے الاسراف ھو الاستعمال فوق الحاجۃ الشرعیۃ وان کان علی شط نھر وقد ذکر قاضی خان ترکہ من السنن ولعلہ الاوجہ فیکون مکروھا تنزیھا (۳) مطلقاً مکروہ تک نہیں نہ تنزیہی نہ تحریمی صرف ایک ادب و امر مستحب کے خلاف ہے بدائع امام ملک العلما ابوبکر مسعود و فتح القدیر امام محقق علی الاطلاق و منیۃ المصلی وغیرہا میں ترک اسراف کو صرف آداب و مستحبات سے شمار کیا سنت تک نہ کہا اور مستحب کا ترک مکروہ نہیں ہوتا بلکہ سنت کا۔ حلیہ میں ہے قال فی البدائع والادب فیما بین الاسراف والتقتیر اذ الحق بین الغلو والتقصیر قال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خیر الامور اوسطھا انتھی وذکر الحلوانی انہ سنۃ فعلی الاول یکون الاسراف غیر مکروہ وعلی الثانی کراھۃ تنزیہ۔ بحر میں ہے فی فتح القدیر ان المندوبات نیف وعشرون ترک الاسراف والتقتیر وکلام الناس الخ فعلی کونہ مندوبا لایکون الاسراف مکروھا وعلی کونہ سنۃ یکون مکروھا تنزیھا۔ غنیہ میں ہے (و) من الاداب (ان لایسرف فی الماء) کان ینبغی ان یعدہ فی المناھی لان ترک الادب لاباس بہ۔ **اقول** ف۱ ظاہر ہے کہ ترک اسراف کا صرف ایک ادب ہونا اصل مذہب ظاہر الروایۃ ونص صریح محرر المذہب امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ ہے امام بخاری نے خلاصہ فصل ثالث فی الوضوء میں ایک جنس سنن و آداب وضو میں وضع کی اوس میں فرمایا اما سنن الوضوء فنقول من السنۃ غسل الیدین الی الرسغین ثلثا الخ پھر سنتیں گنا کر فرمایا واما اداب الوضوء فی الاصل من الادب ان لایسرف فی الماء ولایقتر ویشرب فضل وضوءہ او بعضہ قائما اوقاعدا مستقبل القبلۃ الخ اوسی کا بدائع و فتح القدیر و منیہ و خلاصہ و ہندیہ وغیرہا میں اتباع کیا اور اوس سے زائد کسکا اتباع تھا تو اسپر مواخذہ محض بے محل ہے واللہ الموفق (۴) نہر جاری میں اسراف جائز کہ پانی ضائع نجائیگا اور اوسکے غیر میں مکروہ تحریمی۔ مدقق علائی نے در مختار میں اسی کو مختار رکھا علامہ مدقق عمر بن نجیم نے نہر الفائق میں کراہت تحریم ہی کو ظاہر کہا اور یہی امام قاضی خان و امام شمس الائمہ حلوانی وغیرہما اکابر کا مفاد کلام قرار دیا کہ ترک اسراف کو سنت کہنے سے اونکی مراد سنت مؤکدہ ہے اور سنت مؤکدہ کا ترک مکروہ تحریمی نیز مقتضائے کلام امام زیلعی کہ مطلق مکروہ سے غالباً مکروہ تحریمی مراد ہوتا ہے۔ اور بحر الرائق میں اسے قضیہ کلام منتقی بتایا کہ اوس میں اسراف کو منہیات سے شمار فرمایا اور ہر منہی عنہ کم از کم مکروہ تحریمی ہے **اقول** اور یہی عبارت آئندہ جواہر الفتاوی سے مستفاد لمفھومھا اذ ف۲ المفاھیم معتبرۃ فی الکتب کما فی الدر والغمز والشامی وغیرھا ولقضیۃ دلیلھا ایضا کما لایخفی شرح تنویر میں ہے بل فی القھستانی معزیا للجواھر الاسراف فی الماء الجاری جائز لانہ غیر مضیع فتامل پھر فرمایا مکروھہ الاسراف فیہ تحریما ولو بماء النھر والمملوک لہ اما الموقوف علی من یتطھر بہ ومنہ ماء المدارس فحرام بحر میں ہے صرح الزیلعی بکراھتہ وفی المنتقی انہ من المنھیات فتکون تحریمیۃ منحۃ الخالق میں نہر سے

ف۱: لطیفۃ ۳۸۱ علی الغنیۃ

ف۲: المفاھیم معتبرۃ فی الکتب بالاتفاق

الظاهر انه مكروه تحريما اذ اطلاق الكراهة مصروف الى التحريم فما فى المنتقى سوا فق لما فى السراج والمراد بالسنة المؤكدة لاطلاق النهى عن الاسراف وبه يضعف جعله من المندوبات بتوفيق اللہ تعالٰی بیان تحقیق مقام وتنقیح مرام وتصحیح احکام و نقض وابرام کے لیے بعض تنبیہات نافعہ ذکر کریں **التنبیه الاول** عرض العلامة الشامی نور قبرہ السامی بالمحقق صاحب البحر انه تبع قولا لیس لاحد من اهل المذهب حیث قال قوله تحریما الخ نقل ذلک فی الحلیة عن بعض المتأخرین من الشافعیة وتبعه علیه فی البحر وغیرہ الخ **اقول** لم یتبعه البحر بل استوجه کراهة التنزیه ثم نقل عن الزیلعی کراهته وعن المنتقی النهی عنه وافاد ان مقتضاه کراهة التحریم وهذا لیس اختیارا له بل اخبار عما یعطیه کلام المنتقی کما اخبر اولا ان قضیته عد الفتح ترکه من المندوبات عدم کراهته اصلا فلیس فیه میل الیه فضلا عن الاتباع علیه ولا سیما لیس فی کلامه التنصیص بجریان الحکم فی الماء الجاری والاطلاق لا یسد ههنا مسد الافصاح بالتعمیم للفرق البین بالتضییع وعدمه فکیف یجعل متابعا للقول الاول وعن هذا ذکرنا کلا من قضیة کلامه المنع فی القول الرابع دون الاول اذ لا ینسب الا الی من یفصح بشمول الحکم النهر ایضا نعم تبعه علیه فی الغنیة اذ قال الاسراف مکروه بل حرام وان کان علی شط نهر جار لقوله تعالٰی ولا تبذر تبذیرا

التنبیه (۲) کان عرض علی البحر انی بالتصریح علی الدر فقال ماذکره الشارح هنا قد علمت انه لیس من کلام مشایخ المذهب **اقول** والدر ایضا صفی عن هذا الکدر رکن مکنون وانما اغتر المحشی العلامة بقوله لو بماء النهر ولم یفرق بین تعبیری التوضؤ من النهر وبماء النهر رأیتنی کتبت ههنا علی الدر قوله لو بماء النهر **اقول** ای فی الارض لا فی النهر واراد تعمیم الماء المباح والمملوک اخراجا للماء الموقوف فلا ینافی ماقدمه عن القهستانی عن الجواهر اھ ماکتبت علیه ومما اکد الاشتباه علی العلامة المحشی ان المحقق الحلبی فی الحلیة نقل مسألة الماء الموقوف وماء المدارس عن عبارة الشافعی المتأخر فتمامها بعد قوله مکروه علی الصحیح وقیل حرام وقیل خلاف الاولی ومحل الخلاف ما اذا توضأ من نهر او ماء مملوک له فان توضأ من ماء موقوف حرمت الزیادة والسرف بلا خلاف لان الزیادة غیر ماذون فیها وماء المدارس من هذا القبیل لانه انما یوقف ویساق لمن یتوضؤ الوضوء الشرعی ولم یقصد اباحتها لغیرہ ذلک اھ ثم رأی المسألتین فی عبارتی البحر والدر ورأی الحکم فیهما بکراهة التحریم فسبق الی خاطره انهما تبعا قیل التحریم العام ولیس کذلک فان حرمة الاسراف فی الاوقاف مجمع علیها وقد غیرا فی التعبیر بما یبرئهما عن تعمیم التحریم فلم یقولا توضأ من نهر بل قال البحر هذا اذا کان ماء نهر وقال الدر لو بماء النهر والفرق فی التعبیرین لا یخفی علی المتأمل وبیان ذلک علی ما **اقول** ان التوضؤ من النهر وان لم یدل مطابقة الا علی التوضی بالاغتراف منه

لكن يدل عرفا على نفى الواسطة فمن ملأ كوزا من نهر واغترف عند التوضى من الكوز لا يقال توضأ من النهر بل من الكوز

الاعلى ارادة تجوز اى بماء ماخوذ من النهر والتوضى من نهر بلا واسطة انما يكون فى متعارف الناس بان تدخل

النهر او تجلس على شاطئه وتغترف بيدك وتتوضأ فيه فوقوع الغسالة فى النهر هو الطريق المعروف للتوضى من

النهر فيدل عليه دلالة التزام للعرف المعهود بخلاف التوضى بماء النهر فلا دلالة له على وقوع الغسالة فى شئ اصلا

ف الا ترى ان من توضأ فى بيته بماء جلب من النهر تقول توضأ بماء النهر لا من النهر هذا هو العرف الفاشى والفرق فى الاسراف

بين الماء الجارى وغيره بانه تضييع فى غيره لا فيه انما يبتنى على وقوع الغسالة فيه ولا مدخل فيه للاغتراف فمن ملأ جرة

من نهر وسكبها على الارض من دون نفع فقد ضيع وان افرغ جرة عنده فى نهر لم يضيع والدال على هذا المبنى

هو لفظ من نهر لا لفظ بماء النهر كما علمت ففى الاول تكون دلالة على تعميم التحريم لا فى الثانى هذا هو الفارق بين

تعبير ذلك الشافعى وتعبير البحر والدر وحينئذ يجد الدر معه الجواهر والملتقى والنهر وغيرها فلا يكون متبعا القيل

فى غير المذهب **اقول**[۴۵۴] بتحقيقنا هذا ظهر الجواب عما اخذ به الامام المحقق الحلبى فى الحلية على المشايخ حيث يطلقون

ههنا من مكان فى يقولون توضأ من حوض من نهر من كذا ويريدون وقوع الغسالة فيه قال فى المنية اذا كان الرجال

صفوفا يتوضؤن من الحوض الكبير جاز قال فى الحلية التوضى منه لا يستلزم البتة وقوع الغسالة فيه بخلاف

التوضى فيه ووقوع غسالاتهم فيه هو مقصود الافادة والمال فى ذلك وكرره فى مواضع من كتابه وهو من باب

التدنق والمشايخ يتساهلون باكثر من هذا فكيف وهو المفاد من جهة المعتاد **تنبيه (۳)** علامہ عمر بن نجیم نے نہر الفائق

میں قول سوم کو دوم کی طرف راجع کیا اور اپنے شیخ اکرم واخ اعظم محقق زین رحمہما اللہ تعالٰی کی تقریر سے یہ جواب دیا کہ ترک اسراف اگر ادب یا مستحب

کہنا اسے مقتضی نہیں کہ اسراف مکروہ تنزیہی بھی نہ ہو کہ آخر خلاف مستحب ہے اور خلاف مستحب خلاف اولٰی اور خلاف اولٰی مکروہ تنزیہی

قال فى المنحة قال فى النهر لا نسلم ان تركه للمندوب غير مكروه تنزيها لما فى فتح القدير من الجنائز والشهادات ان

مرجع كراهة التنزيه خلاف الاولى ولا شك ان تارك المندوبات بخلاف الاولى اھ یہی جواب کلام بدائع پر محقق

حلبی کی تقریر سے ہوگا۔ علامہ شامی نے یہاں اسے مقرر رکھا اور رد المحتار میں صراحۃً اس کا اتباع کیا حیث قال ما مشى

عليه فى الفتح والبدائع وغيرهما جعل تركه مندوبا فيكره تنزيها اھ **اقول**[۴۵۵] وباللہ استعین اولًا یہ معلوم رہے کہ مکروہ

تنزیہی کی تحدید میں کلمات علما مختلف بھی ہیں اور مضطرب بھی فتح القدیر کی طرح نہ ایک کتاب بلکہ بکثرت کتب میں ہے کہ کراہت تنزیہ

کا مرجع خلاف اولٰی ہے اس طور پر ہر مستحب کا ترک بھی مکروہ تنزیہی ہونا چاہیے در مختار آخر مکروہات نماز میں ہے یکرہ ترک كل

سنة ومستحب اور بہت محققین کراہت کے لیے دلیل خاص یا صیغہ نہی کی حاجت جانتے ہیں یعنی جبکہ فعل سے باز رہنے کی

فائدہ ۱
تطفل ۲ علی الحلیة

مکروہ تنزیہی کی تحدید میں علما کا اختلاف اور عبارات میں اضطراب

طلب غیر حتمی پر دال ہو **اقول** ولو قطعی الثبوت فان المدار علی ما ذکرنا من حال الطلب کما قد منا تحقیقہ فی الجوہر الحلو وان قال فی الحلیۃ من صدر الکتاب المنہی خلاف المامور فان کان النہی المتعلق بہ قطعی الثبوت والدلالۃ فحرام وان کان ظنی الثبوت دون الدلالۃ او بالعکس فمکروہ تحریما وان کان ظنی الثبوت والدلالۃ فمکروہ تنزیہا اھ ودس شک نہیں کہ اس تقدیر پر ترک مستحب مکروہ نہ ہوگا مجمع الانہر باب الاذان میں ہے لاکراھۃ فی ترك المندوب اضطرابات کرحن ما حسب فتح قدس سرہ جابجا التزام فرمائی کہ خلاف اولی مکروہ تنزیہی ہے اوقات مکروہہ نماز میں فرمایا کہ جانب ترک میں مکروہ تنزیہی جانب فعل میں مندوب کے رتبہ میں ہے حیث قال التحریمیۃ فی مقابلۃ الفرض فی الرتبۃ وکراھۃ التحریم فی رتبۃ الواجب والتنزیہ برتبۃ المندوب اونھیں نے تحریر الاصول میں تحریر فرمایا کہ مکروہ تنزیہی وہ ہے جسمین صیغہ نہی وارد ہو اور جسمین نہی نہیں وہ خلاف اولے ہے اور کراہت تنزیہ کا مرجع خلاف اولے کیطرف ہونا ایک اطلاق موسع کی بنا پر ہے حیث قال فی الباب الاول من المقالۃ الثانیۃ من التحریر مسألۃ اطلاق المامور بہ علی المندوب ما نصہ المکروہ منھی اصطلاحا حقیقۃ مجاز لغۃ والمراد تنزیہا ویطلق علی الحرام وخلاف الاولی مما لا صیغۃ فیہ والا فالتنزیھیۃ مرجعھا الیہ جس سے حلیہ میں وہ فرمایا کہ علی الاول یکون الاسراف غیر مکروہ اوسی کے صدر میں ہے المکروہ تنزیہا مرجعہ الی خلاف الاولی والظاہر انہما متساویان جس غنیہ سے کے اوقات میں باتباع فتح تصحیح فرمائی کہ التنزیہیۃ مقابلۃ المندوب اوسی کے مکروہات صلاۃ میں فرمایا الفعل ان تضمن ترك واجب فھو مکروہ کراھۃ تحریم وان تضمن ترك سنۃ فھو مکروہ کراھۃ تنزیہ ولکن تتفاوت فی الشدۃ والقرب من التحریمیۃ بحسب تاکد السنۃ نیز صدر کتاب میں فرمایا (اعلم ان للصلٰوۃ سننا) وترکھا یوجب کراھۃ تنزیہ (واداباً) جمع ادب ولا باس بترکہ ولا کراھۃ (وکراھیۃ) والمراد بہا ما یتضمن ترك سنۃ وھو کراھۃ تنزیہ او ترك واجب وھو کراھۃ التحریم جس بحر سے کے اوقات میں تھا التنزیہ فی رتبۃ المندوب اوسی کے باب العیدین میں فرمایا لایلزم من ترك المستحب ثبوت الکراھۃ اذ لا بد لہا من دلیل خاص فلذا کان المختار عدم کراھۃ الاکل قبل الصلٰوۃ اھ ای صلٰوۃ الاضحی اور دربارۂ ترک اسراف اونکا کلام گزرا اوسی کے مکروہات نماز میں ایسی ہی تصریح فرما کر پھر خود اوسپر اشکال وارد کر دیا کہ ہر مستحب خلاف اولے ہے اور یہی کراہت تنزیہ کا حاصل حیث قال السنۃ ان کانت غیر مؤکدۃ فترکہا مکروہ تنزیہا وان کان الشیئ مستحبا او مندوبا ولیس بسنۃ فینبغی ان لا یکون ترکہ مکروھا اصلا کما صرحوا بہ انہ یستحب یوم الاضحی ان لا یاکل قالوا ولو اکل فلیس بمکروہ فلم یلزم من ترك المستحب ثبوت الکراھۃ الا انہ یشکل علیہ ما قالوہ ان المکروہ تنزیہا خلاف الاولی ولا شك ان ترك المستحب خلاف الاولی اھ اما العلامۃ **الشامی** فاضطراب اقوالہ ھھنا اکثر واوفر ففی مستحبات الوضوء نقل مسألۃ الاکل یوم الاضحی واستظہر ان ترك المستحب لا یکرہ

ف ۱: تطفل ۲۸۶ علی الحلیۃ
ف ۲: تطفل ۲۸۷ ما علی الفتح
ف ۳: تطفل ۲۸۸ علی الحلیۃ
ف ۴: تطفل ۲۸۹ علی الغنیۃ
ف ۵: تطفل ۲۹۰ علی البحر
ف ۶: معروضۃ ۲۹۲ علی العلامۃ ش

حیث قال اقول وھذا ھو الظاھر اذ النوافل فعلھا اولی ولا یقال ترکھا مکروہ اھ ثم بعد صفحۃ رجع وقال قدمنا ان ترک المندوب مکروہ تنزیھا اھ **وقال** ف۱ فی مکروھات الوضوء المکروہ تنزیھا یرادف خلاف الاولی اھ ورجع اٰخر مکروھات الصلاۃ فقال الظاھر ان خلاف الاولی اعم فقد لایکون مکروھا حیث لادلیل خاص کترک صلاۃ الضحی اھ **وقال** ف۲ فی صدرھا قلت ویعرف ایضا بلادلیل نھی خاص بان تضمن ترک واجب او سنۃ فالاول مکروہ تحریما والثانی تنزیھا اھ ورجع فی اٰخرھا فقال بعد ما مرو بہ یظھر ان کون ترک المستحب راجعا الی خلاف الاولی لایلزم منہ ان یکون مکروھا الا بنھی خاص لان الکراھۃ حکم شرعی فلا بد لہ من دلیل اھ **ثم** ف۳ بعد ورقۃ رجع عن ھذا الرجوع فقال فی مسألۃ استقبال النیرین فی الخلاء الظاھر ان الکراھۃ فیہ تنزیھیۃ مالم یرد نھی خاص اھ **وقال** ف۴ فی المنحۃ عند قول البحر قد صرحوا بان التفات ف۵ البصر یمنۃ ویسرۃ من غیر تحویل الوجہ اصلا غیر مکروہ مطلقا والاولی ترکہ لغیر حاجۃ ما نصہ ای فیکون مکروھا تنزیھا کما ھو مرجع خلاف الاولی کما مربہ صرح فی النھر وفی الزیلعی وشرح الملتقی للباقانی انہ مباح لانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یلاحظ اصحابہ فی صلاتہ بموق عینیہ ولعل المراد عند عدم الحاجۃ فلا ینافی ماھنا اھ ثم رجع عما قریب فقال خلاف الاولی اعم من المکروہ تنزیھا وترک المستحب خلاف الاولی دائما ولا مکروہ تنزیھا دائما بل قد یکون مکروھا ان وجد دلیل الکراھۃ والا فلا اھ

اقول ف۶ ومن العجب ان البحر کان صرح فی الالتفات بنفی الکراھۃ مطلقا وان الاولی ترکہ لغیر حاجۃ فکان نصا فی نفی الکراھۃ رأسا مع کونہ ترک الاولی فی بعض الصور ففسرہ بضدہ اعنی اثبات الکراھۃ لکونہ ترک الاولی مع نقلہ عن الزیلعی والباقانی انہ مباح وظاھرہ الاباحۃ الخالصۃ بدلیل الاستدلال بالحدیث فلم یتذکر ھنا ان خلاف الاولی لایستلزم الکراھۃ مالم یرد نھی بااینہمہ اسمیں شک نہیں کہ فتح القدیر میں محقق علی الاطلاق کی تصریحات اسی طرف ہیں کہ ترک مستحب بھی مکروہ تنزیہی ہو تو اونکا آداب میں گننا نفی کراہت تنزیہ پر کیونکر دلیل ہو خصوصاً اسی بحث کے آخر میں وہ صاف صاف کراہت اسراف کی تصریح بھی فرماچکے حیث قال یکرہ الزیادۃ علی ثلث فی غسل الاعضاء اھ اور خود علامہ صاحب بحر نے بھی اسے اونسے نقل فرمایا تو اوس حمل پر باعث کیا رہا **ثانیا اقول** ف۷ اس سے قطع نظر بھی ہو تو محقق نے انھیں آداب میں یہ افعال بھی شمار فرمائے نزع خاتم علیہ اسمہ تعالٰی او اسم نبیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حال الاستنجاء وتعاھد ماتحت الخاتم وان لا یلطم وجہہ بالماء والدلک خصوصا فی الشتاء وتجاوز حدود الوجہ والیدین والرجلین ف۸ لیستیقن غسلھما اور شک نہیں کہ وقت استنجا اوس انگشتری کا جس پر اللہ عزوجل یا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام پاک یا کوئی متبرک لفظ ہو اوتار لینا صرف مستحب ہی نہیں قطعا سنت ہے اور اوسکا ترک ضرور مکروہ بلکہ اساءت ہے بلکہ ف۹ مطلقا کچھ لکھا ہو

ف۱: معروضۃ اخرٰی علیہ
ف۲: معروضۃ ثالثۃ علیہ
ف۳: معروضۃ رابعۃ علیہ
ف۴: معروضۃ خامسۃ علیہ
ف۵: مسئلہ: نماز میں اگر کن انکھیوں سے ادھر ادھر دیکھے گردن پھیر کر نہیں تو مکروہ نہیں جبکہ بے حاجت ہو تو خلاف اولیٰ ہے
ف۶: معروضۃ سادسۃ علیہ
ف۷: تطفل علی الفتح
ف۸: مسئلہ: جس انگشتری پر کسی معظم کا نام ہو وقت استنجا اوس کا اوتار لینا سنت ہے
ف۹: مسئلہ: مطلقا ...

۱؎ ای فی البحر صدر المکروھات ان المکروہ تنزیھا مرجعہ الی خلاف الاولی اھ منہ
۲؎ اقول انما ھو علی اصل الفقہاء فی عدم الوقت زائدا علی ما ھو من قلم الناسخ والعلم عند العلیم اھ منہ

حروف ہی کا ادب چاہیے بلکہ ایسی انگوٹھی پہنکر بیت الخلا میں جانا ہی مکروہ ہے ولہذا تعویذ لیجانے کی اجازت اوسوقت ہوئی کہ غلاف مثلاً موم جامہ میں ہو اور پھر بھی فرمایا کہ اب بھی بچنا ہی اولے ہے اگرچہ غلاف ہونے سے کراہت نہ رہی رد المحتار میں ہے نقلوا عندنا ان للحروف حرمۃ ولو مقطعۃ وذکر بعض القراء ان حروف الھجاء قرآن نزل علی ھود علیہ الصلاۃ والسلام الخ اوسی میں عارف باللہ سیدی عبد الغنی نابلسی قدس سرہ القدسی سے ہے حروف الھجاء قرآن انزلت علی ھود علیہ الصلاۃ والسلام کما صرح بذلک الامام القسطلانی فی کتابہ الاشارات فی علم القراءات بحر الرائق میں ہے یکرہ ان یدخل الخلاء ومعہ خاتم مکتوب علیہ اسم اللہ تعالی او شیئ من القراٰن درمختار میں ہے رقیۃ فی غلاف متجاف لم یکرہ دخول الخلاء بھا والاحتراز افضل نوین انگشتری ڈھیلی ہو تو اوسے جنبش دینی وضو میں سنت ہے اور تنگ ہو کہ بے تحریک پانی نہ پہنچے گا تو فرض۔ خلاصہ میں ہے فی مجموع النوازل تحریک الخاتم سنۃ ان کان واسعا وفرض ان کان ضیقا بحیث لم یصل الماء تحتہ دسوین وضو میں مونھ پر زور سے چھپا کا مارنا مکروہ اور اوسکا ترک مسنون۔ درمختار میں ہے مکروھہ لطم الوجہ او غیرہ بالماء تنزیھا۔ بحر میں ہے ان الزیلعی صرح بان لطم الوجہ بالماء مکروہ فیکون ترکہ سنۃ لا ادبا یوین اعضا کا ملنا بھی مثل غسل سنت وضو بھی ہے درمختار میں ہے ومن السنن الدلک وترک الاسراف وترک لطم الوجہ بالماء خلاصہ فصل وضو جنس آخر صفت وضو میں ہے والدلک عندنا سنۃ رہا اعضا میں حدود شرعیہ سے اتنا تجاوز جس سے یقین ہو جائے کہ حدود فرض کا استیعاب ہو لیا **اقول** اگر یقین سے یقین فقہی مراد ہو جیسا کہ کتب فقہیہ میں وہی متبادر ہے تو یہ ادب وسنت درکنار خود واجب لابدی ہے ہاں یقین کلامی مراد ہو تو ادب کہنا عجب نہیں ھذا وقد نبہ من ھذہ الافعال الاربعۃ علی سنیۃ الاخیرین فی البحر **اقول** والعجب ترک الاولین مع نقلہ ایاھما ایضا عن الفتح فالسکوت یکون اشد ایھاما مما لو لم یاثرھما ولا شک ان الثانی مثل الرابع الذی استند فیہ البحر الی ان الخلاصۃ جعلہ سنۃ فکذلک نص فیھا علی سنیۃ الثانی ایضا اما الاول فامر الکل واحد بالتنبیہ والبحر نفسہ صرح فی الاستنجاء بما سمعت ولکن جل من لا یغیب عن علمہ شیئ قط یہاں سے واضح ہوا کہ محقق کا اس عبارت میں ترک اسراف کو شمار فرمانا نفی کراہت پر حاکم نہیں ہو سکتا **اقول** وکان من احسن الاعذار عن المحقق رحمہ اللہ تعالی انہ تجوز فاطلق الادب علی مایعم السنن لکنہ ھھنا قد میز السنن من الاداب کما میز فی الخلاصۃ واخذ علی الکتاب فی جعلہ التیامن واستیعاب الراس بالمسح مستحبین وقال بعد اقامۃ الدلیل فالحق ان الکل سنۃ ومسح الرقبۃ مستحب اھ ثم قال ومن السنن الترتیب بین المضمضۃ والاستنشاق وعد اشیاء ثم قال الاداب ترک الاسراف والتقتیر الخ فسیاق کلامہ رحمہ اللہ تعالی ینفی العذر المذکور واللہ تعالی اعلم **ثالثا اقول** عبارت بدائع میں بھی کہہ سکتے ہیں کہ امام ملک العلماء رحمہم اللہ تعالی نے ترک اسراف کو صرف ادب ہی

نہ فرمایا بلکہ حق بتایا تو اسراف خلاف حق ہوا باطل ہوا اور اوسکا ادنی درجہ کراہت فماذا بعد الحق الا الضلٰل بلکہ اسراف کہ غلو کہا
اور دین میں غلو ممنوع لاتغلوا فی دینکم **رابعاً اقول** ان تمام تائیدات کے بعد بھی نہر و رد المحتار کا مطلب کہ قول سوم کو دوم کی
طرف راجع کرنا ہے تمام نہیں ہوتا۔ مانا کہ بدائع و فتح کی عبارات نفی کراہت نہ کریں مانا کہ فتح کی رائے میں ترک ادب بھی مکروہ ہو مگر نص
امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کا کیا جواب ہے جسمیں اوسکے ادب ہونیکی تصریح فرمائی اور مستحبات محضہ کے ساتھ اوسکی گنتی آئی اب اگر
تحقیق یہ ہے کہ ترک مندوب مکروہ نہیں تو ضرور کلام امام کہ امام کلام ہے نفی کراہت کا اشعار فرمائیگا اس بارہ میں کلمات علما کا اختلاف
واضطراب سُن چکے وانا **اقول** وباللہ التوفیق **اولاً** حب کراہت میں تناقض نہیں کہ ایک کا رفع دوسرے کے ثبوت کو مستلزم
ہو۔ دیکھو مباح سے دونوں مرتفع ہیں تو ترک مستحب مطلقاً مستلزم کراہت کیوں ہوا **ثانیاً اقول** اگر ترک مستحب موجب کراہت
ہو تو ..... آدمی جسوقت خالی بیٹھا ہو اور کوئی مطالبہ شرعیہ اوسوقت اوسپر لازم نہ ہو لازم کہ اوسوقت لاکھوں مکروہ کا مرتکب ٹھہرے کہ
مندوبات بیشمار ہیں اور وہ اوسوقت اون سب کا تارک **ثالثاً اقول** کراہت کا لفظ ہی بتا رہا ہے کہ وہ مقابل سنت ہے نہ مقابل مندوب
جو بندہ ہوکر بلاوجہ وجیہ ایسی چیز کا ارتکاب کرے جسے اوسکا مولے مکروہ رکھتا ہے وہ کسی ملامت وسرزنش کا بھی مستحق نہ ہو تو مولی
کے نزدیک مکروہ ہونے کا کیا اثر ہوا اور جب فعل پر سرزنش چاہیے تو اسکا مرتبہ جانب ترک میں وہی ہوا جو جانب فعل میں سنت کا
ہے کہ اوسکے ترک پر ملامت ہے نہ کہ مندوب کا جسکے ترک پر کچھ نہیں۔ ظاہر ہے کہ کراہت کچھ ہے کی مقتضی ہے اور ترک مستحب پر کچھ نہیں
اور کچھ نہیں کچھ ہے کے برابر نہیں ہوسکتا **رابعاً اقول** وباللہ التوفیق تحقیق بالغ وتنمیق بازغ یہ ہے کہ فعل مطلوب شرعی کا ترک نادراً
ہوگا یا عادۃً اور ہر ایک پر سزا کا استحقاق ہوگا یا سرزنش کا یا کچھ نہیں تو دونوں ترک تین قسم ہوئے اور تین کو تین میں ضرب دیے سے
نو قسمیں عقلی پیدا ہوئیں انمیں تین بداہۃً باطل ہیں ترک عادی پر کچھ نہ ہو اور نادر پر عذاب یا عتاب۔ سوم ترک عادی پر عتاب ہو اور نادر پر عقاب
اور دو قسمیں شرعاً وجود نہیں رکھتیں ترک عادی پر عقاب یا عتاب اور نادر پر کچھ نہیں۔ کہ شرعاً مستحب کے ترک نادر پر کچھ نہیں تو عادی پر بھی
کچھ نہیں اور سنت کے ترک عادی پر عتاب ہے تو نادر پر بھی ہے کہ وہ حکم سنت ہے اور حکم شی کو شی سے انفکاک نہیں اصول امام فخر الاسلام و امام
حسام الدین والامام نسفی میں ہے حکم السنۃ ان یطالب المرء باقامتھا من غیر افتراض ولا وجوب لانھا طریقۃ امرنا باحیائھا
فیستحق اللائمۃ بترکھا لاجرم چار قسمیں رہیں (۱) ترک عادی ہو یا نادر مطلقاً موجب استحقاق عذاب ہو یہ بحال قطعیت فرض ورنہ
واجب ہے (۲) عادی پر عذاب اور نادر پر عتاب۔ یہ سنت مؤکدہ ہے کہ اگر نادر پر بھی عذاب ہو تو اوسمیں اور واجب میں فرق نہ رہیگا اور
عادی پر بھی عتاب ہی ہو تو اوسمیں اور سنت غیر مؤکدہ میں تفاوت نہ ہوگا حالانکہ وہ اون دونوں میں برزخ ہے (۳) عادی ہو یا نادر
مطلقاً مورث عتاب ہو یہ سنت زائدہ ہے (۴) مطلقاً عذاب عتاب کچھ نہ ہو یہ مستحب مندوب ادب ہے۔ پھر از انجا کہ فعل و ترک میں
تقابل ہے بغرض تعادل واجب ہے کہ ایسی ہی چار قسمیں جانب ترک نکلیں یعنی جسکا ترک مطلوب ہے (۱) اوسکا فعل عادی ہو یا

ف: تطفل علی النہر وش

ف: فائدہ جلیلہ در بارہ مکروہ تنزیہی و تحریمی واساءت و خلاف اولٰی ومصنف کی تحقیق نفیس فوائد کثیرہ پر مشتمل در فرائض وسنن مؤکدہ وغیر مؤکدہ کے فرق احکام

نادر مطلقاً موجب استحقاق عذاب ہو یہ بحال قطعیت حرام ورنہ مکروہ تحریمی ہے (۲) فعل عادی پر عذاب ورنادر پر عتاب یہ اساءت ہے جسکی نسبت علما نے تحقیق فرمائی کہ کراہت تنزیہی سے افحش اور تحریمی سے اخف ہے (۳) مطلقاً مورث عتاب ہی ہو یہ کراہت تنزیہی ہے (۴) مطلقاً کچھ نہ ہو یہ خلاف اولی ہے تنویر اس تقریر منیر سے چند جلیل فائدے متجلی ہوئے (۱) سنت مؤکدہ کا ترک مطلقاً گناہ نہیں بلکہ اُسکے ترک کی عادت گناہ ہے (۲) اسارت کے بارے میں اگرچہ کلمات علما مضطرب ہیں کوئی اوسے کراہت سے کم کہتا ہے کما فی الدر صدر سنن الصلاۃ وبہ نص الامام عبد العزیز فی الکشف وفی التحقیق کوئی زائد کما فی الشامی عن شرح المنار للزین کوئی مساوی کما فی الطحطاوی ثمہ وفی ادراک الفریضۃ عن الحلبی شارح الدر مگر عند التحقیق اوس کا مقابل سنت مؤکدہ ہونا چاہیے کہ جسطرح سنت مؤکدہ واجب وسنت زائدہ میں برزخ ہے یونہیں اسارت کراہت تحریم وکراہت تنزیہ میں کما فی الشامی ف۱ علمگیریہ میں سراج وہاج سے ہے ان ترک المضمضۃ والاستنشاق اثم علی الصحیح لانھما من سنن الھدی وترکھا یوجب الاساءۃ بخلاف السنن الزوائد فان ترکھا لایوجب الاساءۃ اھ اقول قولہ اثم ای ان اعتاد کما ھو معروف فی محلہ فیہ وفی نظائرہ اصول امام فخر الاسلام وامام حسام الدین وامام نسفی میں ہے والسنن نوعان سنۃ الھدی وتارکھا یستوجب اساءۃ وکراھیۃ والزوائد وتارکھا لایستوجب اساءۃ رد المحتار صدر سنن الوضوء میں ہے مطلق السنۃ شامل لقسمیھا وھما السنۃ المؤکدۃ المسماۃ سنۃ الھدی وغیر المؤکدۃ المسماۃ سنۃ الزوائد بحر الرائق سنن نماز مسئلہ رفع یدین للتحریمہ میں ہے انہ من سنن الھدی فھو سنۃ مؤکدۃ (۳) کراہت تنزیہ نہ مستحب کے مقابل ہے نہ سنت مؤکدہ کے بلکہ سنت غیر مؤکدہ کے مرتبہ میں ہے۔ اوسے مستحب کے مقابل کہنا خلاف تحقیق ہے اور مطلق سنت کے مقابل بتانا بمعنی اعم ہے جبکہ اوسے اسارت کو بھی شامل کرلیا جائے جسطرح کبھی اسارت کو اعم لیکر سنت زائدہ کے مقابل بولتے ہیں جسطرح اطلاق موسع میں خلاف اولی کو مکروہ تنزیہی کہدیتے ہیں (۴) خلاف اولے مستحب کا مقابل ہے اور اپنے معنی خاص پر مکروہ تنزیہی سے بالکل جدا ہاں بمعنی اعم اوسے بھی شامل اور کراہت تنزیہ کا اوسکی طرف مرجع ہونا اسی معنے پر ہے۔ بحر کے اشکال مذکور لیشکل علیہ ما قالوہ ان المکروہ تنزیھا مرجعہ الی خلاف الاولی پر منحۃ الخالق میں فرمایا الکراھۃ لابد لھا من دلیل خاص وبذلک یندفع الاشکال لان المکروہ تنزیھا الذی ثبتت کراھتہ بالدلیل یکون خلاف الاولی ولا یلزم من کون الشیئ خلاف الاولی ان یکون مکروھا تنزیھا مالم یوجد دلیل الکراھۃ۔ (۵) کراہت کے لیے اگرچہ تنزیہی ہو ضرور دلیل کی حاجت ہے کما نص علیہ فی الحدیقۃ الندیۃ وغیرھا وبیناہ فی رشاقۃ الکلام اقول ف۳ خلاف سنت ہونا خود کراہت پر دلیل شرعی ہے لقولہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم من رغب عن سنتی فلیس منی رواہ الشیخان عن انس وابن ماجۃ عن ام المؤمنین رضی اللہ تعالی عنھما لے نعفی لم یعمل بسنتی فلیس منی فما فی العلامۃ الشامی انما قد تعرف بلا دلیل خاص کان تضمن ترک واجب وسنۃ لیس کما ینبغی ولا

ف۱ مسئلہ: وضو میں کلی یا ناک میں پانی ڈالنے کا ترک مکروہ ہے اور اسکی عادت ڈالے تو گنہگار ہوگا۔ مسئلہ وہ لوگ خوب یاد رکھیں کہ جو ایسی نہیں کرتے کہ حلق تک ہر چیز کو دھوئیں اور وہ کہ پانی جیسے ناک کی جڑ تک نہ پہنچے وہ کہ سونگھ کر اوپر نہیں چڑھاتے یہ سب لوگ گنہگار ہیں اور غسل میں ایسا ہو تو سرے سے غسل ہوگا نہ نماز۔

ف۲ سنت ہدی ہی سنت مؤکدہ کا نام ہے اور سنت زائدہ سنت غیر مؤکدہ۔

ف۳ معروضۃ علی العلامۃ ش

بالخاص خصوص النص فی الجزئی المعین اذ لاحاجۃ الیہ قطعا لصحۃ الاحتجاج بالعمومات والقواعد الشرعیۃ الکلیۃ قطعا (۶) یہ نفیس ف۱ جلیل تفرقے مقتضائے تقسیم عقلی واقتضائے نفس لفظ کراہت قضیہ تفرقہ احکام ہیں نہ کہ نری اصطلاح اختیاری کہ جسکا جو چاہا نام رکھ لیا کما قالہ المحقق فی الحلیۃ ان ھذا امر یرجع الی الاصطلاح والتزامہ لیس بلازم اھ ونقل قبیلہ عن اللامشی فی حد المکروہ ھو ما یکون ترکہ اولی من فعلہ وتحصیلہ اھ ثم قال اعلم ان المکروہ تنزیھا مرجعہ الی ما ھو خلاف الاولی والظاہر انھما متساویان کما اشار الیہ اللامشی اھ وتبعہ فی رد المحتار (۷) ف۲ مشہور احکام خمسہ ہیں واجب مندوب مکروہ حرام مباح وبہ بدء فی مسلم الثبوت یہ مذہب شافعیہ سے الیق ہے کہ اونکے یہاں واجب فرض میں فرق نہیں والیہ اشار تبعا للتحریر فی التحریر بقولہ بعدہ والحنفیۃ لاحظوا حال الدال الخ اور بعض نے برعایت مذہب حنفی فرض وواجب اور حرام ومکروہ تحریمی کو تقسیم میں جدا جدا اخذ کرکے سات قرار دیے وبہ ثنی فی المسلم بعض نے فرض واجب سنت نفل حرام مکروہ مباح یوں سات گنے وعلیہ مشی فی التنقیح وتبعہ المولی خسرو فی مرقاۃ الوصول والعلامۃ الشمس محمد بن حمزۃ الفناری فی فصول البدائع بعض نے سنت میں سنت ہدی وسنت زائدہ اور مکروہ میں تحریمی وتنزیہی قسمین کرکے نو شمار کیے کما نص علیہ الفناری فی اٰخر کلامہ ویشیر الیہ کلام التوضیح اقول ف۳ تقسیم اول میں کمال اجمال اور مذہب شافعی سے الیق ہونے کے علاوہ صحت مقابلہ اسپر مبنی کہ ہر مندوب کا ترک مکروہ ہو وقد علمت انہ خلاف التحقیق نیز سنت و مندوب میں فرق نہ کرنا مذہب حنفی وشافعی کسی کے مطابق نہیں۔ یہی دونوں ف۴ کی تقسیم دوم میں بھی ہیں سوم وچہارم میں عدم مقابلہ بدیہی کہ سوم ف۵ میں جانب فعل چار چیزیں ہیں اور جانب ترک دو۔ چہارم میں جانب فعل پانچ ہیں اور جانب ترک تین۔ پھر جانب ترک ف۶ بسط اقسام کرکے تصحیح مقابلہ کیجیے تو اوسی مقابلہ نفل وکراہت سے چارہ نہیں مگر بتوفیق اللہ تعالٰی تحقیق فقیر سب خللوں سے پاک ہے اوس نے ظاہر کیا کہ بلکہ احکام گیارہ ہیں پانچ جانب فعل میں متنازلا فرض۱ واجب۲ سنت۳ مؤکدہ غیر۴ مؤکدہ مستحب۵ اور پانچ جانب ترک میں متصاعدا خلاف۱ اولٰی مکروہ۲ تنزیہی اساءت۳ مکروہ۴ تحریمی حرام۵ جنہیں میزان مقابلہ اپنے کمال اعتدال پر ہے کہ ہر ایک اپنے نظیر کا مقابل ہے اور سب کے بیچ میں گیارہواں مباح خالص۔ اس تقریر منیر کو حفظ کرلیجیے کہ ان سطور کے غیر میں نہ ملیگی اور ہزارہا مسائل میں کام دیگی اور صدہا عقدوں کو حل کریگی کلمات اس کے موافق مخالف سب طرح کے ملیں گے مگر بحمد اللہ تعالٰی حق اس سے متجاوز نہیں فقیر طمع رکھتا ہے کہ اگر حضور سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حضور یہ تقریر عرض کیجاتی ضرور ارشاد فرماتے کہ یہ عطر مذہب طراز مذہب ہے والحمد للہ رب العلمین اس تحقیق انیق کے بعد قول سوم ہرگز دوم کی طرف راجع ہوکر منتفی نہیں بلکہ وہی من حیث الروایۃ سب سے اقوی ہے کہ خاص نص ظاہر الروایۃ کا مقتضی ہے تنبیہ علامہ عمر نے جبکہ قول چہارم اختیار فرمایا امام اجل قاضی خان وغیرہ کا ترک اسراف کو سنت فرمانا بھی اسی طرف راجع کرنا چاہا کہ سنت سے مراد مؤکدہ ہے اور اوسکا ترک مکروہ تحریمی

ف۱: تطفل ۲۰۸ علی العلامۃ بحر العلوم
ف۲: احکام شرعیہ جن کا فعل یا ترک مطلوب ہے ... کی ترتیب
ف۳: تطفل ۲۰۹ علی المشہور
ف۴: تطفل ۲۱۰ آخر علیہ
ف۵: تطفل ۲۱۱ علی مسلم الثبوت
ف۶: تطفل ۲۱۲ علی التوضیح والمولی خسرو
ف۷: تطفل ۲۱۳ علی الشمس الفناری
ف۸: تطفل ۲۱۴ آخر علی ھؤلاء الثلثۃ

اقول اقوال بعض متاخرین مین اسکی تائیدون کا پتا چلیگا بحر الرائق آخر مکروہات الصلاۃ پھر رد المحتار مین ہے السنۃ اذا کانت مؤکدۃ قویۃ لایبعد ان یکون ترکہا مکروھا کراھۃ تحریم کترک الواجب ابو السعود علی مسکین پھر طحطاوی علی الدر المختار صدر مکروہات نماز مین ہے الفعل اذا کان واجبا اوما فی حکمہ من سنۃ الھدی ونحوھا فالترک یکرہ تحریما وان کانت سنۃ زائدۃ اوما فی حکمہا من الادب ونحوہ یکرہ تنزیہا ام اقول اولا تبعا القھستانی فانہ ذکرہ ثم لم ینقلہ عن احد بل زعم ان کلامھم یدل علیہ نما کان للسید الازھری ان یسوقہ مساق المنقول وثانیا لابد ان تری ماذا اراد بنحوھا فالحکم لایسلم لہ فی السنۃ المؤکدۃ مالم یتعود بالترک ففیم یثبت بعد ھا وھل تری قال بہ احد کشف بزدوی وتحقیق علی الحسامی بحث عزیمت رخصت مین اصول امام ابو الیسر صدر الاسلام بزدوی سے ہے حکم السنۃ ان یندب الی تحصیلہا ویلام علی ترکہا مع لحوق اثم یسیر درمختار صدر حظر مین ہے یاثم بترک الواجب ومثلہ السنۃ المؤکدۃ مگر صحیح وہی ہے جو ہم اوپر بیان کر آئے کہ سنت مؤکدہ کا ایک آدھ بار ترک گناہ نہین ہان برا ہے اور عادت کے بعد گناہ و ناروا ہے اقول وھذا ان شاء اللہ تعالٰی سر قول الامام الاجل فخر الاسلام ان تارک السنۃ المؤکدۃ یستوجب اساءۃ ای بنفس الترک وکراھۃ ای تحریمیۃ ای عند الاعتیاد اذ ھو المحل عند الاطلاق ولھذا قال الامام عبد العزیز فی شرحہ ان الاساءۃ دون الکراھۃ واکتفی فی السنۃ الزائدۃ بنفی الاساءۃ لان نفی الادنی یدل علی نفی الاعلی بالاولی وحیث ان الکراھۃ التنزیھیۃ ادنی من الاساءۃ فنفی الاعلی لایستلزم نفی الادنی ولذا ذکر توجہ اللائمۃ حکم ترک مطلق السنۃ ثم قسمھا قسمین وفرق بلزوم الاساءۃ وعدمہ فتحصل ان المؤکدۃ وغیرھا تشترکان فی توجہ الملام علی الترک وتفارقان فی ان ترک المؤکدۃ اساءۃ وبعد التعود کراھۃ تحریم ولیس فی ترک غیرھا الا کراھۃ التنزیہ ولعمری ان اشارات ھذا الامام الھمام ادق من ھذا حتی لقبوہ ابا العسر واخاہ الامام صدر الاسلام ابا الیسر جہان جہان کلمات علما مین اوس پر حکم اثم ہے اوس سے مراد بحال اعتیاد ہے تو اوسمین اور واجب مین فرق نہ رہے اقول والفرق بتشکیک الاثم کما لجأ الیہ فی البحر الایجدی لان التشکیک حاصل فی الواجبات انفسہا اور جب وسکا مطلق ترک گناہ نہین تو مکروہ تحریمی ہے عادت نہین ہو سکتا کہ ہر مکروہ تحریمی گناہ و معصیت صغیرہ ہے رد المحتار صدر واجبات صلاۃ مین ہے صرح العلامۃ ابن نجیم فی رسالتہ المؤلفۃ فی بیان المعاصی بان کل مکروہ تحریما من الصغائر منیہ مین ہے لا یترک رفع الیدین ولو اعتاد یاثم غنیہ مین ہے لانہ سنۃ مؤکدۃ اما لو ترکہ بعض الاحیان من غیر اعتیاد لایأثم وھذا مطرد فی جمیع السنن المؤکدۃ حلیہ مین کلام مذکور امام ابو الیسر کی طرف اشارہ کرکے فرمایا وھو حسن لکن بعد وجود الدلیل الدال علی لحوق الاثم لتارک السنۃ بمجرد الترک لھا ولیس ذلک بالسھل

بالواضح رد المحتار سنن صلاۃ میں نہر الفائق سے بحوالہ کشف کبیر کلام امام ابی الیسر نقل کرکے فرمایا فی شرح التحریر المراد الترک بلا عذر
علی سبیل الاصرار وفی شرح الکیدانیۃ عن الکشف قال محمد فی المصرین علی ترک السنۃ بالقتال وابو یوسف بالتادیب
اھ فیتعین حمل الترک علی الاصرار توفیقا بین کلامہم اوسی میں ہے کونہ سنۃ مؤکدۃ لایستلزم الاثم بترکہ مرۃ واحدۃ
بلا عذر فیتعین تقیید الترک بالاعتیاد اوسی کے سنن وضو میں دربارۂ نیت ہے یاثم بترکھا اثما یسیرا کما قدمنا عن
الکشف والمراد الترک بلا عذر علی سبیل الاصرار کما قدمنا عن شرح التحریر وذلک لانہا سنۃ مؤکدۃ کما حققہ فی
الفتح فتح القدیر میں ہے حکی فی الخلاصۃ خلافا فی ترکہ (ای ترک رفع الیدین عند التحریمۃ) قیل یأثم وقیل لا قال والمختار
ان اعتادہ اثم لا ان کان احیانا اھ ای وینبغی ان یحمل شقی ھذا القول محمل القولین فلا اختلاف ولا اثم لنفس الترک
بل لان اعتیادہ للاستخفاف والا فمشکل او یکون واجبا درمختار میں ہے الجماعۃ سنۃ مؤکدۃ للرجال وقیل واجبۃ و
علیہ العامۃ ثمرتہ تظہر فی الاثم بترکہا مرۃ اوسی کے سنن وضو میں ہے وتثلیث الغسل المستوعب ولا عبرۃ للغرفات ولو
اکتفی بمرۃ ان اعتادہ اثم والا لا خلاصہ میں ہے ان توضأ مرۃ مرۃ ان فعل لعزۃ الماء او لعذر البرد او لحاجۃ لایکرہ وکذا
ان فعلہ احیانا اما اذا اتخذ ذلک عادۃ یکرہ اھ اقول ای تحریما لانہ سنۃ مؤکدۃ وھی محمل الاطلاق والمنفیۃ
عن فعلہ احیانا من دون عذر اسکے نظائر کثیر وافر ہیں فلا نظر الی ما وقع فی البحر صدر سنن الصلاۃ وقد ردہ فی رد المحتار
ببعض ما ذکرنا ھنا وباللہ التوفیق خوب تر یہ ہے کہ جب ہمارے مشائخ عراق نے جماعت کو واجب اور مشائخ خراسان نے سنت مؤکدہ فرمایا
اور مفید میں یوں تطبیق دی کہ واجب ہے اور اوسکا ثبوت سنت سے خود علامہ عمر نے نہر میں اسے نقل کرکے فرمایا ھذا یقتضی الاتفاق
علی ان ترکہا مرۃ بلا عذر یوجب اثما مع انہ قول العراقیین والخراسانیون علی انہ یاثم اذا اعتاد الترک کما فی القنیۃ اھ فائدہ
اس مسئلہ پر باقی کلام اور سنت کی تعریف واقسام اور سنت غیر مؤکدہ کی تحقیق احکام اور اوسکا مستحب سے فرق اور مکروہ تحریمی تنزیہی
کی بحث جلیل اور یہ کہ مکروہ تنزیہی اصلاً گناہ نہیں اور یہ کہ تحریمی مطلقاً گناہ ہے اور یہ کہ وہ بے اصرار ہرگز کبیرہ نہیں اور ان مسائل میں
فاضل لکھنوی کی لغزشوں کا بیان یہ سب ہمارے رسالہ **بسط الیدین فی السنۃ والمستحب والمکروھین**
میں ہے وباللہ التوفیق **تنبیہ ۵** جبکہ علامہ عمر نے کراہت تحریم کا استظہار کیا علامہ شامی نے منحۃ الخالق میں تو اونکا کلام مقرر رکھا
مگر رد المحتار میں رائے جانب کراہت تنزیہ گئی لہذا دلائل تحریم کا جواب دینا چاہا علامہ عمر نے تین دلیلیں پیش فرمائی تھیں (۱) کلام امام
زیلعی میں کراہت کو مطلق رکھنا (۲) اسراف سے نہی کی حدیثوں کا مطلق یعنی بے قرینۂ صارفہ ہونا (۳) منتقے میں اوسے منہیات
سے گننا علامہ شامی نے **اول** کا یہ جواب دیا کہ مطلق کراہت ہمیشہ تحریم پر محمول نہیں کما ذکرنا انفا اھ واشار بہ الی ما قدمہ قبل ھذا
بصفحۃ عن البحر ان المکروہ نوعان احدھما ما کرہ تحریما وھو المحمل عند اطلاقھم الکراھۃ کما فی زکاۃ فتح القدیر ثانیہما المکروہ

تنزیہا وکثیرا ما یطلقونہ کما فی شرح المنیۃ **اقول** ف۱ اسمیں کلام نہیں کہ فقہا بارہا کراہت ف۲ مطلق بولتے اور اوس سے خاص مکروہ تنزیہی یا تنزیہی وتحریمی دونوں کو عام مراد لیتے ہیں مگر یہ وہاں ہے کہ ارادۂ کراہت تحریم سے کوئی صارف موجود ہو مثلا دلیل سے ثابت یا خارج سے معلوم ہو کہ جیسے یہاں مطلق مکروہ کہا مکروہ تحریمی نہیں یا جو افعال یہاں گنے اون میں مکروہ تنزیہی بھی ہیں عما لمفعولہ فی مکروہات الصلاۃ جب بے قیام دلیل ہمارے مذہب میں اصل وہی ارادۂ کراہت تحریم ہے کما مر عن نص المحقق علی الاطلاق وکتب المذہب طافحۃ بذلک تو کراہت تنزیہ کی طرف پھیرنا ہی محتاج دلیل ہے ورنہ استدلال نہ تام ہے اب یہ جواب دلیل دوم کے جواب سے محتاج تکمیل ہوا اور اوسکی تضعیف سے اسکی تضعیف بھی جلوہ نما دوم سے یہ جواب دیا کہ صارف موجود ہے مثلا جس نے آب نہر سے وضو میں اسراف کیا اگر اوسے سنت نہ جانا تو ایسا ہوا کہ نہر سے کوئی برتن بھر کر اوسی میں اولٹ دیا اسمیں کیا محذور ہے سوا اسکے کہ ایک عبث بات ہے **اقول** ف۳ اسکا مبنٰی اوسی خیال پر ہے کہ علامہ نے قول اول وچہارم کو ایک سمجھا ہے ورنہ قول چہارم میں لب نہر اسراف کی تحریم کہاں اور ماورا میں کہ پانی کی اضاعت ہے صارف کیا وقد قدمنا ما یکفی ویشفی ومنہ ف۴ تعلم ما فی تعبیرہ بالوضوء بماء النہر اما استنادہ الی ان حدیث فمن زاد علی ھذا او نقص فقد تعدی وظلم محمول علی الاعتقاد عندنا کما فی الہدایۃ وغیرہا وقال فی البدائع انہ الصحیح حتی لو زاد او نقص واعتقد ان الثلث سنۃ لا یلحقہ الوعید قال وقدمنا انہ صریح فی عدم کراہتہ ذلک یعنی کراہۃ تحریم اھ **فاقول** ف۵ لا یفید ما قصدہ من قصر الحکم علی کراہۃ التنزیہ مطلقا لما لم یعتقد خلاف السنۃ کیف ولو کان ترک الاسراف سنۃ مؤکدۃ کما یقولہ النہر کان تعودہ مکروہا تحریما ووقوعہ احیانا تنزیہا والحدیث حاکم علی من زاد مطلقا ای ولو مرۃ بانہ ظلم فلزم تاویلہ بما یجعل الزیادۃ ممنوعۃ مطلقا فحملوہ علی ذلک فمن زاد او نقص مرۃ ولم یعتقد لم یلحقہ الوعید الا تری انہم ہم الناصون بان من غسل الاعضاء مرۃ ان اعتاد اثم کما قدمنا عن الدر ومعناہ عن الخلاصۃ وقد صرح بہ فی الحلیۃ وغیرہا کتاب ثم العجب ف۶ انی رأیت العلامۃ نفسہ قد صرح بھذا فی سنن الوضوء فقال لا یخفی ان التثلیث حیث کان سنۃ مؤکدۃ واصر علی ترکہ یأثم وان کان یعتقدہ سنۃ واما حملہم الوعید فی الحدیث علی عدم رؤیۃ الثلث سنۃ کما یاتی فذلک فی الترک ولو مرۃ بدلیل ما قلنا قال عقبہ ان فہم ما فی البحر من ترجیح القول بعدم الاثم لو اقتصر علی مرۃ بانہ لو اثم بنفس الترک لما احتیج الی ھذا الحمل اھ واقرہ فی النہر وغیرہ وذلک لانہ مع عدم الاصرار یحتاج الیہ فتدبر اھ وقال بعیدہ صریح ما فی البدائع انہ لا کراہۃ فی الزیادۃ والنقصان مع اعتقاد سنیۃ الثلث وھو مخالف لما مر من انہ لو اکتفی بمرۃ واعتادہ اثم ولما سیاتی ان الاسراف مکروہ تحریما ولھذا فرع فی الفتح وغیرہ علی القول بحمل الوعید علی الاعتقاد بقولہ فلو زاد لقصد الوضوء علی الوضوء او لطمانینۃ القلب عند الشک او نقص لحاجۃ لا باس بہ فان مفاد ھذا التفریع انہ لو زاد او نقص لا لغرض

ف۱: معروضۃ ۲۱۹ علی العلامۃ ش
ف۲: اگرچہ فقہا اکثر مکروہ مطلق بولتے ہیں اور اس سے تنزیہی یا تنزیہی وتحریمی دونوں سے عام مراد لیتے ہیں مگر اصل یہی ہے کہ کراہت سے مطلق مراد کراہت تحریمی ہی ہے جب تک دلیل سے استحباب ثابت نہ ہو۔
ف۳: معروضۃ ۲۲۰ اخری علیہ
ف۴: معروضۃ ۲۲۱ ثالثۃ علیہ
ف۵: معروضۃ ۲۲۲ رابعۃ علیہ
ف۶: معروضۃ ۲۲۳ خامسۃ علیہ

صحیح یکرہ وان اعتقد سنیۃ الثلث وبہ صرح فی الحلیۃ فیحتاج الی التوفیق بین ما فی البدائع وغیرہ ویمکن بما قدمنا انہ اذا فعل ذلک مرۃ لایکرہ مالم یعتقدہ سنۃ وان اعتادہ یکرہ وان اعتقد الثلث الا اذا کان لغرض صحیح اھ ولکن سبحٰن من لاینسی **اقول** وانت تعلم ان الکراھیۃ المنفیۃ فیما اذا نقص مرۃ ھی التحریمیۃ کما قدمنا لان ترک السنۃ المؤکدۃ مرۃ واحدۃ ایضا مکروہ ولو لم یکن تحریما وعلی التعود یحمل التفریع المذکور فی الفتح والکافی والبحر وعامۃ الکتب فان نفی الباس یستعمل فی کراھۃ التنزیہ کما نصوا علیہ فاثباتہ المستفاد ھھنا بالمفھوم المخالف یفید کراھۃ التحریم ھذا تمام الکلام معہ رحمہ اللہ تعالٰی بما قررنفسہ وعند العبد الضعیف منشؤ اخر لحمل العلماء الحدیث علی الاعتقاد کما سیاتی ان شاء اللہ تعالٰی **سوم** سے یہ جواب کہ مکروہ تنزیہی بھی حقیقۃً اصطلاحًا منہی عنہ ہے اگرچہ لغۃً اُسے منہی عنہ کہنا مجاز ہے کما فی التحریر **اقول اوّلا** رحمہ اللہ العلامۃ یہاں تحریر میں اصطلاح سے امام محقق علی الاطلاق کی مراد اصطلاح نحویاں ہے نہ کہ اصطلاح شرع یا فقہ یعنی جبکہ مکروہ تنزیہی میں صیغہ نہی اور بعض مندوبات میں صیغہ امر ہوتا ہے اور نحوی صیغہ ہی کو دیکھتے ہیں اختلاف معانی سے انہیں بحث نہیں کہ یہاں فعل یا ترک کی طلب حتمی ہے یا غیر حتمی تو ان کی اصطلاح میں حقیقۃً مندوب مامور بہ ہوگا اور مکروہ تنزیہی منہی عنہ مگر لغۃً انکو مامور بہ ومنہی کہنا مجاز ہے کہ لغت میں مامور بہ واجب اور منہی عنہ ناجائز سے خاص ہے اور یہی عرف شرع واصطلاح فقہ ہے تو نحویوں کے طور پر لاتفعل کا صیغہ ہونے سے فقہاً کیونکر منہیات میں داخل ہونے لگا تحریر کی عبارت محل مذکور سابقًا سے ملخصًا یہ ہے مسئلۃ اختلف فی لفظ المامور بہ فی المندوب قیل عن المحققین حقیقۃ والحنفیۃ وجمع من الشافعیۃ مجاز ویجب کون مراد المثبت ان الصیغۃ فی الندب یطلق علیھا لفظ امر حقیقۃ بناء علی عرف النحاۃ فی ان الامر للصیغۃ المقابلۃ للماضی والخبر مستعمل فی الایجاب وغیرہ فللمندوب مامور بہ حقیقۃ والنافی علی ما ثبت ان الامر خاص فی الوجوب والاول (ای نفی الحقیقۃ) اوجہ لاتبنائہ علی الثابت لغۃ وابتناء الاول علی الاصطلاح (للنحویین) ومثل ھذہ المکروہ (تنزیھا) منھی (عنہ) اصطلاحا (نحویا) حقیقۃ مجاز لغۃ (لان النھی فی الاصطلاح یقال علی لاتفعل استعلاء سواء کان للمنع الحتم اولا اما فی اللغۃ فیمتنع ان یقال حقیقۃ نھی عن کذا الا اذا منع منہ) اھ مزیدا ما بین الاھلۃ من شرحہ التقریر والتحبیر لتلمیذہ المحقق ابن امیر الحاج رحمھما اللہ تعالٰی **ثانیا اقول** اگر مکروہ تنزیہی شرعًا حقیقۃً منہی عنہ ہوتا واجب الاحتراز ہوتا لقولہ تعالٰے وما نھٰکم عنہ فانتھوا تو مکروہ تنزیہی نہ رہتا بلکہ حرام یا تحریمی ہوتا اور ہم نے اپنے رسالہ جمل مجلیۃ ان المکروہ تنزیھا لیس بمعصیۃ ۱۳۰۴ھ میں دلائل قاہرہ قائم کیے ہیں کہ وہ ہرگز شرعًا منہی عنہ نہیں **ثالثًا** خود علامہ شامی کو جابجا اسکا اعتراف ہے کلام حلیہ الظاھر ان السنۃ فعل المغرب فورا وبعدہ مباح الی اشتباک النجوم نقل کرکے فرمایا الظاھر انہ اراد بالمباح مالا یمنع فلاینافی کراھۃ التنزیہ آخر کتاب الاشربہ میں سید علامہ ابو السعود سے نقل کیا المکروہ تنزیھا یجامع الاباحۃ اھ **رابعا وخامسا اقول** عجب تر یہ کہ

ف: معروضۃ سادسۃ علیہ

ف۲: مکروہ تنزیہی لغۃً وشرعًا منہی عنہ نہیں صرف نحویوں کی اصطلاح میں منہی ہے۔

ف: معروضۃ سابعۃ علیہ

ف۴: معروضۃ ثامنۃ علیہ

ف۵: معروضۃ تاسعۃ علیہ

صدر حظر میں ہمارے ائمہ ثلثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا اجماع بتایا کہ مکروہ تنزیہی ممنوع نہیں ثم ادعی تبعا الزلۃ وقعت فی التلویح واقمنا فی رسالتنا بسط الیدین الدلائل الساطعۃ علی بطلانہا ونقلنا مائۃ نص من ائمتنا وکتب مذہبنا متونا وشروحا وفتاوی منہا کتب نفس الشامی کرد المحتار ونسمات الاسحار علی خلافہا ان المکروہ تحریما ایضا غیر ممنوع عند الشیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما وسبحٰن اللہ ای عجب اعجب من ھذا انیکون المکروہ تنزیہا منہیا عنہ والمکروہ تحریما غیر ممنوع ساوسلے عجب تر یہ کہ جب شارح نے جواہر سے آب جاری میں اسراف جائز ہونا نقل فرمایا علامہ محشی نے قول کراہت کے خلاف دیکھ کر اوسکی یہ تاویل فرمائی کہ جائز سے مراد غیر ممنوع ہے ففی الحلیۃ عن اصول ابن الحاجب انہ قد یطلق ویراد بہ مالا یمتنع شرعا وھو یشمل المباح والمکروہ والمندوب والواجب یعنی اب کراہت کے خلاف نہ ہوگا کہ مکروہ تنزیہی بھی شرعاً ممنوع نہیں اقول یہ ایک تو اوس دعوے کا رد ہوگیا کہ مکروہ تنزیہی بھی حقیقۃً منہی عنہ ہے سابعاً اصل تحقیق علامہ محشی کے خلاف خود قول صاحب نہر کی تسلیم ہوگئی خود علامہ نے جابجا تصریح فرمائی کہ کتب میں مفہوم مخالف معتبر ہے جب عبارت جواہر کے معنے یہ ٹھہرے کہ جاری پانی میں ممنوع نہیں صرف مکروہ تنزیہی ہے تو صاف مستفاد ہوا کہ آب غیر جاری میں ممنوع ومکروہ تحریمی ہے اور یہی مدعائے صاحب نہر تھا بالجملہ نہر کی کسی دلیل کا جواب نہ ہوا۔ رہا یہ کہ پھر آخر حکم منقح کیا ہے اسکے لیے اولاً تحقیق معنی اسراف کی طرف عود کریں پھر تنقیح حکم وباللہ التوفیق تنبیہ اسراف بلاشبہہ ممنوع وناجائز ہے قال اللہ تعالٰی ولا تسرفوا انہ لایحب المسرفین ۝ بیہودہ صرف نہ کرو بیشک اللہ تعالٰی بیہودہ صرف کرنیوالوں کو دوست نہیں رکھتا قال اللہ تعالٰی ولا تبذر تبذیرا ۝ ان المبذرین کانوا اخوان الشیطین وکان الشیطن لربہ کفورا ۝ مال بیجا نہ اڑا بیشک بیجا اڑانیوالے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا اقول اسراف کی تفسیر میں کلمات متعدد وجہ پر آئے (۱) غیر حق میں صرف کرنا۔ یہ تفسیر سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمائی الفریابی وسعید بن منصور وابوبکر بن ابی شیبۃ والبخاری فی الادب المفرد وابناء جریر والمنذر وابی حاتم والطبرانی والحاکم وصححہ والبیہقی فی شعب الایمان واللفظ لابن جریر کلھم عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فی قولہ تعالٰی ولا تبذر تبذیرا قال التبذیر فی غیر الحق وھو الاسراف آور اسی کے قریب ہے وہ کہ تاج العروس میں بعض سے نقل کیا وضع الشیئ فی غیر موضعہ یعنی بیجا خرچ کرنا ابن ابی حاتم نے امام مجاہد تلمیذ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کی لو انفقت مثل ابی قبیس ذھبا فی طاعۃ اللہ لم یکن اسرافا ولو انفقت صاعا فی معصیۃ اللہ کان اسرافا اگر کوہ بو قبیس برابر سونا طاعت الٰہی میں خرچ کردے تو اسراف نہیں اور اگر ایک صاع جو گناہ میں خرچ کرے تو اسراف ہے۔ کسی نے حاتم کی کثرت داد ودہش پر کہا لاخیر فی سرف اسراف میں خیر نہیں۔ اوس نے جواب دیا لا سرف فی خیر خیر میں اسراف نہیں اقول حاتم کا مقصود تو خدا نہ تھا نام تھا کما نص علیہ فی الحدیث تو اوسکی ساری داد ودہش اسراف ہی تھی مگر سخائے خیر میں بھی

ف: معروضۃ علی العلامۃ ش

ف: المعروضۃ الحادیۃ عشرۃ علیہ

ف: المعروضۃ الثانیۃ عشرۃ علیہ

ف: اسراف کے معنی کی تحقیق

شرعِ مطہر اعتدال کا حکم فرماتی ہے قال اللہ تعالٰی ولا تجعل یدک مغلولۃ الی عنقک ولا تبسطھا کل البسط فتقعد ملوما محسورا ○ وقال تعالٰی والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذٰلک قواما ○ آیہ کریمہ واٰتوا حقہ یوم حصادہ ولا تسرفوا کی شان نزول میں ثابت بن قیس رضی اللہ تعالٰی عنہ کا قصہ معلوم ومعروف ہے رواھا ابن جریر وابن ابی حاتم عن ابن جریج اور صحاح کی حدیث جلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تصدق کا حکم فرمایا فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ خوش ہوئے کہ اگر میں کبھی ابوبکر صدیق پر سبقت لیجاؤنگا تو وہ یہی بار ہے کہ میرے پاس مال بسیار ہے اپنے جملہ اموال سے نصف حاضر خدمت اقدس لائے حضور نے فرمایا اہل وعیال کے لیے کیا رکھا عرض کی اتنا ہی۔ اتنے میں صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ حاضر ہوئے اور اپنا کُل مال حاضر لائے گھر میں کچھ نہ چھوڑا ارشاد ہوا اہل وعیال کے لیے کیا رکھا عرض کی اللہ اور اللہ کا رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ اس پر حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا تم دونوں میں وہی فرق ہے جو تمھارے ان جوابوں میں۔ اور تحقیق یہ ہے کہ عام کیلیے وہی حکم میانہ روی ہے اور صدقِ توکل وکمال تبتل والوں کی شان بڑی ہے (۲) حکم الٰہی کی حد سے بڑھنا۔ یہ تفسیر ایاس بن معویہ بن قرہ تابعی ابن تابعی ابن صحابی کی ہے ابن جریر وابو الشیخ عن سفیٰن بن حسین عن ابی بشر قال اطاف الناس بایاس بن معویۃ فقالوا ما السرف قال ما تجاوزت بہ امر اللہ فھو سرف اور اسی کی مثل اہل لغت سے ابن الاعرابی کی تفسیر ہے کما سیاتی من التفسیر الکبیر تعریفات السید میں ہے الاسراف تجاوز الحد فی النفقۃ **اقول** یہ تفسیر مجمل ہے حکم الٰہی وضو میں کہنیوں تک ہاتھ گٹّوں تک پاؤں دھونا ہے مگر اس سے تجاوز اسراف نہیں بلکہ نیم بازو ونیم ساق تک بڑھانا مستحب ہے جیسا کہ احادیث سے گزرا تو امر سے مراد تشریع لینی چاہیے یعنی حد اجازت سے تجاوز اور اب یہ تفسیر ایک تفسیر تبذیر کیطرف عود کریگی (۳) ایسی بات میں خرچ کرنا جو شرعِ مطہر یا مروت کے خلاف ہو اول حرام ہے اور ثانی مکروہ تنزیہی طریقہ محمدیہ میں ہے الاسراف والتبذیر ملکۃ بذل المال حیث یجب امساکہ بحکم الشرع او المروءۃ وھی رغبۃ صادقۃ للنفس فی الافادۃ بقدر ما یمکن وھما فی مخالفۃ الشرع حرامان وفی مخالفۃ المروءۃ مکروھان تنزیھا ام **اقول** وزاد ملکۃ لیجعلھما من منکرات القلب لانہ فی تعدیدھا ومثل الشارح العلامۃ سیدی عبد الغنی النابلسی قدس سرہ القدسی مخالفۃ للمروءۃ بدفعہ للاجانب والتصدق بہ علیھم وترک الاقارب والجیران المحاویج ام **اقول** اخرج الطبرانی بسند صحیح عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا امۃ محمد والذی بعثنی بالحق لا یقبل اللہ صدقۃ من رجل ولہ قرابۃ محتاجون الی صلتہ ویصرفھا الی غیرھم والذی نفسی بیدہ لا ینظر اللہ الیہ یوم القیٰمۃ ام فھو خلاف الشرع لا مجرد خلاف المروءۃ واللہ تعالٰی اعلم وانا **اقول** وباللہ التوفیق آدمی کے پاس جو مال زائد بچا اور اوس نے ایک فضول کام میں اوٹھا دیا جیسے بے مصلحت شرعی مکان کی زینت وآرائش میں مبالغہ اس سے اوسے تو کوئی نفع ہوا نہیں اور اپنے غریب مسلمان بھائیوں کو

دیتا تو اونکو کیسا نفع پہنچتا تو اس حرکت سے ظاہر ہوا کہ اس نے اپنی بیہودہ خواہش کو اونکی حاجت پر مقدم رکھا اور یہ خلاف مروت ہے

(۴) طاعت الٰہی کے غیر میں اوٹھانا قاموس میں ہے الاسراف التبذیر او ما انفق فی غیر طاعۃ اھ ردالمحتار میں اسکی نقل پر اقتصار فرمایا اقول[۱۹۴] ف ظاہر ہے کہ مباحات نہ طاعت ہیں نہ اونمیں خرچ اسراف مگر یہ کہ غیر طاعت سے خلاف طاعت مراد لیں تو شل تفسیر دوم ہوگی اور اب علامہ شامی کا یہ فرمانا کہ لایلزم من کونہ غیر طاعۃ ان یکون حراما نعم اذا اعتقد سنیتہ (ای سنیۃ الزیادۃ علی الثلث فی الوضوء) یکون منھیا عنہ ویکون ترکہ سنۃ مؤکدۃ صحیح نہ رہیگا (۵) حاجت شرعیہ سے زیادہ استعمال کرنا کما تقدم فی صدر البحث عن الحلیۃ والبحر وتبعھما العلامۃ الشامی اقول[۱۹۵] ف اولا مراتب خمسہ کہ ہم اوپر بیان کر آئے اونمیں حاجت کے بعد منفعت پھر زینت ہے اور شک نہیں کہ انمیں خرچ بھی اسراف نہیں جبتک حد اعتدال سے متجاوز نہ ہو قال اللہ تعالٰی قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبٰت من الرزق اے نبی تم فرمادو کہ اللہ کی وہ زینت جو اوس نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی اور پاکیزہ رزق کس نے حرام کیے ہیں۔ مگر یہ تاویل کریں کہ حاجت سے ہر بکارآمد بات مراد ہے ثانیا[۱۹۶] ف شرعیہ کی قید بھی مانع جامعیت ہے کہ حاجت دنیویہ میں بھی زیادہ اوڑانا اسراف ہے مگر یہ کہ شرعیہ سے مراد مشروعہ لیں یعنی جو حاجت خلاف شرع نہ ہو تو یہ اوس قول پر مبنی ہوجائیگا جسمیں اسراف وتبذیر میں حاجت جائزہ وناجائزہ سے فرق کیا ہے اگر کہیے ان علما کا یہ کلام دربارۂ وضو ہے اوسمیں تو جو زیادت ہوگی حاجت شرعیہ دینیہ ہی سے زائد ہوگی اقول[۱۹۷] اب مطلقا حکم ممانعت مسلم نہ ہوگا مثلا میل چھڑانے یا شدت گرما میں ٹھنڈک کی نیت سے زیادت کی تو اسراف نہیں کہہ سکتے کہ غرض صحیح جائز میں خرچ ہے۔ شاید اسی لیے علامہ طحطاوی نے لفظ شرعیہ کم فرماکر اتنا ہی کہا الاسراف ھو الزیادۃ علی قدر الحاجۃ اقول[۱۹۸] مگر یہ تعریف اگر مطلق اسراف کی ہو تو جامعیت میں ایک ورخلل ہوگا کہ قدر حاجت سے زیادت کے لیے وجود حاجت درکار اور جہاں حاجت ہی نہ ہو اسراف اور زائد ہے ہاں حلیہ اتباع کیطرح خاص اسراف فی الوضو کا بیان ہو تو یہ خلل نہ ہوگا (۶) غیر طاعت میں یا بلاحاجت خرچ کرنا۔ نہایہ ابن اثیر ومجمع بحار الانوار میں ہے الاسراف والتبذیر فی النفقۃ لغیر حاجۃ او فی غیر طاعۃ اللہ تعالٰی یہ تعریف گویا چہارم وپنجم کی جامع ہے اقول[۱۹۹] ف اولا طاعت میں وہی تاویل لازم جو چہارم میں گزری ثانیا ف حاجت میں وہی تاویل ضرور جو پنجم میں مذکور ہوئی (۷) دینے میں حق کی حد سے کمی یا بیشی۔ تفسیر ابن جریر میں ہے الاسراف فی کلام العرب الاخطاء باصابۃ الحق فی العطیۃ اما بتجاوز حدہ فی الزیادۃ واما بتقصیر عن حدہ الواجب اقول[۲۰۰] ف یہ عطا کے ساتھ خاص ہے اور اسراف کچھ لینے دینے ہی میں نہیں اپنے خرچ کرنے میں بھی ہے حدیثوں میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں فی الوضوء اسراف وفی کل شیئ اسراف وضو میں بھی اسراف ہوتا ہے اور ہر کام میں اسراف کو دخل ہے رواہ سعید بن منصور عن یحیی بن ابی عمرو السیبانی التقتصر سلا (۸) ذلیل غرض میں کثیر مال اوٹھا دینا۔ تعریفات السید میں ہے الاسراف انفاق المال الکثیر فی الغرض الخسیس اھ وقدمہ ھھنا واقتصر علیہ فی المسرف اقول[۲۰۱] ف یہ بھی جامع

ف۱: معروضۃ علی العلامۃ ش بل والقاموس ایضا
ف۲: تطفل علی الحلیۃ والبحر وش
ف۳: تطفل اخری علیھم
ف۴: تطفل ثالث علیھم
ف۵: تطفل علی ابن الاثیر والمجمع
ف۶: تطفل اخر علیھما
ف۷: تطفل علی ابن جریر
ف۸: تطفل علی العلامۃ السید الشریف

تنبیہ: سعید بن منصور نے سنن میں ... ازواج ... الطبرانی ... عن ابی امامۃ ...
ف۱: تطفل علی المولی ... ناسی
ف۳: مسئلہ: ... عزیز ... چھوڑکر غیروں کو ... صدقات دے حدیث میں فرمایا ایسے کا صدقہ قبول نہ ہوگا اور اللہ تعالٰی روز قیامت اوس کی طرف نظر نہ فرمائیگا

نہیں بے غرض محض تھوڑا مال ضائع کردینا بھی اسراف ہے (۹) حرام میں سے کچھ یا حلال کو اعتدال سے زیادہ دکھانا حکاہ السید قیلا اقول یہ کھانے سے خاص ہے (۱۰) لائق وپسندیدہ بات میں قدر لائق سے زیادہ اوٹھا دینا تعریفات علامہ شریف میں ہے الاسراف صرف الشیئ فیما ینبغی زائدا علی ماینبغی بخلاف التبذیر فانہ صرف الشیئ فیما لاینبغی اقول ینبغی کا اطلاق کم از کم مستحب پر آتا ہے اور اسراف مباح خالص میں اوس سے بھی زیادہ ہے مگر یہ کہ جو کچھ لاینبغی نہیں سب کو ینبغی مان لیں کہ مباح کاموں کو بھی شامل ہوجائے ولیس ببعید اور عبث محض اگرچہ بعض جگہ مباح بمعنی غیر ممنوع ہو مگر زیر لاینبغی داخل ہے تو اوس میں جو کچھ اوٹھیگا اس تفسیر پر داخل تبذیر ہوگا (۱۱) بیفائدہ خرچ کرنا قاموس میں ہے ذھب ماء الحوض سرفا فاض من نواحیہ تاج العروس میں ہے قال شمر سرف الماء ماذھب منہ فی غیر سقی ولانفع یقال اروت البئر النخیل وذھب بقیۃ الماء سرفا تفسیر کبیر وتفسیر نیشاپوری میں ہے اعلم ان لاھل اللغۃ فی تفسیر الاسراف قولین الاول قال ابن الاعرابی السرف تجاوز ماحد لک الثانی قال شمر سرف المال ماذھب منہ فی غیر منفعۃ اقول منفعت کے بعد بھی اگرچہ ایک تبہ زینت ہی ہے مگر ایک معنی پر زینت بھی بیفائدہ نہیں۔ ہمارے کلام کا ناظر خیال کرسکتا ہے کہ ان تمام تعریفات میں سب سے جامع ونافع وواضح تر تعریف اول ہے اور کیوں نہ ہو کہ یہ اوس عبداللہ کی تعریف ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علم کی گٹھری فرماتے اور جو خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے بعد تمام جہان سے علم میں زائد ہے اور جو ابو حنیفہ جیسے امام الائمہ کا مورث علم ہے رضی اللہ تعالٰی عنہ وعنہ وعنہم اجمعین تبذیر کے باب میں علماء کے دو قول ہیں (۱) وہ اور اسراف دونوں کے معنی ناحق صرف کرنا ہیں اقول یہی صحیح ہے کہ یہی قول حضرت عبداللہ بن مسعود وحضرت عبداللہ بن عباس وعامہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کا ہے قول اول کی حدیث میں اسکی تصریح گزری اور وہی حدیث بطریق آخر ابن جریر نے یوں روایت کی کنا اصحاب محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نتحدث ان التبذیر النفقۃ فی غیر حقہ سعید بن منصور سنن اور بخاری ادب مفرد اور ابن جریر وابن منذر تفاسیر اور بیہقی شعب الایمان میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی المبذر المنفق فی غیر حقہ ابن جریر کی ایک روایت اونسے یہ ہے المنفق فی الباطل فان المبذر ھو المسرف فی غیر حق وقال مجاھد لوانفق انسان مالہ کلہ فی الحق ماکان تبذیرا ولو انفق مدا فی الباطل کان تبذیرا نیز قتادہ سے راوی التبذیر النفقۃ فی معصیۃ اللہ تعالٰی وفی غیر الحق وفی الفساد نہایہ ومختصر امام سیوطی میں ہے المباذر والمبذر المسرف فی النفقۃ نیز مختصر میں ہے الاسراف التبذیر قاموس میں ہے بذرہ تبذیرا خربہ وفرقہ اسرافا تعریفات السید میں ہے التبذیر تفریق المال علی وجہ الاسراف اسیطرح مختار الصحاح میں اسراف کو تبذیر اور تبذیر کو اسراف سے تفسیر کیا (۲) اون میں فرق ہے تبذیر خاص معاصی میں مال برباد کرنیکا نام ہے ابن جریر عبدالرحمن بن زید بن اسلم مولائے امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی لاتبذر تبذیرا لاتعط فی المعاصی اقول اس تقدیر پر اسراف تبذیر سے

ف ۱: معروضۂ علی من نقل عنہم السید

۱ ووقع فی نسخۃ تفسیر النیسابوری المطبوعۃ بمصر العینیۃ ۱۲ منہ

۲ ھکذا ھو المال باللام فی کلا التفسیرین وقضیۃ التاج انہ للماء بالھمزۃ ۱۲ منہ

ف ۲: تبذیر و اسراف کے معانی میں فرق کی بحث

عام ہوگا کہ ناحق صرف کرنا عبث میں صرف کو بھی شامل اور عبث مطلقاً گناہ نہیں تو از انجا کہ اسراف ناجائز ہے یہ صرف معصیت ہوگا مگر جسمیں صرف کیا وہ خود معصیت نہ تھا اور عبارت لاتعط فی المعاصی کا ظاہر یہی ہے کہ وہ کام خود ہی معصیت ہو بالجملہ تبذیر کے مقصود وحکم دونوں معصیت ہیں اور اسراف کو صرف حکم میں معصیت لازم وھذا ھو المشتھر الیوم ووقع فی التاج عن شیخہ عز ائمۃ الاشتقاق ان التبذیر یفضل الاسراف فی عرف اللغۃ اھ وبہ صرح العلامۃ الشہاب فی عنایۃ القاضی ومفادہ ان التبذیر اعم ولہ لاسراف بعض نے یون فرق کیا کہ مقدار میں حد سے تجاوز اسراف ہے اور بےموقع بات میں صرف کرنا تبذیر دونوں بُرے ہیں اور تبذیر بدتر۔ قال الخفاجی وفرق بینھما علی ما نقل فی الکشف بان الاسراف تجاوز فی الکمیۃ وھو جھل بمقادیر الحقوق والتبذیر تجاوز فی موقع الحق وھو جھل بالکیفیۃ وبمواقعھا وکلاھما مذموم والثانی ادخل فی الذم اھ اس تقدیر پر دونوں متباین ہونگے **اقول**[۵۰] اگرچہ مقدار سے زیادہ صرف بھی بےموقع بات میں صرف ہے کہ وہ مصرف اس زیادت کا موقع ومحل نہ تھا ورنہ اسراف ہی نہ ہوتا مگر بےموقع سے مراد یہ ہے کہ سرے سے وہ محل اصلا مصرف نہ ہو **بالجملہ** اِحاطہ کلمات سے روشن ہوا کہ وہ قطب جن پر ممانعت کے افلاک دورہ کرتے ہیں دو ہیں ایک مقصد معصیت دوسرا بیکار اضاعت اور حکم دونوں کا منع وکراہت **اقول**[۵۱] معصیت تو خود معصیت ہی ہے ولہذا اوسمیں منع مال ضائع کرنے پر موقوف نہیں اور غیر معصیت میں جبکہ وہ فعل فی نفسہ گناہ نہیں لاجرم ممانعت میں اضاعت ملحوظ ولہذا عام تفسیرات میں لفظ انفاق ماخوذ کہ مفید خرچ واستہلاک ہے کہ اہم بالافادہ یہی ہے معاصی میں صرف معصیت ہونا تو بدیہی ہے زید نے سونے چاندی کے کڑے اپنے ہاتھوں میں ڈالے یہ اسراف ہوا کہ فعل خود گناہ ہے اگرچہ تھوڑی دیر پہننے سے کڑے خرچ نہ ہوجائینگے اور بلاوجہ محض اپنی جیب میں ڈالے پھرتا ہے تو اسراف نہیں کہ نہ فعل گناہ ہے نہ مال ضائع ہوا اور اگر دریا میں پھینک دیے تو اسراف ہوا کہ مال کی اضاعت ہوئی اور اضاعت کی ممانعت پر حدیث صحیح ناطق صحیح بخاری وصحیح مسلم میں مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں ان اللہ تعالی کرہ لکم قیل وقال وکثرۃ السؤال واضاعۃ المال بیشک اللہ تعالی تمہارے لیے مکروہ رکھتا ہے فضول بک بک[۱] اور سوال کی کثرت اور مال کی اضاعت یہ تحقیق معنی اسراف ہے جسے محفوظ وملحوظ رکھنا چاہیے کہ آئندہ انکشاف احکام اسی پر موقوف وباللہ التوفیق **فائدہ**[ف۲] یہاں سے ظاہر ہوا کہ وضو وغسل میں تین تین بار سے زیادہ پانی ڈالنا جبکہ کسی غرض صحیح سے ہو ہرگز اسراف نہیں کہ جائز غرض میں خرچ کرنا نہ خود معصیت ہے نہ بیکار اضاعت۔ اسکی بہت مثالیں اون پانیوں میں ملیں گی جنکو ہمنے آب مُعنو سے مستثنی بتایا نیز تبرید وتنظیف کی دو مثالیں ابھی گزریں اور انکے سوا علمائے کرام نے دو صورتیں اور ارشاد فرمائی ہیں جنمیں غرض صحیح ہونے کے سبب اسراف نہ ہوا (۱) ایک وضو علی الوضو کی نیت کرے کہ نور علی نور ہے (۲) اگر وضو کرتے میں کسی عضو کی تثلیث میں شک واقع ہو تو کم پر بنا کرکے تثلیث کامل کرلے مثلاً شک ہوا کہ مونھ یا ہاتھ یا پاؤں شاید دو ہی بار دھویا تو ایکبار اور دھولے اگرچہ واقع میں یہ چوتھی بار ہو اور ایکبار کا خیال ہوا

مسئلہ ۱: اسراف کہ ناجائز وگناہ ہے صرف دو صورتوں میں ہوتا ہے ایک یہ کہ کسی گناہ میں صرف واستعمال کریں دوسرے بیکار محض مال ضائع کریں

مسئلہ ۲: اون صحیح غرضوں کا بیان جنکے لیے وضو وغسل میں تین تین بار سے زیادہ اعضا کا دھونا داخل اسراف نہیں بلکہ جائز وبعض جگہ مستحب ہے

تو دوبارا اور یہ شک پڑا کہ دھویا ہی نہیں تو تین بار دھوئے اگرچہ واقع کے لحاظ سے چھ بار ہو جائے یہ اسراف نہیں کہ اطمینان قلب حاصل کرنا غرض صحیح ہے۔ ہم امر چہارم میں ارشاد اقدس حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بیان کر آئے کہ دع ما یریبك الی مالا یریبك شک کی بات چھوڑ کر وہ کر جسمیں شک نہ ہو کافی امام حافظ الدین نسفی میں ہے ھذا (ای وعید الحدیث من زاد علی ھذا او نقص فقد تعدی وظلم) اذا زاد معتقدا ان السنۃ ھذا فاما لو زاد لطمانینۃ القلب عند الشك او بنیۃ وضوء اخر فلا باس بہ لانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امر بترك ما یریبہ الی مالا یریبہ فتح القدیر میں قول ہدایہ الوعید لعدم رؤیتہ سنۃ کے تحت میں ہے فلو راٰہ وزاد لقصد الوضوء علی الوضوء او لطمانینۃ القلب عند الشك او نقص لحاجۃ لا باس بہ عنایہ میں ہے اذا زاد لطمانینۃ القلب عند الشك او بنیۃ وضوء اخر فلا باس بہ فان الوضوء علی الوضوء نور علی نور وقد امر بترك ما یریبہ الی مالا یریبہ حلیہ میں ہے الوعید علی الاعتقاد المذکور دون نفس الفعل وعلی ھذا مشی فی الھدایۃ ومحیط رضی الدین والبدائع ونص فی البدائع انہ الصحیح لان من لم یر سنۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقد ابتدع فیلحقہ الوعید وان کانت الزیادۃ علی الثلاث لقصد الوضوء علی الوضوء او لطمانینۃ القلب عند الشك فلا یلحقہ الوعید وھو ظاھر وھل لو زاد علی الثلث من غیر قصد لشیئ مما ذکر یکرہ الظاھر نعم لانہ اسراف اسیطرح نہایہ و معراج الدرایہ و مبسوط و سراج وہاج و برجندی و در مختار و عالمگیری وغیرہا کتب کثیرہ میں ہے مگر بعض متاخرین شراح کو ان صورتوں میں کلام واقع ہوا صورت اولٰی میں تین وجہ سے **وجہ اول** ف۱ وضو عبادت مقصودہ نہیں بلکہ نماز وغیرہ کے لیے وسیلہ ہے ہمارے علما کا اسپر اتفاق ہے تو جبتک اوس سے کوئی فعل مقصود مثل نماز یا سجدۂ تلاوت یا مس مصحف واقع نہ ہو لے اوسکی تجدید مشروع نہ ہونی چاہیے کہ اسراف محض ہوگی یہ اعتراض محقق ابراہیم حلبی کا ہے خلاصہ میں اعضائے وضو چار بار دھونے کی کراہت میں دو قول نقل کرکے فرمایا تھا ھذا اذا لم یفرغ من الوضوء فان فرغ ثم استانف الوضوء لا یکرہ بالاتفاق بعینہ اسیطرح تاتارخانیہ میں امام ناطفی سے ہے کما فی ش اس سے ثابت کہ ایک وضو سے فارغ ہو کر معاً بہ نیت وضو علی الوضو دوسرا وضو شروع کر دینا ہمارے یہاں بالاتفاق جائز ہے اور کسی کے نزدیک مکروہ نہیں اسپر علامہ حلبی نے وہ اشکال قائم کیا اور علامہ علی قاری نے مرقاۃ باب سنن الوضو فصل ثانی میں زیر حدیث فمن زاد علی ھذا فقد اساء وتعدی اونکی تبعیت کی **اقول** ف۲ **اولاً** جب ائمہ ثقات نے ہمارے علما کا اتفاق نقل کیا اور دوسری جگہ سے خلاف ثابت نہیں تو بحث کی کیا گنجائش **ثانیاً** ف۳ عبادت غیر مقصودہ بالذات ہونے پر اتفاق سے یہ لازم نہیں کہ وہ وسیلہ ہی ہو کر جائز ہو بلکہ فی نفسہٖ بھی ایک نوع مقصودیت سے حظ رکھتا ہے ولہذا اجماع ہے کہ ہر وقت ف۴ باوضو رہنا ہر حدث کے بعد معاً وضو کرنا مستحب ہے فتاوٰے قاضی خان و خزانۃ المفتین و فتاوٰے ہندیہ وغیرہا میں وضوئے مستحب کے شمار میں ہے ومنھا المحافظۃ علی الوضوء وتفسیرہ ان یتوضأ کلما احدث لیکون علی الوضوء فی الاوقات کلھا بلکہ امام رکن الاسلام محمد بن ابی بکر نے

ف۱: مسئلہ بعض صورتیں جن میں اعضائے وضو تین بار سے زیادہ دھونا مستحب ہے اور وضو پر وضو کہ بعد وضو کوئی فعل ایسا نہ ہوا جس کے لیے وضو مقصود ہو جیسے نماز یا سجدۂ تلاوت یا مس مصحف اور تجدید وضو کی تحقیق کہ ہمارے ائمہ کا کلام اور نیز احادیث خیر الانام علیہ افضل الصلاۃ والسلام مطلقاً تجدید وضو کو مستحب فرماتی ہیں اور ان قیدوں کا کوئی ثبوت ظاہر نہیں

ف۲: تطفل ۳۷ علی الغنیۃ وعلی القاری

ف۳: تطفل ۳۸ اخر علیہما

ف۴: مسئلہ ہر وقت باوضو رہنا مستحب ہے اور اس میں فضائل

شرعة الاسلام میں ہے اسلام کی سنتوں سے بتایا فرماتے ہیں المحافظة علی الوضوء سنة الاسلام ۱ھ اوسی کی شرح مفاتیح الجنان ومصابیح الجنان میں بستان العارفین امام فقیہ ابو اللیث سے ہے بلغنا ان اللّٰہ تعالٰی قال لموسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام یا موسٰی اذا اصابتك مصیبۃ وانت علی غیر وضوء فلا تلومن الا نفسك یعنی ہمکو حدیث پہنچی کہ اللہ عزوجل نے موسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام سے فرمایا اے موسٰی اگر بے وضو ہونیکی حالت میں تجھے کوئی مصیبت پہنچے تو خود اپنے آپکو ملامت کرنا۔ اوسی میں کتاب خالصۃ الحقائق ابو القاسم محمود بن احمد فارابی سے ہے قال بعض اہل المعرفۃ من داوم علی الوضوء اکرمہ اللّٰہ تعالٰی بسبع خصال الخ یعنی بعض عارفین نے فرمایا جو ہمیشہ باوضو رہے اللہ تعالٰی اوسے سات فضیلتوں سے مشرف فرمائے ملئکہ اوسکی صحبت میں رغبت کریں قلم اوسکی نیکیاں لکھتا رہے اوسکے اعضا تسبیح کریں اوسے تکبیرۂ اولٰی فوت نہ ہو جب سوئے اللہ تعالٰی کچھ فرشتے بھیجے کہ جن وانس کے شر سے اوسکی حفاظت کریں سکرات موت اوسپر آسان ہو جبتک باوضو ہو امانِ الٰہی میں رہے اوسیمیں بحوالہ مقدمہ غزنویہ وخالصۃ الحقائق انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے من احدث ولم یتوضأ فقد جفانی جسے حدث ہو اور وضو نہ کرے اوس نے میرا کمال ادب جیسا چاہیے ملحوظ نہ رکھا اقول ظاہرًا یہ حدیث بے اصل ہے تشھد بہ قریحۃ من نظرہ فیہ بتمامہ وایضا لو صح لوجبت استدامۃ الوضوء ولا قائل بہ واللّٰہ تعالٰی اعلم ثالثًا وہ تنظیف ہے اور دین کی بنا نظافت پر ہے اور شک نہیں کہ تجدید موجب تنظیف مزید۔ ولہٰذا جمعہ وعیدین وعرفہ واحرام ووقوف عرفات ووقوف مزدلفہ وحاضری حرم وحاضری سرکار اعظم ودخول منٰی ورمی جمار ہرسہ روز وشب براءت وشب قدر وشب عرفہ وحاضری مجلس میلاد مبارک وغیرہا کے غسل مستحب ہوئے درمختار میں قول ماتن سن لصلٰوۃ جمعۃ وعید الخ کے بعد ہے وکذا للدخول المدینۃ ولحضور مجمع الناس الخ ان سب میں نماز کے لیے وسیلہ ہونا کہاں کہ جنابت نہیں رابعًا اگر صرف وسیلہ ہی ہوکر مشروع ہوتا تو ایکبار کوئی فعل مقصود کرلینے کے بعد بھی تجدید مکروہ ہی رہتی کہ پہلا وضو جبتک باقی ہے وسیلہ باقی ہے تو دوبارہ کرنا تحصیل حاصل وبیکار واسراف ہے خامسًا بلکہ چاہیے تھا کہ شرع مطہر وضو میں تثلیث ہی مسنون نہ فرماتی کہ وسیلہ تو ایکبار دھونے سے حاصل ہوگیا اب دوبارہ سہ بارہ کس لیے سادسًا رزین نے عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم توضأ مرتین مرتین وقال ھو نور علی نور یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے وضو میں اعضائے کریمہ دو دو بار دھوئے اور فرمایا یہ نور پر نور ہے ایک ہی بار کے دھونے میں نور حاصل تھا پھر دوبارہ اور سہ بارہ نور پر نور لینا فضول نہ ہوا تو اسپر اور زیادت کیوں فضول ہوگی حالانکہ انہیں رزین کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں الوضوء علی الوضوء نور علی نور وضو پر وضو نور پر نور ہے سابعًا ابوداود وترمذی وابن ماجہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من توضأ

علی طھر کتب لہ عشر حسنات جو باوضو وضو کرے اوسکے لیے دس نیکیاں لکھی جائیں مناوی نے تیسیر میں کہا ای عشر وضوءات یعنی دس بار وضو کرنے کا ثواب لکھا جائے ظاہر ہے کہ حدیثوں میں فصل نماز وغیرہ کی قید نہیں تو مشائخ کرام کا اتفاق اور حدیث کریم کا اطلاق دونوں متوافق ہیں اسی بنا پر سیدی عارف باللہ علامہ عبدالغنی نابلسی رحمہ اللہ تعالٰی نے یہاں محقق حلبی کا خلاف فرمایا ردالمحتار میں ہے لکن ذکر سیدی عبدالغنی النابلسی ان المفہوم من اطلاق الحدیث مشروعیتہ ولو بلافصل بصلٰوۃ او مجلس اٰخر ولا اسراف فیما ھو مشروع امالو کررہ ثالثا اور ابعا فیشترط لمشروعیتہ الفصل بما ذکر والاکان اسرافا محضا اھ فتامل اھ اقول لکن اطلاق الحدیثین یشمل الثالث والرابع ایضا وایضا اذالم یکن اسرافا فی الثانی لم یکن فی الثالث والرابع وکان المولی النابلسی قدس سرہ القدسی نظرالی لفظ الوضوء علی الوضوء فھما وضوءان فحسب وکذلک من توضأ علی طھر اقول وھنہ لایخفی فقولہ تعالٰی وھنا علی وھن لایدل ان ھناک وھنین فقط وکان الشامی الی ھذا اشار بقولہ تامل تامل وسیأتی ملخص کلام العارف مع الکلام علیہ قریبا ان شاء اللہ تعالٰی ثامنا اقول حل یہ ہے کہ جو وضو فرض ہے وہ وسیلہ ہے کہ شرط صحت یا جواز ہے اور شروط وسائل ہوتے ہیں مگر جو وضو مستحب ہے وہ صرف ترتب ثواب کے لیے مقرر فرمایا جاتا ہے تو قصد ذاتی سے خالی نہیں اگرچہ اوس سے عمل مستحب فیہ میں حسن بڑھے کہ مستحب کی یہی شان ہے کہ وہ اکمال سنن کے لیے ہوتا ہے اور سنن اکمال واجب اور واجب اکمال فرض اقول اور فرض اکمال ایمان کے لیے اس سے اونکا غیر مقصود ہونا لازم نہیں آتا خلاصہ و بزازیہ و خزانۃ المفتین میں ہے الواجبات اکمال الفرائض والسنن اکمال الواجبات والاداب اکمال السنن درمختار باب ادراک الفریضہ میں ہے یاتی بالسنۃ مطلقا ولو صلی منفردا علی الاصح لکونہا مکملات اوسکی بحث تراویح میں ہے ھی عشرون رکعۃ حکمتہ مساواۃ المکمل للمکمل و لہذا ہمارے ائمہ تصریح فرماتے ہیں کہ وضوئے بے نیت پر ثواب نہیں بحرالرائق میں ہے اعلم ان النیۃ لیست شرطا فی کون الوضوء مفتاحا للصلٰوۃ قیدنا بقولنا فی کونہ مفتاحا لانہا شرط فی کونہ سببا للثواب علی الاصح اور مستحب پر ثواب ہے تو وضوئے مستحب محتاج نیت ہوا اور وسائل محضہ محتاج نیت نہیں ہوتے فتح القدیر و بحرالرائق میں ہے اذالم ینوحتی لم یقع عبادۃ سببا للثواب فھل یقع الشرط المعتبر للصلٰوۃ حتی تصح بہ اولا قلنا نعم لان الشرط مقصود التحصیل لغیرہ لالذاتہ فکیف حصل حصل المقصود وصار کستر العورۃ و باقی شروط الصلٰوۃ لایفتقر اعتبارھا الی ان تنوی تو ثابت ہوا کہ وضوئے مستحب وسیلہ نہیں وھو المقصود والحمد للہ الودود تاسعا محقق حلبی کا یہ استناد کہ اکیلا سجدہ (یعنی سجدۂ تلاوت و سجدۂ شکر کے سوا محض سجدۂ بے سبب) جبکہ عبادت مقصودہ نہ تھا تو علماء نے اوس پر حکم کراہت یا تو وضوئے جدید کی کراہت بدرجہ اولٰی اقول خود محقق رحمہ اللہ نے آخر غنیہ میں

ف: تطفل ۳۴۸ علی المولی النابلسی

ف۲: تطفل ۳۴۸ سابع علی الغنیۃ و القاری

ف۳: مصنف کی تحقیق کہ جو وضو یا غسل مستحب ہو وہ وسیلہ محضہ نہیں بلکہ مقصود بھی ہے۔

ف۴: مستحب سنت کی تکمیل ہے سنت واجب کی واجب فرض کی فرض ایمان کی

ف۵: مسئلہ وضوئے مستحب بے نیت ادا نہ ہوگا

ف۶: مسئلہ سجدۂ بے سبب کا حکم

ف۷: تطفل ۳۴۹ ثامن علیہما

سجدہ نماز وسہو وتلاوت ونذر وشکر پانچ سجدے ذکر کرکے فرمایا اما بغیر سبب فلیس بقربۃ ولا مکروہ یعنی سجدۂ بے سبب میں نہ ثواب نہ کراہت نقلہ عن المجتبی مقرا علیہ ونقلہ عن الغنیۃ فی رد المحتار ایضا واقر ھذا ھنا واعتمد ذلک ثمہ الا ان یحمل ما ھنا علی کراھۃ التنزیہ وما ثم علی نفی المأثم ای کراھۃ التحریم فیتوافقان لکن یحتاج[۵۲۴] الحکم بکراھتہ ولو تنزیہا الی دلیل یفیدہ شرعا کما تقدم وھو لم یستند ھھنا الی نقل فاللہ تعالی اعلم عاشر اقول[۵۲۵] وباللہ التوفیق سجدہ سب سے زیادہ خاص حاضری دربار ملک الملوک عز جلالہ ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں اقرب ما یکون العبد من ربہ وھو ساجد فاکثروا الدعاء سب حالتوں سے زیادہ سجدہ میں بندہ اپنے رب سے قریب ہوتا ہے تو اوس میں دعا بکثرت کرو رواہ مسلم وابو داود والنسائی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ اور دربار شاہی میں بے اذن حاضری جرأت ہے اور سجدۂ بے سبب کے لیے اذن معلوم نہیں ولہذا شافعیہ کے نزدیک حرام ہے کما صرح بہ الامام الاردبیلی الشافعی فی الانوار اس بنا پر اگر سجدۂ بے سبب مکروہ ہو تو وضو کا اوس پر قیاس محض بلا جامع ہے ربا علامہ شامی کا اوسکی تائید میں فرمانا کہ ہدیۂ ابن عماد میں ہے قال فی شرح المصابیح انما یستحب الوضوء اذا صلی بالوضوء الاول صلاۃ کذا فی الشرعۃ والقنیۃ اھ وکذا ما قالہ المناوی فی شرح الجامع الصغیر حدیث من توضأ علی طھر ان المراد الوضوء الذی صلی بہ فرضا او نفلا کما بینہ فعل راوی الخبر ابن عمر رضی اللہ تعالی عنھما فمن لم یصل بہ شیئا لا یسن لہ تجدیدہ اھ ومقتضی ھذا کراھتہ وان تبدل المجلس ما لم یؤد بہ صلاۃ او نحوھا اھ اقول[۵۲۶] شرعۃ الاسلام میں اسکا پتا نہیں اوس میں صرف اسقدر ہے التطھر لکل صلاۃ سنۃ النبی علیہ الصلاۃ والسلام ہاں سید علی زادہ نے اوسکی شرح میں مضمون مذکور شرح مصابیح سے نقل کیا اور اوس سے پہلے صاف تعمیم کا حکم دیا حیث قال فالمؤمن ینبغی ان یجدد الوضوء فی کل وقت وان کان علی طھر قال صلی اللہ تعالی علیہ وسلم من توضأ علی طھر کتب لہ عشر حسنات وقال فی شرح المصابیح تجدید الوضوء فی کل وقت انما یستحب اذا صلی بالوضوء الاول صلاۃ والا فلا اھ قلت[۵۲۷] وبہ ظھر ان قولہ کذا فی الشرعۃ ای شرحھا اشارۃ الی قولہ قال فی شرح المصابیح لا داخل تحت قال بہرحال اولا[ف۲] قنیہ کا حال ضعف معلوم ہے اور شرح شرعہ بھی مبسوط ونہایہ وعنایہ ومعراج الدرایہ وکافی وفتح القدیر وحلیہ وسراج وخلاصہ وناطفی میں کسی کے معارض نہیں ہو سکتی نہ کہ اونکا اور اونکے ساتھ اور کتب کثیرہ سب کے مجموع کا معارضہ کرے پھر اعتبار منقول عنہ کا ہے اور شرح مصابیح[ف۳] شروح حدیث سے ہے معتمدات فقہ کا مقابلہ نہ کر سکے گی نہ کہ مسائل ائمہ اتفاق علامہ مصطفی رحمتی نے شرح مشارق ابن ملک کے نص صریح کو اسی بنا پر رد کیا اور اوسے اطلاقات کتب مذہب کے مقابل معارضہ کے قابل نہ مانا اور خود علامہ شامی نے اوسے نقل کرکے مقرر رکھا حیث قال علی قولہ لکن فی شرح المشارق لابن ملک لو وطئھا وھی نائمۃ لا یحلھا للاول لعدم ذوق العسیلۃ فیہ ان ھذا الکتاب لیس موضوعا لنقل

ف۱: تطفل ۲۰۹ تاسع علیہم
ف۲: معروضۃ ۲۱۰ علی العلامۃ ش
ف۳: [illegible]

المذهب والطلاق المتون والشروح يرده وذوق العسيلة للنائمة موجوه حكما الا يرى ان النائم اذا وجد البلل
يجب عليه الغسل وكذا المغمى عليه الخ ثانیاً علامہ مناوی شافعی ہین فقہ مین اونکا کلام نصوص فقہ حنفی کے خلاف کیا
قابل ذکر ثالثاً وہی مناوی اسی جامع صغیر کی شرح تیسیر مین کہ شرح کبیر کی تلخیص ہے اسی حدیث کے نیچے فرماتے ہین فتجدید الوضوء
سنۃ موکدۃ اذا صلے بالاول صلاۃ ما معلوم ہوا کہ لا یسن سے اونکی مراد نفی سنت موکدہ ہے وصاحب الدرادری
اور اوسکی نفی مقتضی کراہت نہین کما لا یخفی وجہ دوم ایک جلسہ مین وضو کی تکرار مکروہ ہے سراج وہاج مین اسے اسراف کہا تو
قبل تبدل مجلس وضو علی الوضو کی نیت کیونکر کرسکتا ہے۔ یہ شبہہ بحر الرائق کا ہے کہ اوسی عبارت خلاصہ پر وارد فرمایا اقول جنس مسئلہ کی
عبارت سراج سے اعتراض فرمایا وہ خود سراج کا بھی مسئلہ ہے ہندیہ مین ہے ولو زاد علی الثلث لطمانینۃ القلب عند الشك
او بنیۃ وضوء اٰخر فلا باس بہ ھکذا فی النھایۃ والسراج الوھاج کیا کلام سراج خود اپنے مناقض ہے اور اگر ہے تو اونکا وہ کلام
احق بالقبول ہوگا جو عامۂ اکابر فحول کے موافق ہے یا وہ کہ اون سب کے اور خود اپنے بھی مخالف ہے لاجرم صاحب بحر کے برادر و تلمیذ نے
نہر الفائق مین ظاہر کردیا کہ سراج نے ایک مجلس مین چند بار وضو کو مکروہ کہا ہے دو بار مین حرج نہین تو اعتراض نہ رہا سراج وہاج
کی عبارت یہ ہے لو تکرر الوضوء فی مجلس واحد مرارا لم یستحب بل یکرہ لما فیہ من الاسراف اھ وھذا ھو ملخذ ما قدمنا
عن المولی النابلسی رحمہ اللہ تعالی اقول وباللہ التوفیق وضوئے جدید مین کوئی غرض صحیح مقبول شرع ہے یا نہین اگر نہین تو
واجب کہ مطلقاً تجدید مکروہ وممنوع ہو اگرچہ ایک ہی بار اگرچہ مجلس بدلکر اگرچہ ایک نماز پڑھکر کہ بیکار بہانا ہی اسراف ہے اور اسراف ناجائز
اور اگر غرض صحیح ہے مثلاً زیادت نظافت تو وہ غرض زیادت قبول کرتی ہے یا نہین اگر نہین تو ایک ہی بار کی اجازت چاہیے اگرچہ مجلس
بدل جائے کہ تبدل مجلس نامتزاید کو متزاید نہ کردیگا وہ کونسی غرض شرعی ہے کہ ایک جگہ بیٹھے بیٹھے تو قابل زیادت نہین اور یہان سے
اوٹھکر ایک قدم ہٹکر بیٹھ جائے تو از سر نو زیادت پائے اور اگر ہان تو کیا وجہ ہے کہ مجلس مین دوبارہ تکرار کی اجازت نہ ہو بالجملہ جگہ بدلنے
کو اسباب مین کوئی دخل نظر نہین آتا تو قدم قدم ہٹکر سو بار تکرار کی اجازت اور بے ہٹے ایکبار سے زیادہ کی ممانعت کوئی وجہ نہین رکھتی
احادیث بیشک مطلق ہین اور ہمارے ائمہ کا متفق علیہ مسئلہ بھی یقیناً مطلق اور ایک و متعدد کا تفرقہ ناموجہ واللہ سبحنہ وتعالے اعلم
وآشار فی الدر الی الجواب بوجہ اٰخر فقال لعل کراھۃ تکرارہ فی مجلس تنزیھیۃ اھ ای فلا یخالف قولھم لو زاد بنیۃ وضوء
اٰخر فلا باس بہ لان الکلمۃ غالب استعمالھا فی کراھۃ التنزیہ اقول ویبتنی علی ما اختارہ ان الاسراف مکروہ
تحریما لان المستثنی اذا ثبتت فیہ کراھۃ التنزیہ فلو لم تکن فی المستثنی منہ الا ھی لم یصح الثنیا فان قلت معنا مسألۃ
الزیادۃ للطمانینۃ عند الشك وقد حکموا علیھما بحکم واحد وھو لا باس بہ وھذہ الزیادۃ مطلوبۃ قطعا لقولہ
صلی اللہ تعالی علیہ وسلم دع ما یریبك فکیف یحمل علی کراھۃ التنزیہ قلت المعنی لا یمنع شرعا فیشمل المکروہ تنزیھا

ف ۱ معروضۃ علیہ ۳۵۲
ف ۲ معروضۃ ثالثۃ علیہ ۳۵۳
ف ۳ مسئلہ بعض نے فرمایا ایک جلسہ مین دو بار وضو مکروہ ہے بعض نے فرمایا دو بار تک مستحب ہے زائد مکروہ ہے اور مصنف کی تحقیق کہ احادیث و کلمات ائمہ مطلق ہین اور ان تحدیدون کا ثبوت ظاہر نہین
ف ۴ تطفل ۳۵۴ علی البحر
ف ۵ تطفل ۳۵۵ علی السراج الوھاج والنھر والبحر

والمستحب فهذا ورده فی رد المحتار لخذا من ط بانہم طالبوا بانہ نور علی نور قال ونیہ اشارۃ الی انہ مندوب فکلمۃ لاباس وان کان الغالب استعمالها فیما ترکہ اولی لکنها قد تستعمل فی المندوب کما فی البحر من الجنائز والجہاد اھ اقول ٥٣٤ الندب لاینافی الکراھۃ فلا یبعد ان یکون مندوبا فی نفسہ لما فیہ من الفضیلۃ لکن ترکہ فی مجلس واحد اولی قال فی الحلیۃ النفل لاینافی عدم الاولویۃ اھ ذکرہ فی صفۃ الصلوۃ مسألۃ القراءۃ فی الاخریین وقال السید ط فی حواشی المراقی الکراھۃ لاتنافی الثواب افادہ العلامۃ نوح اھ قالہ فی فصل اللاحق بالامامۃ مسألۃ الاقتداء بالمخالف نعم یرد علیہ ما ذکرنا ان لا اثر للمجلس فیما ھنا واللہ تعالی اعلم وجہ سوم یہ سب کچھ سہی پھر تجدید وضو تو بعد تکمیل وضوئے اول ہے اثنائے وضو میں تجدید کیسی۔ یہ اعتراض علامہ علی قاری کا ہے کہ مرقاۃ موضع مذکور میں اصل مسئلہ دائرہ یعنی بہ نیت وضو علی الوضو تین بار سے زیادہ اعضاء دھونے پر ایراد کیا والی ھذا اشار ط اذ قال علی قول الدر لقصد الوضوء علی الوضوء ظاھرہ ان نیۃ وضوء اخر متحققۃ فی الغرفۃ الرابعۃ او الخامسۃ والکراھۃ والحدیث یدل علی غیر ھذا اھ قلت ٥٣٥ وکانہ الی ھذا نظر العلامۃ البحر فزاد علی خلاف سائر المعتمدات قید الفراغ من الاول وعزاہ لاکثر شروح الھدایۃ مع عدمہ فیما اطلعنا رحمہ اللہ تعالی انہ ھو المحمل المتعین لکلامھم فقال وعلی الاقوال کلھا لو زاد لطمانینۃ القلب عند الشک او بنیۃ وضوء اخر بعد الفراغ من الاول فلا باس بہ لانہ نور علی نور وکذا ان نقص لحاجۃ لا باس بہ کذا فی المبسوط واکثر شروح الھدایۃ اھ ثم بعد ھذا الحمل البعید من کلامھم کل البعد تکلم فیہ باتحاد المجلس کما تقدم قال الا ان یحمل علی ما اذا اختلف المجلس وھو بعید کما لایخفی اھ اقول ٥٣٦ رحمک اللہ ورحمنا بک اولیس ما حملتم علیہ لبعید افاین الزیادۃ علی الثلث فی الغسلات من التجدید بعد انھاء الوضوء الاول یہ اعتراض ضرور محتاج توجیہ ہے وانا اقول ٥٣٧ وباللہ استعین شیئ کے اسباب وشروط ہوں یا احکام وآثار اوس کا ذکر اگرچہ مطلق ہو اون سب کی طرف اشعار کرے سبب ومشروط کا وجود بے سبب وشرط نہ ہوگا ان عقلیا فعقلیا او شرعیا فشرعیا کالصلوۃ الظھر قبل الزوال او بدون نیۃ نہ شیئ اپنے احکام وآثار سے خالی ہوگی کہ یہ دونوں فریق دو طرف تقدم وتاخر ذاتی میں لوازم وجود شیئ ہیں والشیئ اذا ثبت ثبت بلوازمہ تبیین الحقائق مسئلہ ذکاۃ الجنین میں ہے ای اذا جرحہ وکلوہ وھذا مثل ما یروی انہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اذن فی اکل لحم الخیل ای اذا ذبح لان الشیئ اذا عرف شرطہ وذکر مطلقا ینصرف الیہا کقولہ تعالی اقم الصلوۃ ای بشروطہا اب وضو دو قسم ہے واجب ومندوب۔ واجب کا سبب معلوم ہے کہ اوس چیز کا ارادہ جو بغیر اسکے حلال نہ ہو جیسے نماز یا سجدہ یا مصحف کریم کو ہاتھ لگانا اور مندوب کے اسباب کثیر ہیں از انجملہ (١) قہقہہ سے ہنسنا (٢) غیبت کرنا (٣) چغلی کھانا (٤) کسی کو گالی دینا (٥) کوئی فحش لفظ زبان سے نکالنا (٦) جھوٹی بات صادر ہونا (٧) حمد ونعت ومنقبت ونصیحت کے علاوہ کوئی دنیوی شعر پڑھنا (٨) غصہ آنا

(۹) غیر عورت کے حُسن پر نظر (۱۰) کسی کافر سے بدن چھو جانا اگرچہ کلمہ پڑھتا اور اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہو جیسے قادیانی یا چکڑالوی یا نیچری یا آجکل کے تبرائی رافضی یا کذابی یا بہائی یا شیطانی یا خواتمی وہابی جنکے عقائد کفریہ کا بیان حسام الحرمین میں ہے یا اکثر غیر مقلد خواہ بظاہر مقلد وہابیہ کہ اون عقائد ارتداد پر مطلع ہو کر اونکو عالم دین وعمدہ مسلمین کہتے یا اللہ ورسول کے مقابل اللہ ورسول کو گالیان دینے والون کی حمایت کرتے ہین جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا جھوٹے متصوف کہ حلول واتحاد کے قائل یا شریعت مطہرہ کے صراحۃً منکر ومبطل ہین ان دسون طائفون اور انکے امثال سے مصافحہ کرنا تو خود ہی حرام قطعی وگناہ کبیرہ ہے اگر بلاقصد بھی انکے بدن سے

ف ۲ حکم شرعی بیان کرنے کو گالیان دینا کہتا اور بہت سخت بُرا مانتا ہے اور آز انجا کہ اون صریح ارتدادون کی حمایت سے قطعاً عاجز ہے باوصف ہزارون تقاضو کے اونکا نام زبان پر نہین لاتا اور براہ گریز خدا ورسول کی جناب مین اون صریح گالیون کو بالائے طاق رکھکر سہل اختلاف مسئلۂ عطائے بعض علوم غیبیہ کیطرف بحث کو پھیرنا چاہتا ہے پھر اسمین بھی افترا واختراع سے کام لیتا ہے اور اصل مقصود صرف اتنا کہ وہ قہر عظیم والی دشنامہائے خدا ورسول بھول مین پڑجائین اور بات این وآن کیطرف منتقل ہو اس چالاکی کا موجد امرتسر کے پرچہ اہلحدیث کا ایڈیٹر ہے دیکھو چابک لیث و ظفر الدین الطیب و رکین کش پنجہ پیچ وغیرہا یہ چالاک پرچہ ۲۹ جمادی الاولی ۱۳۳۰ھ حسام الحرمین کا ذکر مونہہ پر لایا مگر یون کہ براہ عیاری اوسکے تمام مقاصد سے دامن بچاکر دو بالائی باتون امکان کذب و علم غیب کو اوسکا مبنائے بحث ٹھہرایا پھر انہین بھی امکان کذب کو الگ چھوڑ کر صرف علم غیب مین اپنی بعض فاحشہ جہالتین دکھائین جنکا رد بارہا ہو چکا اسی پرچہ کے رد مین چابک لیث بر اہل حدیث دو مجلد مین ہے پھر ۱۳ جولائی و ۲۰ اگست ۱۹ء کے پرچون مین بھی انداز کہ اللہ ورسول کی جناب مین گالیان شیر مادر۔ قاہر مناظرون کے جواب سے گنگ و کر۔ اور اغوائے عوام کو مناظرہ کا نام زبان پر آسکے رد مین ظفر الدین الطیب چھاپ کر بھیجدیا او نتالیس ات بعد پرچہ ۲۹ رمضان مین اوسکے دیکھنے کا اقرار تو کیا مگر چال وہی کہ اوسکے تمام اعتراضات سے ایک کا بھی جواب نہ دیا اور ایک بالائی لطیفہ جو لفظ تردید کے متعلق لکھا تھا صرف اوسکے ذکر پر اکتفا کیا کہ میری اُردودانی پر بھی اعتراض ہے۔ ای سبحن اللہ اور وہ جو آپکے دعوے ایمان پر قاہر اعتراض ہین وہ کیا ہوئے وہ جو ثابت کیا تھا کہ تمنے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جیتا افترا اوٹھایا اور اوسپر تمھاری حدیث دانی سے بارہ سوال تھے وہ کدھر گئے۔ خیر اسکے جواب مین رسالہ کین کش پنجہ پیچ بر ایڈیٹر اے لیچ رجسٹری شدہ بھیجا آج پچپن دن ہوئے اوسکا بھی ذکر غائب۔ مگر بکمال حیا بعد کے بعض پرچون وہی ربٹ موجود خدا جانے ان صاحبون کے نزدیک مناظرہ کس شیٔ کا نام ہے۔ انکے سیکھنے کو بھی چال ایک گمنام صاحب چاندپوری دیوبندی در بھنگی چلے۔ دشنامی اکابر جنکے رد مین پینتیس سال سے بکثرت رسائل آستانۂ علیہ رضویہ سے شائع ہو رہے ہین اور انکو خود اقرار ہے کہ آجتک ایک پرچہ کا جواب نہ دے سکے بلکہ بڑے بڑون نے مناظرہ سے عجز کا صاف صاف اقرار کیا بلکہ لکھ دیا (دیکھو رسالہ دفع زیغ ورسالہ بطش غیب) اب ونکی حمایت مین بچے ہوئے مناظرے یون چھوڑ کر یہ در بھنگی صاحب سوال علی السوال لیکر چلے اور ایک بھیجنے رسالہ بنام اسکات المعتدی چھاپا اور بعنایت الٰہی خود بھی اس سلسلے مین صاف اقرار کر دیا کہ اونکے تمام اکابر آجتک لاجواب ہین۔ یہ رسالہ یہان ۹ شعبان کو پہنچا اور ۲۰ شعبان کو اوسکا رد ظفر الدین الطیب چھپا ہوا طیار تھا کہ اوسی دن جلسۂ رسالہ اہلسنت مین شائع کر دیا اور ۲۱ شعبان کو انکے سرآمد کے پاس رجسٹری شدہ اور اتباع کے یہان نام بنام بھیجدیا سناٹھ رات کے بعد در بھنگی صاحب بولے تو یہ بولے کہ رسالہ کسی کو بھیجا ہی نہین در ایک خط اوسی چالاکی پر مشتمل بھیجا کہ صرف دو مسئلہ امکان کذب و علم غیب مین اختلاف ہے وبس یعنی وہ شدید شدید گالیان کہ انکے اکابر نے اللہ ورسول کو لکھ لکھ کر چھاپین اصلاً کوئی قابل پرواہ بات نہین اس خط کے جواب مین معاً دو رسالے تصنیف ہو کر رجسٹری شدہ اونکے پاس روانہ ہوئے اول بارش سنگی دوسرا پیکان جانگداز بر جان مکذبان بے نیاز اس دوسرے مین گریز والے صاحبون کی وہ ہوس بھی پوری کر دی یعنی مسئلۂ امکان کذب و علم غیب ہی مین مناظرہ تازہ کر دیا۔ رجسٹری رسید طلب تھی ڈاک کی رسید تو آئی مگر آج پچاس دن ہوئے وہ بھی سو رہے حالانکہ اونکو صرف دس دن کی مہلت تھی مسلمانو للہ انصاف یہ ان مدعیان دین ودیانت کی حالت ہے مونہہ بھر بھر کر اللہ ورسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سخت سخت گالیان دین پھر جب مسلمان اوسپر مواخذہ کرین جواب نہ دین۔ سوالات جائین جواب غائب۔ رسائل جائین جواب غائب۔ رجسٹریان جائین جواب غائب۔ مناظرہ سے اپنا عجز صاف صاف لکھدین اپنے اکابر کا لاجواب ہونا قبول کرین چھاپ دین اور پھر عوام کے بہکانے کو مناظرہ مناظرہ کی پکار۔ اوس پکار پر جو گرفت ہو اوسکے جواب سے پھر فرار اور وہی پکار اس حیا کی کوئی حد ہے سچ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اذا لم تستحی فاصنع ما شئت جب تجھے حیا نہ ہو تو جو چاہے کر ع بیحیا باش وہرچہ خواہی کن ☆ ہان ہان ای اللہ ورسول کو گالیان دینے والو۔ مسلمان اللہ ورسول سے معاذ اللہ ایسے بے علاقہ ہو گئے کہ تم اوانہین گالیان لکھ لکھکر چھاپو اور وہ بے پرواہی کر کے ٹال دین۔ نہین نہین ضرور تمھین دو باتون سے ایک نہی ہوگی یا تو خدا توفیق دے اون گالیون سے صراحۃً توبہ کرو جس طرح اونکی اشاعت کی اوسی صاف صاف اپنی توبہ اور اپنے حکم دشنام کا اعتراف چھاپو یا اون تمام رسائل وکتب کا جواب دو جواب دو جواب دو۔ اسکے سوا تمھارے حیلے حوالے ٹالے بالے ہرگز نہ سنے جائینگے وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ○ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۱۲ عبدہ محمد ظفر الدین القادری غفرلہٗ ان تمام مرتد طوائف کا ردکافی وشافی کتاب مستطاب المعتمد المستند و کتاب جواب حسام الحرمین و کتاب کامل النصاب تمہید ایمان بآیات قرآن ظفر الدین الجید ظفر الدین الطیب وغیرہا مین ملاحظہ ہو سوا فرقہ چکڑالویہ کے کہ تالیف المعتمد المستند تک اسکا کوئی تذکرہ ان بلاد مین نہ آیا تھا یہ کتابین بریلی مطبع اہلسنت وجماعت کے پتہ سے مولوی حکیم حسنین رضا خانصاحب سلمہٗ سے مل سکتی ہین المعتمد المستند عربی زبان مین ۲۷۲ صفحہ مین ہے قیمت (عہ) تمہید ایمان بآیات قرآن مین صرف آیات قرآنیہ سے بتایا ہے کہ ایمان کے یہ معنی ہین اللہ ورسول جل وعلا کی تعظیم ومحبت ایسی ہو تو مسلمان ہے اللہ ورسول کو گالیان دینا کفر ہے۔ ایسون کے کفر مین جو خود یہ لوگ اور آجکل کے بعض آزاد خیال والے حیلے حوالے نکالتے ہین نہایت سلیس ومہذب بیان مین قرآن مجید سے اونکا جواب ہے۔ یہ وہ کتاب ہے جسکا دیکھنا ہر مسلمان کو نہایت ضروری ہے حسام الحرمین اکابر علمائے حرمین شریفین کی مُہری تصدیقات وفتوے ہین جنمین ان دشنام دہندون کا حکم شرعی ہے اور اوسکا مطالعہ پکا مسلمان بناتا ہے دونون کا مجموعہ ۱۵ جز ہدیہ ۸ر اور یکم محرم ۱۳۳۵ھ سے ۱۲ ربیع الاول تک تحفہ یہی آگئے ظفر الدین الجید و ظفر الدین الطیب۔ اون دشنامیون کے فرار وعیاریون کے اظہار مین۔ حجم سوا دو جز قیمت (۱ر) مسلمان اپنا دینی فائدہ حاصل کرین وباللہ التوفیق ۱۲ سید عبد الرحمن عفا عنہ

۲ محرم الحرام ۱۳۳۵ھ

بدن چھو جائے تو وضو کا اعادہ مستحب ہے (۱۱) ناخن سے گُنی تک اپنے ہاتھ کا کوئی حصہ اگرچہ کُھجانے میں اگرچہ بھولے سے بلاحائل اپنے ذکر کو لگ جانا (۱۲) ہتھیلی یا کسی اونگلی کا پیٹ اپنے یا پرائے ستر غلیظ یعنی ذکر یا فرج یا دُبر کو بے حائل چھو جانا اگرچہ وہ دوسرا آدمی کتنا ہی چھوٹا بچہ یا مردہ ہو (۱۳) نامحرم عورت کے کسی حصہ جلد سے اپنا کوئی حصہ جلد بے حائل چھو جانا اگرچہ اپنی زوجہ ہو اگرچہ عورت مردہ یا بڑھیا ہو اگرچہ نہ قصد ہو نہ شہوت جاہے نہ لذت پائے جبکہ وہ عورت بہت صغیرہ چار پانچ برس کی بچی ہو (۱۴) اگر اوس چھو جانے سے لذت آئی تو نامحرم کی بھی قید نہیں نہ جلد کی خصوصیت نہ بے حائل کی ضرورت مثلاً رقیق یا متوسط حائل کے اوپر سے اپنی بہن یا بیٹی کے بال سے مس ہو جانے پر اتفاقاً لذت کا آجانا جبکہ عورت قابل لذت ہو اور حائل بہت بھاری مثل رضائی وغیرہ کے نہ ہو (۱۵) نامحرم عورت قابل لذت کو بقصد شہوت چھونا اگرچہ حائل کتنا ہی بھاری ہو اگرچہ اپنی زوجہ ہو اگرچہ لذت نہ پائے مثلاً لحاف کے اوپر سے اوسکے بالوں پر ہاتھ رکھنا اور انکے سوا اور بہت صورتیں ہیں اور ایک اصل کلی یہ ہے کہ جس بات سے کسی اور امام مجتہد کے مذہب میں وضو جاتا رہتا ہو اوسکے وقوع سے ہمارے مذہب میں اعادہ وضو مستحب ہے درمختار میں ہے الوضوء مندوب فی نیف وثلثین موضعا ذکرتها فی الخزائن منها بعد کذب وغیبة و قهقهة وشعر واکل جزور وبعد کل خطیئة وللخروج من خلاف العلماء اھ اقول والحقت النمیمة لانها کالغیبة واشد ثم رأیتها فی میزان الامام الشعرانی وغیرہ والحقت الفحش لانه اخبث من الشعر وبما یدخل فی قوله کل خطیئة والشتم لانه اخبث واخنع ثم رأیت التصریح به فی انوار الشافعیة رد المحتار میں ہے منها الغضب ونظر لمحاسن امرأة وبعد کذب وغیبة لانهما من النجاسات المعنویة ولذا یخرج من الکاذب نتن یتباعد منه الملك الحافظ کما فی الحدیث وکذا اخبر صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم عن ریح منتنة بانها ریح الذین یغتابون الناس والمؤمنین والف ذلك منا وامتلاء انوفنا منها لا تظهر لنا کالساکن فی محلة الدباغین وقهقهة لانها لما کانت فی الصلٰوة جنایة تنقض الوضوء اوجبت نقصان الطهارة خارجها فکان الوضوء منها مستحبا کما ذکرہ سیدی عبد الغنی النابلسی فی نهایة المراد علی هدیة ابن العماد وشعر ای قبیح وللخروج من خلاف العلماء کمس ذکرہ وامرأۃ اھ ملتقطا میزان امام شعرانی قدس سرہ الربانی میں ہے سمعت سیدی علیا الخواص رحمه اللہ تعالٰی یقول وجه من نقض الطهارۃ بالقهقهة او نوم الممکن مقعدہ او مس الابط فیه صنان او مس ابرص او اجذم او کافر او صلیب او غیر ذلك مما وردت فیه الاخبار الاخذ بالاحتیاط قال وجمیع النواقض متولدة من الاکل ولیس لنا ناقض من غیر الاکل ابدا فلو لا الاکل والشرب ما اشتهینا المس للنساء ولا تکلمنا بالغیبة والنمیمة اھ بالالتقاط کتاب الانوار امام یوسف اردبیلی میں ہے لا ینتقض بالکذب والشتم والغیبة والنمیمة والغضب ویستحب فی الکل للخلاف فتح المعین بشرح قرۃ العین للعلامة زین الشافعی تلمیذ ابن حجر المکی میں ہے یندب الوضوء من لمس یهودی ونظر بشهوۃ ولو الی محرم وتلفظ بمعصیة وغضب رحمة الامة فی اختلاف الائمة میں ہے اتفقوا علی ان من مس فرجه بعضو غیر یدہ لا ینتقض وضوءہ واختلفوا فیمن مس ذکرہ بیدہ فقال ابو حنیفة لا ینتقض

والشافعی ینتقض بالمس بباطن کفه دون ظاهرہ من غیر حائل بشہوۃ او بغیرہ او المشہور عند احمد انه ینتقض بباطن کفه
و بظاہرہ میزان میں ہے وجه من نقض الطہارۃ بمس الذکر بظہر الکف او بالید الی المرفق ہو الاحتیاط لکون الید تطلق علی ذلک
کما فی حدیث اذا افضی احدکم بیدہ الی فرجه ولیس بینہما ستر ولا حجاب فلیتوضأ انوار ائمہ شافعیہ میں ہے اسباب الحدث اربعۃ
الرابع مس فرج ادمی بالراحۃ او بطن اصبع قبلا کان او دبرا ناسیا او عامدا من ذکر او انثی صغیر او کبیر حی او میت من نفسہ او غیرہ
ولو مس برؤس الاصابع او بما بینہا او بحرف الکفین او مس انثیہ او الیتیہ او عجانہ او عانتہ لم ینتقض
انوار میں ہے الثالث لمس بشرۃ المرأۃ الکبیرۃ الاجنبیۃ بلا حائل فان لمس شعرا او سنا او ظفرا او بالشعر او السن او الظفر او صغیرۃ
لا تشتہی او محرما بنسب او رضاع او مصاہرۃ او کبیرۃ اجنبیۃ مع حائل وان رق ولو بشہوۃ لم ینتقض ولو لمس امرأتہ او امتہ او
میتۃ او عجوزۃ فانیۃ او بلا شہوۃ او بلا قصد انتقض واذا کانت المرأۃ فوق سبع سنین فلا شک فی انتقاض الوضوء بلمسہا واما
اذا کانت دون ست سنین فاصحابنا خرجوا علی قولین المذہب انه لا ینتقض عشماویہ اور اسکی شرح جواہر زکیہ للعلامۃ احمد المالکی میں ہے
(و) ینتقض الوضوء (لمس) اجنبیۃ یلتذ بمثلہا عادۃ ولو ظفرہا او شعرہا او فوق حائل خفیف قلیل و الکثیف (وان لم یقصد اللذۃ
ولم یجدہا فلا وضوء علیہ) حاشیہ علامہ صفتی میں ہے قولہ لمس اجنبیۃ ہذا ضعیف والمعتمد ان وجود اللذۃ بالمحرم ناقض لا فرق
بین المحرم وغیرہا الا فی القصد وحدہ بدون وجدان ففی الاجنبیۃ ناقض وفی المحرم غیر ناقض قولہ عادۃ ای عادۃ الناس الملتذ
وحدہ فخرج بہ صغیرۃ لا تشتہی کبنت خمس وعجوز مسنۃ انقطع منہا ارب الرجال بالکلیۃ قولہ والکثیف قال الشیخ فی
حاشیۃ ابی الحسن المعتمد ان الاقسام ثلثۃ خفیف جدا وکثیف لا جدا کالعباء وجدا کالطراحۃ فالاول لا ن حکمہما النقض
علی الراجح والاخیر فالنقض فی القصد دون الوجدان مستحب وضو اور بھی ہیں مگر یہاں وہی اکثر ذکر کیے جنکا وضو میں وقوع عادۃً بعید نہ ہو
ولہذا کفار کی وہ قسمیں بیان کرنی ہوئیں جو بغلط مدعی اسلام ہیں کہ انمیں بہتیرے نماز پڑھتے وضو کرتے مسجدوں میں آتے ہیں تو وضو کرتے میں انسے بدن
چھوجانا بعید نہیں یونہیں کبھی وضو کرتے میں پانی کم ہوجاتا اور آدمی اپنی کنیز یا خادمہ یا زوجہ وغیرہا سے مانگتا اور لینے میں ہاتھ سے ہاتھ لگ جاتا وغیر ذلک کا مثل
احتیاط والے کو ان مسائل پر اطلاع نہایت مناسب ہے۔ آب نے فصل نماز وغیرہ عبادات مقصودہ یا بے تبدل مجلس اعادۂ وضو کی کراہت اگر ہوگی بھی تو
وہاں کہ اعادہ کے لیے کوئی سبب خاص نہ ہو ورنہ بعد وجود سبب وہ بے وجہ نہیں کہ اسراف ہو اور اگر مواضع ۱۴۱ھ خلاف میں نزاع عود بھی کرے کہ رعایت خلاف
وہیں مستحب ہے کہ اپنے مذہب کا مکروہ نہ لازم آئے کما فی رد المحتار وغیرہ تو پہلی نو دس صورتیں کہ گویا حدث معنوی و نجاست باطنی مانی گئیں اثنائے
وضو میں انکا وقوع کیا نادر ہے اور شک نہیں کہ دربارۂ نقض و نقض ضو بعض وضو کا حکم ایک ہی ہے جسطرح وضوئے کامل پر کوئی ناقض طاری ہونے
سے پورا وضو جاتا رہتا ہے اور خلال وضو میں اوسکے وقوع سے جتنا وضو ہوچکا ہے اوتنا ٹوٹ جاتا ہے یونہیں یہ اشیا جنسے طہارت ناقص بے نور ہوجاتی
ہے جب کامل وضو پر واقع ہوں تو پورے وضو کا اعادہ مستحب ہوگا اور اثنائے وضو میں ہوں تو جتنا کرچکا ہے اوسقدر کا۔ اور بہرحال یہ وضوئے آخر

یا وضو علی الوضو سے خارج نہ ہوگا کہ وضوئے اول منتقض نہ ہوا۔ اس تقریر پر نہ صرف یہی وجہ اخیر بلکہ تینوں وجہیں مندفع ہوگئیں والحمد ﷲ۔ **صورت ثانیہ** یعنی شک میں فقیر نے نہ دیکھا کہ کسی کو شک ہوا سوا ملا علی قاری کے کہ انہوں نے شک کو یکسر ساقط اللحاظ کیا اور اوسکے اعتبار کو وسوسہ کی طرف منجر مانا مرقاۃ میں فرمایا قلت اما قولہ (ای قول الامام النسفی فی الکافی) لطمانینۃ القلب عند الشك ففیہ ان الشك بعد التثلیث لا وجہ لہ وان وقع بعدہ فلا نہایۃ لہ وھو الوسوسۃ ولھذا اخذ ابن المبارك بظاھرہ فقال لا امن اذا زاد علی الثلث انہ یاثم وقال احمد واسحٰق لایزید علیہا الا مبتلی ای بالجنون لمظنۃ انہ بالزیادۃ یحتاط لدینہ قال ابن حجر ولقد شاھدنا من الموسوسین من یغسل یدہ فوق المئین وھو مع ذلك یعتقد ان حدثہ ھو الیقین قال واما قولہ (ای الامام النسفی) لانہ امر بترك مایریبہ الی مالا یریبہ ففیہ ان غسل المرۃ الاخری مما یریبہ فینبغی ترکہ الی مالا یریبہ وھو ما عینہ الشارع لیتخلص عن الریبۃ والوسوسۃ اھ **اقول اولًا** شک کے لیے منشا صحیح ہوتا ہے مثل سہو وغفلت بخلاف وسوسہ۔ اول بالشبہہ شرعًا معتبر اور فقہ میں صدہا مسائل اوسپر متفرع۔ اگر اوسے ساقط اللحاظ کریں تو شک کا باب ہی مرتفع ہوجائیگا اور ایک جم غفیر مسائل واحکام سے جنپر اطباق واتفاق ائمہ ہے انکار کرنا ہوگا **ثانیًا** حدیث دع مایریبك الی مالا یریبك کا صریح ارشاد طرح مشکوک واخذ متیقن ہے کہ مشکوک میں ریب ہے اور متیقن بلاریب یہ کہ شک کا کچھ لحاظ نہ کرو اور امر مشکوک ہی پر قانع رہو کہ یہ مالا یریبك نہ ہوا بلکہ یریبك **ثالثًا** صحیح مسلم شریف میں ابو سعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا شك احدکم فی صلاتہ فلم یدر کم صلی ثلثا او اربعا فلیطرح الشك ولیبن علی مااستیقن ثم یسجد سجدتین قبل ان یسلم فان کان صلی خمسا شفعن لہ صلاتہ وان کان صلی تماما لاربع کانتا ترغیما للشیطٰن جب تم میں کسی کو اپنی نماز میں شک پڑے یہ نہ جانے کہ تین رکعتیں پڑھیں یا چار تو جتنی بات مشکوک ہے اوسے چھوڑ دے اور جسقدر پر یقین ہے اوسپر بنائے کار رکھے (یعنی صورت مذکورہ میں تین ہی رکعتیں سمجھے کہ اسقدر پر یقین ہے اور چوتھی میں شک ہے تو چار نہ سمجھے لہذا ایک رکعت اور پڑھکر) سلام سے پہلے سجدہ سہو کرلے اب اگر واقع میں اوسکی پانچ رکعتیں ہوئیں تو یہ دونوں سجدے (گویا ایک رکعت کے قائم مقام ہوکر) اوسکی نماز کا دوگانہ پورا کردینگے (ایک رکعت اکیلی نہ رہیگی جو شرعًا باطل ہے بلکہ ان سجدوں سے ملکر گویا ایک نفل دوگانہ جدا کانہ ہوجائیگا) اور اگر واقع میں چار ہی ہوئیں تو یہ دونوں سجدے شیطان کی ذلت وخواری ہونگے (کہ اوس نے شک ڈالکر نماز باطل کرنی چاہی تھی اوسکی نہ چلی اور مصطفی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی رحمت سے نماز پوری کی پوری رہی) یہ اس مطلب کا خاص جزئیہ خود حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ارشاد اقدس سے ہے **رابعًا** مسند احمد میں سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من صلی صلاۃ یشك فی النقصان فلیصل حتی یشك فی الزیادۃ جسے نماز میں کامل وناقص کا شک ہو وہ اتنی پڑھے کہ کامل وزائد میں شک ہوجائے۔ مثلًا تین اور چار میں شبہہ تھا تو یہ تمامی ونقصان میں شک ہے اسے حکم ہے کہ ایک رکعت اور پڑھے اب چار اور پانچ میں شبہہ ہوجائیگا کہ تمامی وزیادت میں شک ہے۔ یہ حدیث سے تو اوس مطلب کی دوسری تصریح ہے ہی مگر دکھانا یہ ہے کہ اسکی شرح میں خود ملا علی

ف تطفل تاسع علی القاری

ف تطفل عاشر علیہ

ف التطفل الحادی عشر علیہ

ف التطفل الثانی عشر علیہ

فرماتے ہیں لیبن علی الاقل المتیقن فان زیادۃ الطاعۃ خیر من نقصانہا یعنی کم پر بنا رکھے جتنی یقیناً ادا کی ہیں کہ اگر واقع میں کامل ہو چکی تھیں اور ایک رکعت بڑھ گئی تو یہ اس سے بہتر ہے کہ ایک رکعت کم رہ جائے طاعت کی افزونی اوسکی کمی سے افضل ہے تو معلوم نہیں یہ حکم وضو میں کیونکر جاری فرمایا حالانکہ اوسکی بیشی نماز میں رکعت بڑھادینے کے برابر نہیں ہوسکتی خامساً[ف۱] وہ جو فرمایا تثلیث کے بعد شک کی کوئی وجہ نہیں اسکی مراد علم الٰہی میں تثلیث ہولینا ہے یا علم متوضی میں۔ بر تقدیر ثانی بیشک شک کی کوئی وجہ نہیں مگر وہ ہرگز مراد نہیں کہ کلام شک میں ہے نہ علم میں اور بر تقدیر اول علم الٰہی شک عبد کا کیا منافی۔ بندہ اوسپر مکلف ہے جو اوسکے علم میں ہے نہ اوسپر جو علم الٰہی میں ہے جسکے علم کی طرف اسے کوئی سبیل نہیں وسادساً[ف۲] معلوم ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم غسل میں سر انور پر تین بار پانی ڈالتے اور اسیکا حکم مردوں عورتوں سب کو فرمایا خاص عورتوں کے باب میں بھی یہی حکم بالتصریح ارشاد ہوا ہے صحیح مسلم وسنن اربعہ میں ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے میں نے عرض کی یارسول اللہ میں سر گندھواتی ہوں کیا نہاتے میں کھولدیا کروں فرمایا انما یکفیک ان تحثی علی راسک ثلث حثیات سر پر تین لپ پانی ڈال لیا کر یہی کافی ہے۔ آخر امر چہارم میں حدیث ابی داود ثوبان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے گزری کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اما المراۃ فلا علیہا ان لا تنقضہ لتغرف علی راسہا ثلث غرفات بکفیہا عورت کو کچھ ضرور نہیں کہ اپنا گندھا سر کھولے بس تین لپ پانی ڈال لے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے طریقہ غسل میں روایت فرماتی ہیں ثم یصب علی راسہ ثلث غرفات بیدیہ پھر سر مبارک پر تین لپ ڈالتے تھے رواہ الشیخان اور خود اپنا فرماتی ہیں لقد کنت اغتسل انا ورسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من اناء واحد وما ازید علی ان افرغ علی راسی ثلث افراغات میں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک برتن سے نہایا کرتے اور میں اپنے سر پر تین ہی بار پانی ڈالتی یعنی جعد مبارک کھولتی نہیں رواہ احمد ومسلم بالتیسیر[ف۳] یہی ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یتوضأ وضوءہ للصلٰوۃ ثم یفیض علی راسہ ثلث مرار ونحن نفیض علی رؤسنا خمسا من اجل الضفر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نماز کا سا وضو کرکے سر اقدس پر تین بار پانی بہاتے تھے اور ہم بیبیاں سر گندھے ہونے کی وجہ سے اپنے سروں پر پانچ بار پانی بہاتی ہیں رواہ ابو داود اب کون کہہ سکتا ہے کہ معاذ اللہ امہات المؤمنین کا یہ فعل وسوسہ تھا حاشا بلکہ وہی اطمینان قلب جسے علمائے کرام بیان فرمارہے ہیں سابعاً[ف۴] دھو لینا صور تین تین ہیں ایک یہ کہ متوضی جانتا ہے کہ میں نے تین بار دھولیا ہر بار بالاستیعاب پھر اوسکا دل مطمئن نہ ہوا اور چوتھی بار اور بہانا چاہے دوم یاد نہیں کہ تین بار پانی ڈالا یا دو بار سوم تثلیث تو معلوم ہے مگر ہر بار استیعاب میں شک ہے ظاہراً صورت اولے سمجھے ہیں جب تو فرماتے ہیں کہ تینوں پورے ہونے کے بعد شک کے کیا معنے۔ اپنا شک چھوڑے اور جو عدد شارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مقرر فرمایا اوسپر قانع رہے۔ اس صورت پر اونکا انکار بیشک صحیح ہے مگر یہ ہرگز مراد علما نہیں اونکا کلام صورت شک میں ہے اور یہ صور صورت علم ہے اور وسوسہ مردود و نامعتبر ہے۔ شک کی صورت دو صورت اخیر ہیں وہی مراد ائمہ ہیں اور انپر قاری کا کوئی اعتراض وارد نہیں انہیں اطمینان قلب ضرور مطلوب شرعی ہے جنہیں سے امہات المؤمنین کا پانچ بار پانی ڈالنا صورت اخیرہ ہے وباللہ التوفیق بالجملہ جس مسئلہ پر ہمارے علما کے کلمات

ف۱: التطفل الثالث عشر علیہ

ف۲: التطفل الرابع عشر علیہ

ف۳: مسئلہ: عورت کے بال گندھے ہوں اور تین بار سر پر پانی بہانے سے تثلیث میں شبہہ رہے تو پانچ بار بہا سکتی ہے۔

ف۴: التطفل الخامس عشر علیہ

منتظر ہوں اپنے فہم سے اوسپر اعتراض آسان نہیں معترضین ہی کی لغزش نظر ثابت ہوتی ہے اگرچہ غنیہ وبحر و قاری جیسے ہوں والحمد للہ رب العلمین

تنبیہ الحمد للہ کلام اپنے منتہی کو پہنچا اور اسراف کے معنے دستور بھی بروجہ کامل انکشاف پایا اب بتوفیق اللہ تعالی تحقیق حکم کیطرف باگ پھیریں **اقول** انصافًا چاروں قول میں کوئی ایسا نہیں جسے مطروح و ناقابل التفات سمجھے **قول سوم** کی عظمت تو محتاج بیان نہیں بدائع و فتح و خلاصہ کی قوت درکنار خود ظاہر الروایہ میں محرر المذہب کا نص ہے **قول دوم** کے ساتھ حلیہ و بحر کا ادعا کہنا ہے کہ الفاظ فتوی سے ہے اور امام ابو زکریا نووی کو استظہار پر نظر کیجیے تو گویا اوسی پر اجماع کا پتا چلتا ہے کہ اونہوں نے اسراف سے نہی پر اجماع علما نقل فرماکر نہی کو کراہت تنزیہ مراد ہونے کو اظہر بتایا **قول چہارم** جسے علامہ شامی نے خارج از مذہب گمان فرمایا تھا اوسکی تحقیق سن چکے اور یہ کہ یہی مختار در مختار و نہر الفائق ہے مفاد منتقی و جواہر الفتاوی و تبیین الحقائق ہے نیز زبدہ و مجتبی سے مستفاد کہ نہیں بھی کراہت مطلق ہے جامع الرموز میں ہے تکرہ الزیادۃ علی الثلث کما فی الزیلعی و طحطاوی علی المراقی میں ہے فی فتاوی الحجۃ یکرہ صب الماء فی الوضوء زیادۃ علی العدد المسنون والقدر المعهود لما ورد فی الخبر شرار امتی الذین یسرفون فی صب الماء بلکہ علامہ طحطاوی نے اوسپر اتفاق بتایا **قول** درّ لا اسراف فی الماء الجاری جائز لانہ غیر مضیع پر لکھتے ہیں اما اولا فلانہ یعود الیہ ثانیا فلو اخرجہ الماء خارجہ یکرہ اتفاقا اھ ومن الظاهر ان هذہ الکراهۃ مذکورۃ فی مقابلۃ الجائز فتکون تحریمیۃ اور ہماری تقریرات سابقہ سے اونکو دلائل کی قوت ظاہر ہے **قول اول** بعض شافعیہ سے منقول تھا مگر علامہ محقق ابراہیم حلبی کتب ہمارے سے غنیہ میں اوسپر جزم فرمایا کما سمعت پھر علامہ ابراہیم حلبی وعلامہ سید محمد مصری نے حواشی درر میں اوسی پر اعتماد کیا اور اوسکے خلاف کو ضعیف بتایا درمختار میں قول مذکور جواہر نقل فرمایا لا اسراف فی الماء الجاری جائز علامہ طحطاوی اوسپر فرماتے ہیں ضعیف بل هو مکروہ سواء کان فی وسط الماء او فی ضفتہ حیث کان لغیر حاجۃ حلبی نیز دونوں حاشیوں میں ہے من المعلوم ان الاسراف مکروہ تحریما انتہی بلکہ شرح شرعۃ الاسلام میں ہے هو حرام وان کان فی شط النہر اور اوسکے ساتھ نص حدیث ہے **حدیث اول** امام احمد و ابن ماجہ و ابو یعلی اور بیہقی شعب الایمان میں عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالی عنہما سے راوی ان رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم مر بسعد وهو یتوضأ فقال ما هذا السرف فقال افی الوضوء اسراف قال نعم وان کنت علی نهر جار رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سعد رضی اللہ تعالی عنہ پر گزرے وہ وضو کر رہے تھے ارشاد فرمایا یہ اسراف کیسا۔ عرض کی کیا وضو میں اسراف ہے فرمایا ہاں اگرچہ تم نہر رواں پر ہو **اقول** اتمام تقریب کہ حدیث نے نہر جاری میں بھی اسراف ثابت فرمایا اور اسراف شرع میں مذموم ہی ہوکر آیا ہے آیہ کریمہ لا تسرفوا انہ لا یحب المسرفین ○ مطلق ہے تو یہ اسراف بھی مذموم و ممنوع ہی ہوگا بلکہ خود اسراف فی الوضوء میں بھی صیغہ نہی وارد اور نہی حقیقۃً مفید تحریم **حدیث ۲** سنن ابن ماجہ میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے ہے رای رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم رجلا یتوضأ فقال لا تسرف لا تسرف رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ایک شخص کو وضو کرتے دیکھا فرمایا اسراف نہ کر اسراف نہ کر **حدیث ۳** سعید بن منصور سنن اور حاکم کُنٰی اور ابن عساکر تاریخ میں ابن شہاب زہری سے مرسلا راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ایک شخص کو وضو کرتے دیکھا فرمایا یا عبد اللہ لا تسرف اللہ کے بندے اسراف نہ کر اونھوں نے عرض کی یا نبی اللہ وفی الوضوء اسراف قال نعم (زاد الاخیران) وفی کل شیئ اسراف یارسول اللہ کیا وضو میں بھی اسراف ہے فرمایا ہاں اور ہر شے میں اسراف کو دخل ہے **حدیث ۴** مرسل یحیی بن

ابی عمرو کہ بیان معانی اسراف میں گزری فی الوضوء اسراف وفی کل شیئ اسراف وضو میں اسراف ہے اور ہر شے میں اسراف ہے۔ **حدیث ۵:** ترمذی وابن ماجہ وحاکم حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: ان للوضوء شیطانا یقال له الولھان فاتقوا وسواس الماء بیشک وضو کے لیے ایک شیطان ہے جس کا نام وَلہان ہے تو پانی کے وسواس سے بچو۔ **حدیث ۶:** مسند امام وسنن ابی داؤد وابن ماجہ وصحیح ابن حبان ومستدرک حاکم میں عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: انه سیکون فی ھذہ الامة قوم یعتدون فی الطھور والدعاء بیشک عنقریب اس اُمت میں وہ لوگ ہونگے کہ طہارت ودعا میں حد سے بڑھیں گے۔ اور اللہ عزوجل فرماتا ہے: ومن یتعد حدود اللہ فقد ظلم نفسه جو اللہ تعالٰی کی باندھی حدوں سے بڑھے بیشک اس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ **حدیث ۷:** ابونعیم حلیہ میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی لاخیر فی صب الماء الکثیر فی الوضوء وانه من الشیطان وضو میں بہت سا پانی بہانے میں کچھ خیر نہیں اور وہ شیطان کی طرف سے ہے۔ نفی خیر (ف۱) اپنے معنی لغوی پر اگرچہ مباح سے بھی ممکن کہ جب مباح میں برابر ہیں تو کسی میں نہ خیر نہ شر ولہٰذا علامہ عمر نے نہر الفائق میں مسئلہ (ف۲) کراہت کلام بعد طلوع فجر تا طلوع شمس و (ف۳) بعد نماز عشا میں فرمایا المراد ما لیس بخیر وانما یتحقق فی کلام ھو عبادۃ اذ المباح لاخیر فیه کما لا اثم فیه فیکرہ فی ھذہ الاوقات کلھا نقله السید ابو السعود فی فتح اللہ المعین۔ **اقول:** مگر نظر دقیق لیس بخیر اور لاخیر فیه میں فرق کرتی ہے مباح ضرور نہ خیر نہ شر مگر اس کے فعل پر مؤاخذہ نہیں اور مؤاخذہ نہ ہونا خود خیر کثیر ونفع عظیم ہے تو لاخیر فیه وہیں اطلاق ہوگا جہاں شر حاصل ہے تو (ف۴) اصاب رحمہ اللہ تعالٰی فی قوله المراد ما لیس بخیر وتسامح فی قوله لاخیر فیه لحوق العبادۃ المباح لیس بخیر کما انه لیس بشر ولہٰذا جبکہ ہدایہ میں فرمایا لاخیر فی السلم فی اللحم محقق علی الاطلاق نے فتح میں کہا (ف) ھذہ العبارۃ تاکید فی نفی الجواز۔ **اقول:** رب عزوجل فرماتا ہے لاخیر فی کثیر من نجوٰھم الا من امر بصدقة او معروف او اصلاح بین الناس ہر معروف کو استثنا فرمالیا اور ہر طاعت معروف ہے تو باقی نہ رہے مگر مباح یا معاصی تو اگر لاخیر فیه مباح کو بھی شامل ہوتا فی کثیر نہ فرماتے بلکہ فی شیئ من نجوٰھم لاجرم وہ معصیت کے ساتھ خاص ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ **حدیث ۸:** حدیث صحیح جس کی طرف بارہا اشارہ گزرا احمد وسعید بن منصور وابن ابی شیبہ وابوداؤد ونسائی وابن ماجہ وطحاوی عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی ایک اعرابی نے خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہو کر وضو کو پوچھا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انہیں وضو کرکے دکھایا جس میں ہر عضو تین تین بار دھویا پھر فرمایا ھکذا الوضوء فمن زاد علی ھذا او نقص فقد اساء وظلم او ظلم واساء ھذا لفظ د وقد ادرجه مطولا مع ذکر صفة الوضوء ومثله لفظ الامام الطحاوی ومقتصرا علی قوله وظلم من وزن شاء ولفظ س وق فمن زاد علی ھذا فقد اساء وتعدی وظلم ولفظ سعید وابی بکر فمن زاد او نقص فقد تعدی وظلم وضو اسی طرح ہے جس نے اس پر بڑھایا یا گھٹایا اس نے برا کیا اور حد سے بڑھا اور ظلم کیا۔ یہ تمام احادیث مطلق ہیں اور مذہب اول وچہارم کی مؤید بالجملہ نہیں کوئی مذہب مطرود ومطروح نہیں لہٰذا راہ یہ ہے کہ بتوفیق الٰہی جانب توفیق چلیے۔ **فاقول:** (ف۵) وباللہ التوفیق وبه الوصول الی ذری التحقیق تقدیر شرعی سے زیادہ پانی ڈالنا سہواً ہوگا یا بحال شک یا دیدہ ودانستہ۔ اول یہ کہ تین بار استیعاباً دھولیا تھا اور یاد رہا کہ دو ہی بار دھویا ہے اور دوم یہ کہ شک دلایا

میں ہی شبہہ ہوگیا، یہ دونوں صورتیں یقیناً ممانعت سے خارج ہیں لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رفع عن امتی الخطأ والنسیان وقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دع ما یریبک اور دیدہ و دانستہ کسی غرض صحیح وجائز کے لیے ہوگیا یا غرض فاسد وممنوع کے لیے یا محض بلاوجہ بر تقدیر اول کسی طرح اسراف نہیں ہوسکتا نہ اس سے منع کی کوئی وجہ ہے اگرچہ وہ غرض، غرض مطلوب شرعی ہو جیسے مونہہ سے ازالہ بدبو یا پان چھالیہ کے ریزوں کا اخراج یا حسب بیان [illegible] وضو علی الوضو کی نیت یا غرض صحیح جسمانی جیسے میل کا ازالہ یا شدت گرما میں تحصیل برودت وتراوت رہیں مگر دو صورتیں اور یہی ان اقوال اربعہ میں زیر بحث ہیں تحقیق معنی اسراف میں ہمارا بیان یاد کیجیے یہ وہی دو مطلب ہیں جن پر اوس کا فلک دورہ کرتا ہے اور یہ بھی اوسی تقریر پر نظر ڈالنے سے واضح ہوگا کہ ان صورتوں میں کی اول یعنی غرض فاسد و ناروا کے لیے تقدیر شرعی پر زیادت مطلقاً ممنوع وناجائز ہے اگرچہ پانی اصلاً ضائع نہ ہو **قول اول** کا یہی محمل ہے اور ضرور حق صریح بلکہ مجمع علیہ ہے اور اسی پر حمل کے لیے ہمارے علماء نے حدیث ہشتم کو صورت فساد اعتقاد پر محمول فرمایا یعنی جبکہ جانے کہ تقدیر شرعی سے زیادہ ہی میں سنت حاصل ہوگی۔ ظاہر ہے کہ اس نیت فاسدہ سے نہر نہیں سمندر میں ایک چلو بلکہ ایک بوند زیادہ ڈالنا اسراف وگناہ وناجائز ہوگا کہ اصل گناہ اوس نیت میں ہے گناہ کی نیت سے جو کچھ کریگا سب گناہ ہوگا۔ رہی صورت ثانیہ کہ محض بلاوجہ زیادت ہو اوپر واضح ہولیا کہ یہاں تحقق اسراف حصول ممانعت اضاعت پر موقوف ہے تو اس صورت میں دیکھنا ہوگا کہ پانی ضائع ہوا یا نہیں اگر ہوا مثلاً زمین پر بہ گیا اور کسی مصرف میں کام نہ آیا تو ضرور اسراف ناروا ہے اور یہی محمل **قول چہارم** ہے اور یقیناً صواب وصحیح بلکہ متفق علیہ ہے کون کہیگا کہ بیکار پانی ضائع کرنا جائز وروا ہے۔ باقی رہی ایک شکل کہ زیادت ہو تو بلاوجہ مگر پانی ضائع نہ ہو مثلاً بلاوجہ محض چوتھی بار پانی اس طرح ڈالے کہ نہر میں گرے یا کسی پیڑ کے تھالے میں جسے پانی کی حاجت ہے یا کسی برتن میں جس کا پانی اسپ گاؤ وغیرہ جانوروں کو پلایا جائیگا یا گارا بنانے کے لیے تغار میں پڑیگا یا زمین ہی پر گرا مگر موسم گرما ہے چھڑکاؤ کی حاجت ہے یا اوس سے ریتا اڑتا ہے اوسکے دبانے کی ضرورت ہے اور انہیں کے مثل اور اغراض صحیحہ جنکے سبب پانی ضائع نہ جائے۔ یہ غرضیں اگرچہ صحیح وروا ہیں جنکے سبب اضاعت نہ ہوگی مگر اعضا پر پانی مثلاً چوتھی بار ڈالنا محض بے وجہ ہی رہا کہ یہ غرضیں تو برتن میں ڈالنا یا زمین پر بہانا چاہتی ہیں عضو پر ڈالکر گرانے کو انہیں کیا دخل تھا لاجرم وہ عبث محض ہے مگر پانی ضائع نہ گیا تو اسراف کی کوئی صورت متحقق نہ ہوئی اور اسکے ممنوع وناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں یہی **قول دوم وسوم** کا محمل ہے اور قطعاً مقبول وبے خلل ہے بلکہ اتفاق وانطباق کا محل ہے۔ اب باقی رہی یہ کہ ان دونوں قولوں پر نظر وہ ایک مقدمہ کی تقدیم چاہتی ہے فاقول وباللہ التوفیق

فائدہ تحقیق معنی وحکم عبث میں تتبع کلمات علماء سے اوسکی تعریف جدا جدا یہ ملیگی (۱) جس فعل میں غرض غیر صحیح ہو وہ عبث ہے اور اصلاً غرض نہ ہو تو سفہ یہ تفسیر امام بدر الدین کردری کی ہے امام نسفی نے مستصفی پھر علامہ حلبی نے غنیہ میں اسی طرح ان سے نقل فرما کر اوس پر اعتماد کیا اور محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر اور علامہ طرابلسی نے برہان شرح مواہب الرحمن اور دیگر شراح نے شروح ہدایہ وغیرہا میں اسی کو اختیار فرمایا غنیہ وحلیہ میں ہے فی المستصفی قال الامام بدر الدین یعنی الکردری العبث الفعل الذی فیہ غرض غیر صحیح والسفہ ما لا غرض فیہ اصلا غنیہ وشرنبلالیہ میں ہے فی البرہان ھو فعل لغرض غیر صحیح فتح میں ہے العبث الفعل لغرض غیر صحیح (۲) جس میں

غرض غیر شرعی ہو اقول ۵۵۵ یہ اول سے اعم ہے کہ ہر غرض غیر صحیح غیر شرعی ہے اور ضرور نہیں کہ ہر غرض غیر شرعی غیر صحیح ہو جیسے ٹھنڈک کے لیے زیادہ پانی ڈالنا کہ غرض صحیح ہے مگر شرعی نہیں۔ علامہ اکمل اور ان کی تبعیت سے حلیہ و بحر نے امام حمید الدین سے اسی طرح نقل کیا عنایہ میں ہے قال بدر الدین الکردری العبث الفعل الذی فیہ غرض لکنہ لیس بشرعی والسفہ مالا غرض فیہ اصلا (۳) جس میں غرض صحیح نہ ہو اقول ۵۵۶ یہ اون دونوں سے اعم ہے کہ اصلا عدم غرض کو بھی شامل یہ تفسیر امام حمید الدین کی ہے عنایہ میں بعد عبارت مذکورہ ہے وقال حمید الدین العبث کل عمل لیس فیہ غرض صحیح مفردات راغب میں ہے یقال لما لیس لہ غرض صحیح عبث تفسیر غرائب الفرقان میں ہے ھو الفعل الذی لا غایۃ لہ صحیحۃ (۴) غرض شرعی نہ ہو اقول ۵۵۷ یہ اول ثانی ثالث سب سے اعم مطلقا ہے کہ انتفائے غرض صحیح انتفائے غرض شرعی کو مستلزم ہے اور عکس نہیں اور انتفائے غرض شرعی انتفائے مطلق غرض سے بھی حاصل امام نسفی اپنی وافی کی شرح کافی میں فرماتے ہیں العبث مالا غرض فیہ شرعا فانما کرہ لانہ غیر مفید (۵) جس میں فاعل کے لیے کوئی غرض صحیح نہ ہو اقول ۵۵۸ یہ ۳ سے اعم مطلقا ہے کہ ممکن کہ فعل غرض صحیح رکھتا ہو اور فاعل بے غرض یا غرض غیر صحیح کے لیے کرے اور ۲ و ۴ سے اعم من وجہ کہ غرض فاسد میں تینوں صادق اور غرض صحیح غیر شرعی مقصود فاعل ہو تو وہ ۵ صادق خامس منتفی اور غرض شرعی غیر مقصود فاعل ہے تو بالعکس۔ تعریفات السید میں ہے وقیل مالیس فیہ غرض صحیح لفاعلہ اقول ۵۵۹ ف اشار الی ضعفہ وسیاتیک ان شاء اللہ تعالی انہ الحق (۶) بیفائدہ کام بحر الرائق میں نہایہ امام سغناقی سے ہے مالیس بمفید فھو العبث امام سیوطی کی دُرِّ منثور میں ہے عبثا ای لا لمنفعۃ مراقی الفلاح میں ہے العبث عمل لا فائدۃ فیہ ولا حکمۃ تقتضیہ جلالین میں ہے عبثا لا لحکمۃ غنیہ میں ہے الفرقعۃ فعل لا فائدۃ فیہ فکان کالعبث اقول ۵۶۰ عبد الملک بن جریج تابعی نے کہ عبث کو باطل سے تفسیر کیا اسی معنے کی طرف مشیر ہے فان الشیئ اذا خلا عن الثمرۃ بطل تفسیر ابن جریر میں اون سے مروی عبثا قال باطلا (۷) جس میں فائدہ معتد بہا نہ ہو۔ تاج العروس میں ہے قیل العبث مالا فائدۃ فیہ یعتد بھا اقول ۵۶۱ اسی طرف کلام علامہ ابو السعود ناظر ہے کہ ارشاد العقل میں فرمایا عبثا بغیر حکمۃ بالغۃ اھ فافھم (۸) اوس کام کے قابل فائدہ نہ ہو یعنی اوس میں جتنی محنت ہو نفع اوس سے کم ہو اقول ۵۶۲ اسے ہفتم سے عموم و خصوص من وجہ ہے کہ اگر کام نہایت سہل ہو جس میں کوئی محنت معتد بہا نہیں تو فائدہ غیر معتد بہا اوس کے قابل ہوگا اس تقدیر پر ہفتم صادق ہوگا نہ ہشتم اور اگر فائدہ فی نفسہا معتد بہا ہو مگر اوس کام کے لائق نہیں تو ہشتم صادق ہوگا نہ ہفتم علامہ شہاب کی عنایۃ القاضی میں ہے العبث کاللعب ما خلا عن الفائدۃ مطلقا او عن الفائدۃ المعتد بھا او عما یقاوم الفعل کما ذکرہ الاصفہانی اقول ۵۶۳ مقابلہ مشعر مغایرت ہے یوں یہ قول اضعف الاقوال ہوگا کہ خاص مشقت طلب کاموں سے خاص رہیگا ہاں ۵۶۴ اگر معتد بہ سے معتد بہ بنظر فعل مراد لیں تو ہفتم و ہشتم ایک ہو جائینگے اور اعتراض نہ رہیگا اور کہہ ۵۶۵ سکتے ہیں کہ تغییر تعبیر مجوز مقابلہ ہے (۹) وہ کام جسکا فائدہ معلوم نہ ہو اقول ۵۶۶ اولا مراد عدم علم فاعل ہے تو حکیم کے دقیق کام جنکا فائدہ عام لوگوں کی فہم سے ورا ہو عبث نہیں ہو سکتے ثانیا حکمت و غایت میں فرق ہے احکام تعبدیہ غیر معقولۃ المعنی کی حکمت ہمیں معلوم نہیں فائدہ معلوم ہے کہ اسلام کے دن بندہ دین ثالثا ۵۶۷ عدم علم مستلزم عدم نہیں تو یہ تفسیر اون

ف اور ثانی سے عموم خصوص من وجہ کہ غرض صحیح غیر شرعی کو یہ شامل

تینوں سے اعم ہے۔ تعریفات سید میں ہے العبث ارتکاب امر غیر معلوم الفائدۃ **اقول** [ف۱] مگر علم بے قصد کیا مفید بلکہ اوسکی شناعت اور
مزید تو یہ جامع نہیں (۱۰) وہ کام جس سے فائدہ مقصود نہ ہو **اقول** یہ نہم سے بھی اعم کہ عدم علم عدم قصد کو مستلزم ولا عکس تاج العروس میں ہے
وقیل ما لا یقصد بہ فائدۃ ام **اقول** [ف۲] او ما کی تزییفہ وستسمع بعونہ تعالی انہ ھو الصحیح (۱۱) بے لذت کام عبث ہے
اور لذت ہو تو لعب۔ جوہری میں ہے العبث کل فعل لا لذۃ فیہ فاما الذی فیہ لذۃ فھو لعب [ف۳] **اقول** یہ اپنے اس رسال پر یہ بھی
البطلان ہے کہ بہت سے بے لذت کام عبث جیسے دوائے تلخ پینا نہ ہر لذت والا لعب جیسے درود شریف ونعت مقدس کا ورد تو بعض تعریفات مذکورہ
سے اوسے مقید کرنا لازم مثلاً یہ کہ جس فعل میں غرض صحیح نہ ہو (۱۲) عبث ولعب ایک شی ہیں۔ یہ تفسیر سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما
سے ہے اور کثیر طرح اقوال بھی اسی طرف ہیں ابن جریر وس جناب مشرف بہ تشریف اللھم علمہ الکتاب سے راوی تعبثون تلعبون بعینہ اسی طرح
اونکے تلمیذ ضحاک سے روایت کیا۔ نہایہ اثیریہ ومختار الصحاح میں ہے العبث اللعب اسی طرح سمین وجمل میں ہے وسیاتی مصباح المنیر و
قاموس میں ہے عبث کفرح لعب تاج العروس میں ہے عابث لاعب بما لا یعنیہ ولیس من بالہ صراح میں ہے عبث بازی کردن شرح عز
میں ہے عبثہ ای لعبہ مفردات راغب میں ہے العبث ان یخلط بعملہ لعبا الخ **اقول** وانما صار عبثا المخلط لا لذاتہ فالعبث
حقیقۃ ما خلط لا ما خلط بہ طحطاوی علی الدر میں ہے العبث اللعب وقیل ما لا لذۃ فیہ واللعب ما فیہ لذۃ تفسیر ابن جریر
میں ہے عبثا لعبا وباطلا یہ بارہ تعریفیں [ف۴] ہیں اور بعونہ تعالی بعد تنقیح سب کا مآل ایک اگرچہ ۹ والا کی عبارات میں تقصیر واقع ہوئی اسکی تحقیق چند
امور سے ظاہر **فاقول** وباللہ التوفیق **اول** العبث [ف۵] لہو وہزل ولغو وباطل وعبث سب کا محصل متقارب ہے کہ بے غرض نا مفید ہونے کی گرد دورہ
کرتا ہے نہایہ ابن اثیر میں ہے یقال لکل من عمل عملا لا یجدی علیہ نفعا انما انت لاعب علامہ خفاجی سے گزرا العبث کا للعب ما خلا
عن الفائدۃ تعریفات علامہ شریف میں ہے اللعب ھو فعل الصبیان یعقب التعب من غیر فائدۃ ام **اقول** وتعقیب
التعب خرج بنظر الی الغالب لیس شرطا لازما کما لا یخفی اصول امام فخر الاسلام بزدوی قدس سرہ میں ہے اما الھزل فتفسیرہ
اللعب وھو ان یراد بالشیئ ما لم یوضع لہ وضدہ الجد اوسکی شرح کشف الاسرار میں ہے لیس المراد من الوضع ھھنا وضع اللغۃ
لا غیر بل وضع العقل او الشرع فان الکلام موضوع عقلا لافادۃ معناہ حقیقۃ کان او مجازا والتصرف الشرعی موضوع
لافادۃ حکمہ فاذا ارید بالکلام غیر موضوعہ العقلی وھو عدم افادۃ معناہ اصلا وارید بالتصرف غیر موضوعہ الشرعی
وھو عدم افادۃ الحکم اصلا فھو الھزل ولھذا فسرہ الشیخ باللعب اذ اللعب ما لا یفید فائدۃ اصلا وھو معنی ما نقل عن الشیخ
ابی منصور رحمہ اللہ تعالی ان الھزل ما لا یراد بہ معنی تو تفسیر ۶ و ۱۲ کا حاصل ایک ہے ولہذا مصباح میں عبث من باب تعب لعب
وعمل ما لا فائدۃ فیہ اور منتخب میں عبث بفتحتین بازی وبیفائدہ بطور عطف تفسیری لکھا **ثانیا اقول** جسطرح عاقل سے کوئی فعل
اختیاری صادر نہ ہوگا جبتک تصور بوجہ ما وتصدیق بفائدۃ ما نہ ہولیں انسان کے ہوش وحواس جبتک حاضر ہیں بے کسی شغل کے نہیں رہتا

ف۱: تطفل (۲) آخر علیہ
ف۲: معروضۃ (۳) علی السید مرتضی
ف۳: تطفل (۴) علی الجوھری
ف۴: مصنف کی تحقیق کہ عبث کی جو تعریفیں ہیں ان سب کا حاصل ایک ہے اور ان کی تعریف جامع [illegible] استخراج
ف۵: عبث لہو ہزل لغو باطل سب کے معنی متقارب ہیں

خواہ عقلی ہو جیسے کسی قسم کا تصور یا عملی جیسے جوارح سے کوئی حرکت تو کسی قسم کا شغل ہو نفس کے لیے اوسمین اپنی عادت کا حصول اور اپنے مقتضے کا تیسر ہوا اور یہ خود اوسکے لیے ایک نوع نفع ہے اگرچہ دین ودنیا مین سوا ایک عادت جینے کی تحصیل کے اور کوئی ثمرہ ونفع اوسپر مترتب ہو یا یہ معنے کوئی فعل اختیاری فاعل کے لیے اصلاً فائدے سے عاری محض ہوگا ہان یہ ممکن کہ وہ فائدہ قضیۂ شرع بلکہ قضیۂ مرضیۂ عقل سلیم کے نزدیک بھی مثل لا فائدہ محض غیر معتد بہا ہو بلکہ ممکن کہ اوسکا مآل ضرر بحت ہو جیسے کفار کی عبادات شاقہ عاملۃ ناصبۃ ○ تصلی نارا حامیۃ ○ عمل کرین مشقت جھیلین اور نتیجہ یہ کہ بھڑکتی آگ مین غرق ہونگے تو یہ سے مقصود وہی ہے، ثالثًا یہ بھی ظاہر کہ کوہ کندن وکاہ برآوردن ہر عاقل کے نزدیک حرکت عبث ہے تو مقدار فائدہ وفعل مین اگرچہ تساوی درکار نہین تفاوت فاحش بھی نہ ہونا ضرور ہ سے یہی مراد اور معتد بہ بنظر فعل ہونے سے یہی مفہوم کا مفاد۔ فائدہ کا فی نفسہا کوئی امر عظیم مہتم بالشان ہونا ہرگز ضرور نہین بلکہ جیسا کام اوسی کے قابل فائدہ معتد بہا ہے وھذا ما کنا اشرنا الیہ رابعًا لذت لعب شرع کریم وعقل سلیم کے نزدیک فائدہ معتد بہا نہین مگر جبکہ لہو مباح ہو اور تعب کے بعد اوس سے ترویح قلب مقصود ہو تب وہ عبث رہیگا نہ حقیقۃً لعب اگرچہ صورت لعب ہو ولہذا احادیث مین ہے حضور سید اکرم رحمت عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہین الھوا والعبوا فانی اکرہ ان یری فی دینکم غلظۃ۔ رواہ البیہقی فی شعب الایمان عن المطلب بن عبد اللہ المخزومی رضی اللہ تعالی عنہ امام ابن حجر مکی کف الرعاع پھر سیدی عارف باللہ حدیقہ ندیہ مین فرماتے ہین اللھو المباح ماذون فیہ منہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم وانہ فی بعض الاحوال قد لا ینافی الکمال وقولہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم الھوا والعبوا دلیل لطلب ترویح النفوس اذا سئمت وتعبت جلاء اذا صدئت باللھو واللعب المباح تو ابھی ان تفاسیر سے جدا نہین کہ نہ لعب مین بوجہ لذت فائدہ معتد بہا ہوا نہ عبث کہ بسبب عدم لذت فائدہ نامتصور منتفی خامسًا بلاشبہہ فاعل سے دفع عبث کے لیے صرف فعل فی نفسہ مفید ہونا کافی نہین بلکہ ضرور ہے کہ یہ بھی اوس سے فائدہ معتد بہا بمعنی مذکور کا قصد کرے ورنہ اس نے اگر کسی قصد فضول وبیہودہ سے کیا تو اسپر الزام عبث ضرور لازم فانما الاعمال بالنیات وانما لکل امری ما نوی اور قصد کے لیے علم درکار کہ مجہول کا ارادہ نہین ہو سکتا زید سر راہ بیٹھا تھا ایک کھاتا پیتا ناشناسا گھوڑے پر سوار جا رہا تھا اس نے ہزار روپے اوٹھا کر اوسے دیدیے کہ نہ صدقہ نہ صلۂ رحم نہ محتاج کی اعانت نہ دوست کی امداد کوئی نیت صالحہ نہ تھی نہ ریا یا نام وغیرہ کسی مقصد بد کا محل تھا تو اوسے ضرور حرکت عبث کہین گے اگرچہ واقع مین وہ اسکا کوئی ذی رحم ہو جسے یہ نہ پہچانتا تھا مقاصد شرعیہ پر نظر کرنے سے یہ حکم خوب منجلی ہوتا ہے رب عزوجل فرماتا ہے وما اتیتم من ربا لیربوا فی اموال الناس فلا یربوا عند اللہ وما اتیتم من زکوۃ تریدون وجہ اللہ فاولئک ھم المضعفون ○ جو زیادہ تم دو کہ لوگون کے مال مین زیادت ہو وہ خدا کے نزدیک نہ بڑھیگی اور جو صدقہ دو خدا کی رضا چاہتے تو انھین لوگون کے دونے ہین عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما اس آیۂ کریمہ کی تفسیر مین فرماتے ہین الم تر الی الرجل یقول للرجل لامولنک فیعطیہ فھو لا یربو عند اللہ لانہ یعطیہ لغیر اللہ لیثری مالہ کیا تو نے نہ دیکھا کہ ایک شخص دوسرے سے کہتا ہے مین تجھے مالدار کردونگا پھر اوسے دیتا ہے تو یہ دینا خدا کے یہان نہ بڑھیگا کہ اوس نے غیر خدا کے لیے صرف اس نیت سے دیا کہ اسکا مال بڑھا دون۔ امام ابراہیم

نخعی فرماتے ہیں کان ھذا فی الجاھلیۃ یعطی احدھم ذاالقرابۃ المال یکثر بہ مالہ یہ زمانہ جاہلیت میں تھا اپنے عزیز کا مال بڑھانے کو اوسے مال دیا کرتے رواھا ابن جریر دیکھو فعل فی نفسہ ثمرۂ شرعیہ ہونے کا صالح فائدہ شرعیہ یعنی صلہ رحم ومواسات پر مشتمل تھا مگر جبکہ اس نے اوسکا قصد نہ کیا بے ثمر رہا تو حاصل یہ ٹھہرا کہ دفع عبث کو فائدۂ معتد بہا بنظر فعل معلومہ مقصودہ للفاعل درکار ہے تو ان تفاسیر کا وہی مآل ہوا ۹ و ۱۰ ایں ملحوظ تھا مفردات راغب میں ہے لعب فلان اذا کان فعلہ غیر قاصد بہ مقصدا صحیحا **سادسًا** غرض وہی فائدۂ مقصودہ ہے اور صحیح یہی کہ معتد بہا ہو تو ۳ و ۵ بھی اسی معنی کو ادا کر رہی ہیں اور غرض میں جبکہ قصد ملحوظ ہے تو تعریف سوم ودہم اوضح واخصر تعریفات میں اور یہیں سے واضح ہوا کہ قول سیمین وحبل العبث اللعب مالا فائدۃ فیہ وکل مالیس فیہ غرض صحیح میں سب عطف تفسیری ہیں **سابعًا** ہم بیان کر آئے کہ فعل اختیاری بے غرض محض صادر نہ ہوگا تو جب بے غرض صحیح ہے ضرور لغرض غیر صحیح ہے تو ۱ و ۲ کا مفاد واحد ہے اور اس تقدیر پر سفہ کا مصداق افعال جنون ہونگے **ثامنًا** شرعی سے اگر مقبول شرع مراد لیں تو وہی حاصل غرض صحیح ہے کہ ہر غرض صحیح کو اگرچہ مطلوب فی الشرع نہ ہو شرع قبول فرماتی ہے جبکہ اپنے اقوی سے معارض نہ ہو اور ہنگام معارضہ عدم قبول قبول فی نفسہ کا منافی نہیں جیسے حدیث آحاد وقیاس کہ بجائے خود حجت شرعیہ ہیں اور معارضہ کتاب کے وقت نامقبول امام نسفی کا عدم غرض شرعی سے تعریف فرما کر تعلیل کراہت میں لانہ غیر مفید فرمانا اسکی طرف مشعر ہوسکتا ہے اس تقدیر پر ۲ اول اور ہم سوم کی طرف عائد اور ظاہر ہوا کہ بارہ کی بارہ تعریفوں کا حاصل واحد **اقول** مگر غرض شرعی سے متبادر تر غرض مطلوب فی الشرع ہے اب یہ تخصیص بحسب مقام ہوگی کہ اونکا کلام عبث فی الصلاۃ میں ہے تو وہاں غرض مطلوب شرع ہی غرض صحیح ہے نہ غیر۔ آخر نہ دیکھا کہ مٹی سے بچانے کے لیے دامن اوٹھانا غرض صحیح ہے اور نماز میں مکروہ کہ غرض مطلوب شرعی نہیں اور پیشانی سے پسینہ پوچھنا با آنکہ غرض مطلوب فی الشرع نہیں نماز میں بلاکراہت روا جبکہ ایذا دے اور شغل خاطر کا باعث ہو کہ اب دسکا ازالہ غرض مطلوب شرع ہوگیا عنایہ ونہایہ وبحر وغیرہا میں ہے کل عمل یفید المصلی لاباس بہ لما روی انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عرق فی صلاتہ لیلۃ فسلت العرق عن جبینہ ای مسحہ لانہ کان یؤذیہ فکان مفیدا اوا ذا قام من سجودہ فی الصیف نفض ثوبہ یمنۃ ویسرۃ کیلا تبقی صورۃ حاشیہ سعدی آفندی میں ہے یعنی حکایۃ صورۃ الالیۃ ردالمحتار میں ہے فلیس نفضہ للتراب فلا یرد مافی البحر عن الحلیۃ انہ اذا کان یکرہ رفع الثوب کیلا یتترب لایکون نفضہ من التراب عملا مفیدا اھ ورأیتنی کتبت علیہ **اقول** الذی فی الحلیۃ ھکذا ثم فی الخلاصۃ والنہایۃ وحاصلہ ان کل عمل مفید المصلی فلا باس لفعلہ کسلت العرق عن جبینہ ونفض ثوبہ من التراب ومالیس بمفید یکرہ للمصلی الاشتغال بہ اھ واعترض علیہ بثلثۃ وجوہ فقال قلت لکن اذا کان یکرہ رفع الثوب کیلا یتترب کما تقدم وانہ قد وقع الخلاف فی انہ یکرہ مسح التراب عن جبھتہ فی الصلاۃ کما سنذکرہ وانہ قد وقع الندب الی تتریب الوجہ فی السجود فضلا عن الثوب فکون نفض الثوب من التراب عملا مفیدا اوانہ لاباس بہ مطلقا فیہ نظر ظاہر اھ وانت تعلم ان اعتراضہ

تحیات کے ختم سے پہلے مکروہ ہے اور اسکے بعد سلام سے پہلے حرج نہیں اور (دیکھو صفحہ ۲۰۳)

علی مانقل عن الخلاصۃ والنہایۃ صحیح الی الغایۃ للتصریح فیہ ان النفض من التراب **اقول** وانما قید بقولہ مطلقا لان الثوب ان کان مما یفسدہ التراب کان یکون من الحریر المخلوط للرجل او الخالص للمرأۃ وکان فی التراب نداوۃ فلولم ینفض بقی متلوثا ولوغسل فسد فحینئذ ینبغی ان لاینفی التوقی فان الضرورات تبیح المحظورات واللّٰہ تعالٰی اعلم ولکن الشان ان لیس لفظ التراب لا فی الخلاصۃ ولا فی النہایۃ فنص نسختی الخلاصۃ ولایعبث بشیئ من جسدہ وثیابہ والحاصل ان کل عمل ہو مفید لاباس بہ للمصلی وقد صح عن النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم انہ سلت العرق عن جبینہ وکان اذا قام من سجودہ نفض ثوبہ یمنۃ ویسرۃ وما لیس بمفید یکرہ کاللعب فی نحوہ اھ ونص النہایۃ علی ما نقل فی البحر مثل ما ثرتہ عن العنایۃ بمعناہ وقد صرح فیہ بالمراد اذ قال کیلا یبقی صورۃ ولا تجہ علیہ لشیئ من الایرادات بید ان الامام الحلبی ثقۃ حجۃ امین فی النقل فالظاہر انہ وقع ہکذا فی نسختیہ الخلاصۃ والنہایۃ ولکن العجب من البحر نقل عبارۃ النہایۃ مصرحۃ بالصواب ثم عقبہا بالاعتراضات الواردۃ علی لفظ من التراب داقرہا کانہ لیس عنہا جواب یہ نہایت کلام ہے تحقیق معنی عبث مین

اب تنقیح حکم کی طرف چلیے وباللّٰہ التوفیق **اقول** بیان سابق سے واضح ہوا کہ عبث کا مناط فعل مین فائدہ معتد بہا مقصود نہ ہونے پر ہے اور وہ اپنے عموم سے قصد مضر وارادہ شر کو بھی شامل تو بظاہر مثل اسراف اوسکی بھی دو صورتین ایک فعل بقصد شنیع دوسری یہ کہ نہ کوئی بری نیت ہو نہ اچھی رب عزوجل نے فرمایا افحسبتم انما خلقنکم عبثا وانکم الینا لاترجعون ○ کیا اس گمان مین ہو کہ ہمنے تمھین عبث بنایا اور تم ہماری طرف نہ پلٹوگے۔ علما نے اس آیۂ کریمہ مین عبث کو معنی دوم پر لیا یعنی کیا ہمنے تمکو بیکار بنایا تمھاری آفرینش مین کوئی حکمت نہ تھی یونہی بیمعنے پیدا ہوئے بیہودہ مرجاؤگے نہ حساب کتاب نہ عذاب نہ ثواب جیسے وہ خبیث کہا کرتے تھے ان ھی الاحیاتنا الدنیا نموت ونحیی ومانحن بمبعوثین اسپر رد کو یہ آیت اوتری کما تقدم بعض نقولہ وزعم العلامۃ الخفاجی بعد ماذکر فی العبث ثلث عبارات تقدمت والظاہر ان المراد (ای فی ہذہ الکریمۃ) الاول اھ **اقول ولا** علمت ان الکل واحد **وثانیا** ان ابقینا التغایر فالظاہر الاخیر ان لان فی الہمزۃ انکار ما حسبوہ لایجاب ما سلبوہ ولیس المراد اثبات فائدۃ ما ولوغیر معتد بہا ولہذا قال الزمخشری بغیر حکمۃ بالغۃ واطلق الجلال لان حکم اللّٰہ تعالٰی کلہا بالغۃ علی ان الحکمۃ نفسہا یستحیل ان لایعتد بہا اور سیدنا ہود علی نبینا الکریم وعلیہ الصلاۃ والتسلیم نے اپنی قوم عاد سے فرمایا اتبنون بکل ریع ایۃ تعبثون ○ وتتخذون مصانع لعلکم تخلدون ○ کیا ہر بلندی پر ایک نشان بناتے ہو عبث کرتے یا عبث کے لیے اور کارخانے بناتے ہو گویا تمھین ہمیشہ رہنا ہے۔ اس آیۂ کریمہ مین بعض نے کہا راستون مین مسافرون کے لیے بے حاجت بھی جگہ جگہ علامتین قائم کرتے تھے ذکرہ فی الکبیر وتبعہ البیضاوی وابو السعود والجمل قال فی الانوار (ایۃ) علما للمارۃ (تعبثون) ببنائہا اذکانوا یہتدون بالنجوم فی اسفارہم فلایحتاجون الیہا اھ واورد ان لانجوم بالنہار وقد یحدث باللیل من الغیوم ما یستر النجوم واجاب فی العنایۃ بانہم لایحتاجون الیہا غالبا اذ الغیم نادر لاسیما

فی دیار العرب اھ **اقول** اولا [ف۱] لم یحجب عن النھار وانما بہ اکثر الاسفار و **ثانیا** [ف۲] ان سلم الندور فعل مایحتاج الیہ ولو احیانا لایعد عبثا اھ قال معانہ لواحتیج الیھا لم یحتج الی ان یجعل فی کل ریع فان کثرتھا عبث اھ **اقول** [ف۳] ھذا منزع اٰخر فلا یرفع الایراد عن القاضی قال وقال الفاضل الیمنی ان اماکنھا المرتفعۃ تغنی عنھا فھی عبث اھ **اقول** اولا [ف۴] ارتفاع الاماکن لایبلغ بحیث یراھا القاصد من ای مکان بعید قصد و **ثانیا** [ف۵] ھو منزع ثالث وکلاھما فی کلام الانوار وبالجملۃ ھو وجہ زیف ولا اعلم لہ سندا من السلف ولقد احسن النیسابوری اذ اسقطہ من تلخیص الکبیر **اقول** [ف۶] وتعبیری اذ قلت یبنون من دون حاجۃ ایضا احسن من تعبیر الکبیر ومن تبعہ کماترٰی۔ امام مجاہد وسعید بن جبیر نے فرمایا جگہ جگہ کبوتروں کی کابکیں بناتے ہیں۔

رواہ عن الاول ابن جریر فی (ایۃ) وھو والفریابی وسعید بن منصور وابن ابی شیبۃ وعبد بن حمید وابنا المنذر وابی حاتم فی (مصانع) عن الثانی فی لعلکم۔ ان دونوں تفسیروں پر یہ عبث بمعنی دوم ہوگا یعنی لغو ولہو۔ بعض نے کہا ہر جگہ اونچے اونچے محل تکبر وتفاخر کے لیے بناتے ذکرہ الکبیر ومن بعدہ والفریابی وابنا حمید وجریر والمنذر وابی حاتم عن مجاھد وتتخذون مصانع قال قصورا مشیدۃ وبنیانا مخلدا ولابن جریر عنہ قال ایۃ بنیان۔ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے منقول ہوا جو راستے سیدنا ہود علیہ الصلاۃ والسلام کی طرف جاتے اونپر محل بنائے تھے کہ اونمیں بیٹھکر خدمت رسالت میں حاضر ہونے والوں سے تمسخر کرتے ذکرہ فی مفاتیح الغیب ورغائب الفرقان یا سر راہ بناتے ہر راہگیر سے ہنستے ذکرہ البغوی والبیضاوی وابو السعود واقتصر علیہ الجلال ملتزما الاقتصار علی اصح الاقوال۔ ان دونوں تفسیروں پر یہ عبث بمعنی اول ہوگا یعنی قصد شر وارادۂ ضرر۔ بالجملہ دونوں معنے کا پتا قرآن عظیم سے چلتا ہے اگرچہ متعارف غالب میں اوسکا استعمال معنی دوم ہی میں ہے بیہودہ وبیمعنے کام ہی کو عبث کہتے ہیں نہ کہ معاصی وظلم وغصب وزنا وربا وغیرہا کو

اذا تقرر ھذا **فاقول** ظھر ان لاعتب علی الامام الجلیل صاحب الھدایۃ رحمہ اللہ تعالٰی اذ یقول ان العبث خارج الصلاۃ حرام فماظنک فی الصلاۃ اھ وقد اقرہ فی العنایۃ والفتح وتبعہ فی الدرر والغنیۃ ولفظ مولٰی خسرو انہ خارج الصلاۃ منھی عنہ فماظنک فیھا اھ والمحقق الحلبی العبث حرام خارج الصلاۃ ففی الصلاۃ اولی اھ فان قلت اطلقوا وانما ھو حکم القسم الاول **قلت** [ف۷] اصل الکلام فی الصلاۃ وکل عبث فیھا من القسم الاول فتعین مرادا وکان اللام للعھد فحصل التفصی عما اورد [ف۸] السروجی فی الغایۃ وتبعہ فی البحر والشرنبلالی فی الغنیۃ وش ان العبث خارجھا بثوبہ او بدنہ خلاف الاولٰی ولایحرم قال والحدیث (ان اللہ کرہ لکم ثلثا العبث فی الصلاۃ والرفث فی الصیام والضحک فی المقابر رواہ القضاعی عن یحیی بن ابی کثیر مرسلا) قید بکونہ فی الصلاۃ اھ ظاہر ہے کہ معنی اول پر عبث ممنوع وناجائز ہوگا نہ دوم پر اور یہاں ہمارا کلام قسم دوم میں ہے یعنی جہاں نہ قصد معصیت نہ پانی کی اضاعت بس **اقول** [ف۹] لک ان تقول ان فی النظر الدقیق لاحکم علی العبث فی نفسہ بالحظر والتحریم اصلا وما کان لانضمام ضمیمۃ ذمیمۃ فانما مرجعہ الیھا دونہ وتحقیق ذلک انا اربنا لھذا تطاول الکلمات علی ان مناط العبث

ف۱: معروضۃ ۳۷۷ ثالثۃ علیہ
ف۲: معروضۃ ۳۷۸ رابعۃ علیہ
ف۳: معروضۃ ۳۷۹ خامسۃ علیہ
ف۴: معروضۃ ۳۸۰ سادسۃ علیہ وعلی الفاضل الیمنی
ف۵: معروضۃ ۳۸۱ سابعۃ علیھما
ف۶: تطفل ۳۸۲ علی الامام الرازی والبیضاوی وابی السعود
ف۷: تطفل ۳۸۳ علی السروجی والبحر والشرنبلالی و ش
ف۸: تحقیق المصنف ان فی تقسیم الثنائی بحسب المجاور لا یکون حکم القسم حکم المقسم

علی عدم قصد الفائدة بالفعل وهذه حقیقة متحصلة بنفسها ولیس قصد المضر وعدم قصده من مقوماتها ولا مما یتوقف علیه وجودها کسبب وشرط فیعد من محصلاتها فاذن لیس قصد مضر الا امرا مجاورا لها فما کان للمجاور یکون حکما له لا لصاحبه الا تری ان البیع محرم بشرط فاسد وبعد اذان الجمعة واذا سئلت عن حکم البیع قلت مشروع بالکتاب والسنة والاجماع الامة کما ذکره فی غایة البیان وغیرها والصلاة تکره فی ثیاب الحریر للرجل وفی الارض المغصوبة ولا یمنعك ذلك ان تقول اذا سئلت عن حکمها ان الصلاة خیر موضوع فمن استطاع ان یستکثر منها فلیستکثر کما رواه الطبرانی فی الاوسط عن ابی هریرة رضی الله تعالی عنه عن المصطفی صلی الله تعالی علیه وسلم والحاصل انا ناخذ العبث من حیث قصد الشر لا من حیث عدم قصد الخیر وهو انما کانت عبثا من هذه الحیثیة لا من تلك فلیس الحظر حکم العبث اصلا اس کا حکم وہی ہے جو بحر غایۃ سروجی و بحر الرائق وغنیہ و شرنبلالی و رد المحتار سے منقول ہوا کہ خلاف اولٰی ہے اور یہی مفاد در مختار ہے حیث قال کرہ عبثہ للنہی الا لحاجۃ ولا باس بہ خارج الصلاۃ اھ فان لا باس لما ترکہ اولٰی اور یہی وہ ہے جو **قول سوم** میں ارشاد ہوا کہ پانی میں اسراف نہ کرنا آداب سے ہے۔

ابن امیر الحاج فی الحلیة فی مسئلة فرقعة ف۱ الاصابع هل یکره خارج الصلاة فی النوازل یکره والظاهر ان المراد کراهة تنزیه حیث لا یکون لغرض صحیح اما لغرض صحیح ولو اراحة الاصابع فلا اھ وفی تشبیکها ف۲ بعد ذکر النهی عنه فی الصلاة وفی السعی الیها والمنتظر لها کتشبیکهم فی الفرقعة مانصه ینبغی فیما وراء هذه الاحوال حیث لا یکون عبثا علی الاباحة من غیر کراهة وان کان علی سبیل العبث یکره تنزیها اھ وتبعه فیهما ش والبحر فی الاولی وزاد ان السلام یکره فیها خارجها نهی لم یکن تحریمیة کما اسلفناه قریبا اھ وبهذا ما تقدم له انه لم یکن الدلیل نهیا بل کان مفیدا للترك الغیر الجازم فهی تنزیهیة اھ وعقب الثانیة بقوله وقد قدمنا عن النهایة ان العبث خارج الصلاة حرام وحملناه علی کراهة التحریم فینبغی ان یکون العبث خارجها لغیر حاجة کذلك اھ **فاقول** دعوی کراهة التنزیه مبتنیة علی عدم الفرق بین خلاف الاولی وکراهة التنزیه وزعم ان ترك کل مستحب مکروه کما قدمنا فی التنبیه الثالث عن الحلیتین المکروه تنزیها مرجعه خلاف الاولی والظاهر انهما متساویان وعن البحر ان التنزیه فی رتبة المندوب وعن ش ان ترك المندوب مکروه تنزیها وقد علمت ما هو التحقیق وبالله التوفیق اما ما عقب به الثانیة **فاقول اولا** ف۳ العجب والغریب مع انه اسلف الان ان لیس خارجها نهی فلا تحریمیة **وثانیا** ف۴ حققنا ان کلام الهدایة فی القسم الاول من العبث فاجراؤه فی الثانی غیر سدید یہ ہم اوپر بیان کرآئے کہ کراہت تنزیہی کے لیے بھی نہی و دلیل خاص کی حاجت ہے اور مطلقا کوئی فعل کبھی کسی فائدہ غیر معتد بہا کے لیے کرنے سے شرع مبین کو نسی نہی معروف ہے کہ کراہت تنزیہ ہو ہاں خلاف اولٰی ہونا ظاہر کہ ہر وقت اولٰے یہی ہے کہ انسان فائدہ معتد بہا کی طرف متوجہ ہو یہی حدیث صحیح حسن من حسن اسلام المرء ترکه ما لا یعنیه انسان کے اسلام کی خوبی سے ہے یہ بات کہ غیر مہم کام میں مشغول نہ ہو لا یعنی بات ترک کرے رواہ الترمذی وابن ماجة والبیہقی فی الشعب عن ابی ہریرۃ

والحاکم فی الکنی عن ابی بکر الصدیق وفی تاریخہ عن علی المرتضی وحمد والطبرانی فی الکبیر عن السید ابن السید الحسین بن علی والشیرازی فی الالقاب عن ابی ذر والطبرانی فی الصغیر عن زید بن ثابت وابن عساکر عن الحارث بن ہشام رضی اللہ تعالٰی عنہم عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حسنہ النووی وصححہ ابن عبد البر والہیثمی **اقول** اس کا مفاد بھی اوسیقدر کہ حسن اسلام سب محسنات سے ہے اور محسنات میں سب مستحسنات بھی نہ کہ ہر غیر مہم سے نہی ورنہ غیر مہم تو بیکار سے بھی اعم ہے تو سوا مہمات کے سب زیر نہی آکر مباحات سراسر مرتفع ہو جائیں گے لاجرم امام ابن حجر مکی شرح اربعین نووی میں فرماتے ہیں الذی یعنی الانسان من الامور ما یتعلق بضرورۃ حیاتہ فی معاشہ مما یشبعہ من جوع ویرویہ من عطش ویستر عورتہ ویعف فرجہ ونحو ذلک مما یدفع الضرورۃ دون ما فیہ تلذذ وتنعم واستمتاع واستکثار وسلامتہ فی معادہ ابن عطیہ مالکی کی شرح اربعین میں ہے ما لا یعنیہ ھو ما لا الحاجۃ الیہ مما لا یعود علیہ منہ نفع اخروی والذی یعنیہ ما یدفع الضرورۃ دون ما فیہ تلذذ وتنعم وقال الشیخ یوسف بن عمر ما لا یعنیہ ھو ما یخاف فیہ فوات الاجر والذی یعنیہ ھو الذی لا یخاف فیہ فوات ذلک اھ مختصرا علامہ احمد بن حجازی کی شرح اربعین میں ہے الذی یعنی الانسان ما یتعلق بضرورۃ حیاتہ فی معاشہ وسلامتہ فی معادہ وما لا یعنیہ التوسع فی الدنیا وطلب المناصب والریاسۃ اھ ملخصا تیسیر میں ہے الذی یعنیہ ما تعلق بضرورۃ حیاتہ فی معاشہ دون ما زاد وقال الغزالی حد ما لا یعنی ھو الذی لو ترک لم یفت بہ ثواب ولم ینجز بہ ضرر مرقاۃ میں ہے حقیقۃ ما لا یعنیہ ما لا یحتاج الیہ فی ضرورۃ دینہ ودنیاہ ولا ینفعہ فی مرضاۃ مولاہ بان یکون عیشہ بدونہ ممکنا وھو فی استقامۃ حالہ بغیرہ متمکنا قال الغزالی وحد ما لا یعنیک ان تتکلم بکل ما لو سکت عنہ لم تاثم ولم تتضرر فی حال ولا مآل ومثالہ ان تجلس مع قوم فتحکی معھم اسفارک وما رأیت فیھا من جبال وانھار وما وقع لک من الوقائع وما استحسنتہ من الاطعمۃ والثیاب وما تعجبت منہ من مشائخ البلاد ووقائعھم فھذہ امور لو سکت عنھا لم تاثم ولم تتضرر واذا بالغت فی الاجتھاد حتی لم یمتزج بحکایتک زیادۃ ولا نقصان ولا تزکیۃ نفس من حیث التفاخر بمشاھدۃ الاحوال العظیمۃ ولا اغتیاب لشخص ولا مذمۃ لشیئ مما خلقہ اللہ تعالٰی فانت مع ذلک کلہ مضیع زمانک وما احسب علی عمل لسانک اذ تستبدل الذی ھو ادنی بالذی ھو خیر لانک لو صرفت زمان الکلام فی الذکر والفکر ربما ینفتح لک من نفحات رحمۃ اللہ تعالٰی ما یعظم جدواہ ولو سبحت اللہ تعالٰی بنی لک بھا قصر فی الجنۃ ومن قدر علی ان یاخذ کنزا من الکنوز فاخذ بدلہ مدرۃ لا ینتفع بھا کان خاسرا خسرانا مبینا وھذا علی فرض السلامۃ من الوقوع فی کلام المعصیۃ وانی تسلم من الآفات التی ذکرناھا اھ ف خلاصہ ان سب نفیس کلاموں کا یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنی امت کو لایعنی باتیں چھوڑنے کی طرف ارشاد فرماتے ہیں جتنی بات آدمی کے دین میں نافع اور ثواب الٰہی کی باعث ہو یا دنیا میں ضرورت کے لائق ہو جیسے بھوک پیاس کا ازالہ بدن ڈھانکنا پارسائی حاصل کرنا اوسیقدر امر مہم ہے اور اس سے زائد جو کچھ ہو جیسے دنیا کی لذتیں نعمتیں منصب یاستیں غرض

جملہ افعال واقوال واحوال جنکے بغیر زندگانی ممکن ہو اور اونکے ترک مین نہ ثواب کا فوت نہ اب یا آئندہ کسی ضرر کا خوف وہ سب لایعنی وقابل ترک ہین مثلاً لوگون کے سامنے اپنے سفر کی حکایتین کرانے اتنے شہر اور پہاڑ اور دریا دیکھے یہ یہ معاملے پیش آئے فلان فلان کھانے اور لباس عمدہ پائے ایسے ایسے مشائخ سے ملنا ہوا یہ سب باتین اگر تو نہ بیان کرتا تو نہ گناہ تھا نہ ضرر ہوتا اور اگر تو کامل کوشش کرے کہ تیرے کلام مین واقعیت سے کچھ کمی بیشی نہ ہونے پائے نہ اس تفاخر سے نفس کی تعریف نکلے کہ ہمنے ایسے ایسے عظیم حال دیکھے نہ اونمین کسی شخص کی غیبت ہو نہ اللہ تعالی کی بنائی ہوئی کسی چیز کی مذمت ہو تو اتنی احتیاطون کے بعد بھی اوس کلام کا حاصل یہ ہو گا کہ تو نے اوتنی دیر اپنا وقت ضائع کیا اور تیری زبان سے اوس کا حساب ہو گا تو خیر کے عوض ادنی بات اختیار کر رہا ہے اسلیے کہ جتنی دیر تو نے یہ باتین کہین اگر اتنا وقت اللہ عزوجل کی یاد و اوسکی نعمتون صنعتون کی فکر مین صرف کرتا تو غالباً رحمت الٰہی کے فیوض سے تجھ پر وہ کھلتا جو بڑا نفع دیتا اور تسبیح الٰہی کرتا تو تیرے لیے جنت مین محل چنا جاتا اور جو ایک خزانہ لے سکتا ہو وہ ایک ٹھیکرا دھیلا لینے پر بس کرے تو صریح زیاںکار ہوا اور یہ سب بھی اوس تقدیر پر ہے کہ کلام معصیت سے بچ جائے اور وہ آفتین جو ہمنے ذکر کین اون سے بچنا کہان ہوتا ہے۔ ظاہر ہوا کہ لایعنی جملہ مباحات کو شامل ہے نہ کہ مطلقاً مکروہ ہو ہان مثلاً چار بار پانی ڈالنے کی عادت کرلے تو غالباً اسپر باعث نہ ہو گا مگر وسوسہ اور کم از کم اتنا ضرور ہو گا کہ دیکھنے والے اسے موسوس جانین گے اور بلاضرورت شرعیہ محل تہمت مین پڑنا ضرور مکروہ ہے فیما ذکر عنہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم من کان یؤمن باللہ والیوم الاٰخر فلا یقفن مواقف التھم وفی الباب عن امیر المؤمنین الفاروق رضی اللہ تعالی عنہ یہ منشأ **اقول دوم** ہے۔ بالجملہ **حاصل حکم** یہ نکلا کہ بے حاجت زیادت اگر باعتقاد سنیت ہو مطلقاً ناجائز وگناہ ہے اگرچہ دریا مین اور اگر پانی ضائع جائے تو جب بھی مطلقاً ممنوع ومکروہ تحریمی اگرچہ اعتقاد سنیت نہ ہو اور اگر نہ فساد عقیدت نہ اضاعت تو خلاف ادب ہے مگر عادت کرلے تو مکروہ تنزیہی یہ ہے بحمد اللہ تعالی فقہ جامع وفکر ناصع وحکم بالغ ونور بازغ وکمال توفیق وجمال التطبیق وحسن تحقیق وسطر تدقیق وباللہ التوفیق والحمد للہ رب العلمین **اقول** اس تنقیح جلیل سے چند فائدے روشن ہوئے **اولاً** اصل حکم وہی ہے جو امام محرر المذہب رضی اللہ تعالی عنہ نے کتاب الاصل مین ارشاد فرمایا کہ بقیہ احکام کے مناط عقیدت اضاعت عادت ہین اور وہ نفس فعل سے زائد نہ فی نفسہ اوسکا حکم اوسیقدر کہ قول سوم مین مذکور ہوا **ثانیاً** دوم وسوم مین اوس زیادت کو اسراف سے تعبیر فرمانا محض بنظر صورت ہے ورنہ جب تک معصیت اضاعت نہ ہو حقیقۃً اسراف نہار نہین **ثالثاً** دربارۂ زیادت منع واجازت مین عادت ندرت کو دخل نہین کہ فساد عقیدت یا پانی کی اضاعت ہو تو ایکبار بھی جائز نہین اور ان دونون سے بری ہو تو بارہا بھی گناہ ومعصیت نہین کراہت تنزیہی جدا بات ہے ہان دربارۂ نقص تفصیل ہے کہ بے ضرورت تین بار سے کم دھونے کی عادت مکروہ تحریمی اور احیاناً ہو تو بے فساد عقیدت صرف مکروہ تنزیہی ورنہ تحریمی کہ تثلیث سنت مؤکدہ ہے اور سنت مؤکدہ کے ترک کا یہی حکم بخلاف زیادت کہ ترک تثلیث نہین بلکہ تثلیث پوری کرکے زیادت ہے وبہ ظہر ضعف ما مر عن العلامۃ ش فی التنبیہ الخامس من التوفیق بین نفی البدعۃ ام الکراھۃ ای التحریمیۃ عن الزیادۃ علی الثلاث والنقص عنہا عند عدم الاعتقاد مع اشعار الفقہ وغیرہ بثبوتہا افاد او نقص لغیر حاجۃ بان محمل الاول اذا فعلہ مرۃ

حدیث وائمہ کی جلیل نصیحت - لایعنی باتون کامون کے ترک کی ہدایت - اور لایعنی کے معنے کا بیان

والثانی علی الاعتیاد فهذا مسلم فی النقص ممنوع فی الزیادة لما ان الاستناد الی مفهوم تفریع الفتح وغیره المار ثم وقد تمسک به ایضا
العلامة ط علی ان کراهة الاسراف کراهة تحریم حیث قال اقول یاثم بالاسراف ولو اعتقد سنیة الثلاث فقط فلذا قالوا فی المفهوم
(ای بیان مفهوم قوله ان الحدیث محمول علی الاعتقاد) حتی لو رأی سنیة العدد وزاد لقصد الوضوء علی الوضوء او لطمانینة
القلب او نقص لحاجة لا باس به (ای بالفعل وان لو زاد بلا غرض کان فیه باس) ولو کان کما ذکر ان لا باس الا فی الاعتقاد)
لا تکره الزیادة مطلقا ام مزید الفرق بین الاهلة وهذا هو منزع کلام ش بید انه حمله علی التعود والطلق ط اقول الاطلاق
مستندات کما علمت لما تفصیل ش ان الاسراف یکره تنزیها ان وقع احیانا وتحریما ان تعود فلا اعلم من صرح به وکانه اخذه
من جعل النهر ترکه سنة مؤکدة مع خلاف المذهب والکره علی التحریم فاقول هم الفهم فی اهانة للمفهوم وشرح لو طمع الحکم بالاعتقاد فذکروا
تصویرا لا یکون فیه الزیادة والنقص لاجل الاعتقاد بل لغرض اخر لان العاقل لابد لفعله من غرض فاذا لم یکن للشرع علیه ما
اعتقد فلیکن ما ذکروا فلا یدل علی ادارة الامر علی هذا التصویر ولا لخالف الشرح المشروح فان للمشروح ناطه بالاعتقاد
وصرح ان لو زاد او نقص واعتقد ان الثلاث سنة لا یلحقه الوعید کما تقدم عن البدائع وهذا ینوطه بشیء اخر غیره و
بالجملة لا نسلم ان لشرح المفهوم مفهوما اخر وان سلم فمفهوم معارض لمنطوق البدائع وغیرها والمنطوق مقدم فافهم
رابعاً جبکہ حدیث نے بے قید حال ومکان زیادت ونقص پر حکم اساءت وظلم وتعدی ارشاد فرمایا اور زیادت میں تعدی خاص مکان اضاعت
میں ہے اور نقص میں خاص بحال عادت لہذا ہمارے علمائے کرام رحمہم اللہ تعالٰی نے حدیث کو ایک منشا ونیت یعنی اعتقاد سنیت پر حمل فرمایا
جس سے بے قید حال ومکان مطلقاً حکم تعدی واساءت ہو خامساً بدائع وغیرہ کی تصریح کہ اگر بے اعتقاد سنیت نقص وزیادت ہو تو وعید نہیں
صحیح ونجیح ہے کہ عادت نقص یا اضاعت زیادت میں لحوق وعید اس ضم ضمیمہ پر ہے تو فعل بجائے خود اپنے منشا وغایت مقصود ونیت میں خوامخواہ
سے پاک ہے کما علمت ھکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق الحمدللہ اس مبحث یعنی حکم اسراف آب کا بیان ایسی وجہ جلیل وجمیل پر
واقع ہوا کہ خود ہی ایک مستقل نفیس رسالہ ہونے اور تاریخی نام برکات السماء فی حکم اسراف الماء رکھنے کے قابل ولحمد للہ علی
نعمہ الجلائل وصلی اللہ تعالٰی علی سید الاواخر والاوائل وآلہ وصحبہ الکرام الافاضل **فائدہ مہمہ** وضو میں پانی
زیادہ نہ خرچ ہونے کے لیے چند امور کا لحاظ رکھیں (۱) وضو دیکھ دیکھ کر ہوشیاری واحتیاط کے ساتھ کریں عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ
وضو بہت جلد کرنا چاہیے اور اسی معنے پر کہتے ہیں کہ وضو جوانوں کا سا اور نماز بوڑھوں کی سی یہ غلط ہے بلکہ وضو میں بھی درنگ وترک عجلت
مطلوب ہے بحر وتتمہ وشامی شمار آداب وضو میں ہے والتانی علمگیریہ میں معراج الدرایہ سے ہے لا یستعجل فی الوضوء **اقول** ظاہر ہے کہ جس شے
کے لیے شرع نے ایک حد باندھی ہے کہ اوس سے نہ کمی چاہیے نہ بیشی تو اوس فعل کو باحتیاط بجالانے ہی میں حد کا میلان نہ ہوسکیگا نہ کہ لپ
جھپ لپاشپ میں (۲) بعض لوگ چلو لینے میں پانی ایسا ڈالتے ہیں کہ ابل جاتا ہے حالانکہ جو گرا بیکار گیا اس سے احتیاط چاہیے

(۳)[۶۲۵] ہر چلو بھرا ہونا ضرور نہیں بلکہ جس کام کے لیے لیں اوسکا اندازہ رکھیں مثلاً ناک میں نرم بانسے تک پانی چڑھانے کو پورا چلو کیا ضرور نصف بھی کافی ہے بلکہ بھرا چلو کلّی کے لیے بھی درکار نہیں (۴)[۶۲۶] لوٹے کی ٹونٹی متوسط معتدل چاہیے نہ ایسی تنگ کہ پانی بدیر دے نہ فراخ کہ حاجت سے زیادہ گرائے۔ اسکا فرق یوں معلوم ہوسکتا ہے کہ کٹوروں میں پانی لے لیکر وضو کیجیے تو بہت خرچ ہوگا یوہیں فراخ ٹونٹی سے بہانا زیادہ خرچ کا باعث ہے اگر لوٹا ایسا ہو تو احتیاط کرے پوری دھار نہ گرائے بلکہ باریک (۵)[۶۲۷] بہت بھاری برتن سے وضو نہ کرے خصوصاً کمزور کہ پورا قابو نہ ہونے کے باعث پانی بے احتیاط گریگا (۶) اعضاف۱ دھونے سے پہلے اون پر بھیگا ہاتھ پھیر لے کہ پانی جلد دوڑتا ہے اور تھوڑا بہت کا کام دیتا ہے خصوصاً موسم سرما میں اسکی زیادہ حاجت ہے کہ اعضا میں خشکی ہوتی ہے بہتی دھار بیچ بیچ میں جگہ خالی چھوڑ جاتی ہے جیسا کہ مشاہدہ ہے بحرالرائق میں ہے عن خلف بن ایوب انہ قال ینبغی للمتوضئ فی الشتاء ان یبل اعضاءہ بالماء شبہ الدھن ثم یسیل الماء علیھا لان الماء یتجافی عن الاعضاء فی الشتاء کذا فی البدائع ثم فتح القدیر میں ہے الاداب امرار الید علی الاعضاء المغسولۃ والتأنی والدلک خصوصا فی الشتاء اھ واعترضہ فی البحر بانہ ذکر الدلک من المندوبات وفی الخلاصۃ انہ سنۃ عندنا اھ وقدمنا فی التنبیہ الثالث وقال العلامۃ ش فی المنحۃ قولہ ذکر الدلک الخ یمکن ان یجاب عنہ بان مرادہ امرار الید المبلولۃ علی الاعضاء المغسولۃ لما قدم الشارح عند الکلام علی غسل الوجہ عن خلف بن ایوب (ای ما نقلناہ انفا قال) لکن کان ینبغی تقییدہ بالشتاء تامل اھ

اقول[۶۲۸] ف۲ ان اراد انہ لا یندب الیہ الا فی الشتاء فممنوع لان الماء وان کان لا یتجافی عن الاعضاء فی غیر الشتاء فلا شک ان البل قبل الغسل ینفع فی کل زمان فانہ یسھل مرور الماء ویقلل المصروف منہ کما ھو مجرب مشاھد فالنقل عن الامام خلف فی الشتاء لا ینفیہ فی غیرہ انما یقتضی ان الحاجۃ الیہ فی الشتاء اشد وھذا قد صرح بہ المحقق حیث قال خصوصا فی الشتاء وثانیا[۶۲۹] امرار الید علی الاعضاء المغسولۃ قد افرزہ المحقق عن الدلک کما سمعت فکیف یحمل علیہ لکن التحقیق ما

اقول[۶۳۰] ان الامرار المذکور لہ ثلثۃ محتملات الاول الامرار بعد الغسل اعنی ف۳ نفض ما انحدر الماء لتنشف الباقی کیلا یترشش علی الثیاب والثانی مع الغسل ای حین کون الماء بعد مارا علی الاعضاء وھو عین الدلک المطلوب قال فی البحر خلف ما قدم عن خلف الدلک لیس من مفھومہ (ای الغسل بالفتح) وانما ھو مندوب وذکر فی الخلاصۃ انہ سنۃ وحدہ امرار الید علی الاعضاء المغسولۃ اھ والثالث قبل الغسل ویحتاج الی التقیید بالمبلولۃ والتجوز فی المغسولۃ بمعنی ما سیغسل وما فرض ان یغسل ثم قد یمکن ان یراد بالدلک الثالث کما زعم العلامۃ ش وبالامرار الاول فلا ھو ینافی الافراز ولا یلزم عد الثانی من المندوبات خلافا لما ھو المذھب المذکور فی الخلاصۃ ومن القرینۃ علیہ ان المحقق بحث فی کون الدلک خارجا عن حقیقۃ الغسل ومال الی ان المقصود بشرعیۃ الغسل لا یحصل الا بہ وقد اجاب عنہ فی الغنیۃ بما کفی وشفی فیبعد ان یدخلہ ھھنا فی عداد ما نزل عن الاستنان ایضا فلفظۃ عن الافتراض وقد یؤیدہ ایضا لفظۃ خصوصا فی الشتاء لان الثانی صرحوا باستنانہ مطلقا وانما قیدوا

ف۱: مسئلہ مستحب ہے کہ اعضائے وضو پر پہلے بھیگا ہاتھ پھیر لے خصوصاً جاڑے میں۔

ف۲: معروضۃ ثالثۃ علی العلامۃ ش

ف۳: مسئلہ ہر عضو دھو کر اوس پر ہاتھ پھیر دینا چاہیے کہ پانی کی بوندیں ٹپکنا موقوف ہوجائے کپڑے یا بدن پر گرنے نہ پائیں

بالشتاء الثالث فهذا غاية توجيه ما فى المنحة وبه يندفع ايراد البحر وان كان المتبادر من الدر لعله هو الثانى ولذا مشى عليه فى البحر واقتفينا اثره فيما مر بل مشى عليه ش نفسه فى رد المحتار واعترض على الفتح بما اعترض فى البحر قائلا لكن قدمنا ان الدلك سنة قال ولعل المراد بما قبله (اى امرار اليد) امرارها عليه مبلولة قبل الغسل تأمل اه اقول[ف۱] قد علمت ان هذا اضعف الاحتمالات ثم اذا كان هذا مراده فحمل الدر الفعل عليه يكون تكرارا بلا شك فان قلت ذكر المحقق بعده من الاداب حفظ ثيابه من المتقاطر فحمل الامرار على الاول يتكرر مع هذا قلت امرار اليد وان كان معلولا بالحفظ تعليل الفعل بغايته فليس علة كافية لحصوله بحيث لا يحتاج بعده فى الحفظ الى احتراس سواه فلا يكون ذكره مغنيا عن ذكر الحفظ ثم اقول[ف۲] عجبا للبحر جزم ههنا بندب الدلك ونسب الاستنان للخلاصة كغير المرتضى له واعترض ثمه على المحقق بان فى الخلاصة انه سنة عندنا (۷) کلائیون پر بال ہوں تو ترشوا دیں کہ اون کا ہونا پانی زیادہ چاہتا ہے اور مونڈنے سے سخت ہو جاتے ہیں اور تراشنا مشین سے بہتر کہ خوب صاف کر دیتی ہے اور سب سے احسن و افضل نورہ ہے کہ ان اعضا میں یہی سنت سے ثابت[ف۳] ابن ماجہ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان اذا اطلی بدأ بعورتہ فطلاھا بالنورۃ وسائر جسدہ اھلہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب نورہ کا استعمال فرماتے تو ستر مقدس پر اپنے دست مبارک سے لگاتے اور باقی بدن منور پر ازواج مطہرات لگا دیتیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہن وبارک وسلم اور ایسا نہ کریں تو دھونے سے پہلے پانی سے خوب بھگو لیں کہ سب بال بچھ جائیں ورنہ کھڑے بال کی جڑ میں پانی گزر گیا اور نوک سے نہ بہا تو وضو نہ ہوگا (۸) دست و پا پر اگر لوٹے سے دھار ڈالیں تو ناخنوں سے کہنیوں یا گٹوں کے اوپر تک علی الاتصال و تابدامکان ایکبار میں ہر جگہ پر ایک ہی بار گرے پانی جب کہ گر رہا ہے اور ہاتھ کی روانی میں دیر ہوگی تو ایک جگہ پر مکرر گرے گا (۹) بعض لوگ یوں کرتے ہیں کہ ناخن سے کہنی یا گٹے تک بہاتے لائے پھر دوبارہ سہ بارہ کے لیے جو ناخن کی طرف لیگئے تو ہاتھ نہ روکا بلکہ دھار جاری رکھی ایسا نہ کریں کہ تثلیث کے عوض پانچ بار ہو جائیگا بلکہ ہر بار کہنی یا گٹے تک لاکر دھار روک لیں اور رُکا ہوا ہاتھ ناخنوں تک لیجا کر وہاں سے پھر اجرا کریں کہ سنت[ف۴] یہی ہے کہ ناخن سے کہنیوں گٹوں تک ڈالی جائے نہ اسکا عکس کما نص علیہ فى الحلیۃ وغیرھا (۱۰) قول جامع یہ ہے کہ سلیقہ سے کام لیں سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کیا خوب فرمایا ہے قد یرفق بالقلیل فیکفی ویخرق بالکثیر فلا یکفی ذکرہ الامام النووی فى شرح مسلم واوردہ الامام العینی فى شرح البخاری بلفظ قد یرفق الفقیہ بالقلیل فیکفی ویخرق الاخرق ولا یکفی یعنی سلیقہ سے اوٹھاؤ تو تھوڑا بھی کافی ہو جاتا ہے اور بدسلیقگی برتو تو بہت بھی کفایت نہیں کرتا فائدہ[ف۵] اوپر حدیث گزری کہ ولہان نام شیطان وضو میں وسوسہ ڈالتا ہے اوسکے وسوسے سے بچو۔ دفع وسوسہ کے لیے بہترین تدبیران باتوں کا التزام ہے (۱) رجوع الی اللہ (۲) اعوذ (۳) لاحول (۴) سورۂ ناس کی قراءت (۵) اٰمنت باللّٰہ ورسولہ کہنا (۶) اور ھو الاول والاٰخر والظاھر والباطن وھو بکل شیء علیم ۝ اس سے فوراً وسوسہ دفع ہو جاتا ہے (۷) اور سبحٰن الملک الخلّاق ان یشأ یذھبکم ویات بخلق جدید ۝ وما ذٰلک علی اللّٰہ بعزیز ۝ کی کثرت اوسے جڑ سے قطع کر دیتی ہے حدیث میں ہے ایک صاحب نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر وسوسہ کی شکایت کی

ف۱: معروضۃ علی ش
ف۲: تطفل علی البحر
ف۳: مسئلہ اوس زیر ناف و بغل وغیرہا میں بال دور کرنے کا بہتر طریقہ
مسئلہ ہاتھ پاؤں میں نیچے سے بہتر
ف۴: مسئلہ سنت یہ ہے کہ پانی ناخن کی طرف سے ہاتھ پاؤں کے کہنیوں اور گٹوں تک
ف۵: فائدہ جلیلہ دفع وسوسہ کی دعائیں اور علاج
بال ہوں تو نورہ سے دور کرنا بہتر ہے

کہ نماز مین پتا نہین چلتا دو پڑھین یا تین[3] حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا اذا وجدت ذلک فارفع اصبعک السبابۃ الیمنی فاطعنہ فی فخذک الیسری وقل بسم اللہ فانہا سکین الشیطان جب تو ایسا پائے تو اپنی دہنی انگشت شہادت اوٹھا کر اپنی بائین ران مین مار اور بسم اللہ کہہ کہ وہ شیطان کے حق مین چھری ہی رواہ البزار والطبرانی عن والد ابی الملیح ورواہ ایضا الحکیم الترمذی (۲) وسوسہ کی نہ سننا اوسپر عمل نہ کرنا اوسکے خلاف کرنا۔ اس بلائے عظیم کی عادت ہی کہ جسقدر اسپر عمل ہو اوسیقدر بڑھے اور جب قصداً اوسکا خلاف کیا جائے تو باذنہ تعالی تھوڑی مدت مین بالکل دفع ہو جائے عبداللہ بن مُرّہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہین ما وسوسۃ باولع ممن یراہا تعمل فیہ شیطان جسے دیکھتا ہی کہ میرا وسوسہ اسمین کارگر ہوتا ہی سب سے زیادہ اوسی کے پیچھے پڑتا ہی رواہ ابن ابی شیبۃ امام ابن حجر مکی اپنے فتاوی مین فرماتے ہین مجھ سے بعض ثقہ لوگون نے بیان کیا کہ دو وسوسہ والون کو نہانے کی ضرورت ہوئی دریائے نیل پر گئے طلوع صبح کے بعد پہنچے ایک نے دوسرے سے کہا تو اوتر کر غوطے لگا۔ مین گنتا جاونگا اور تجھے بتاؤنگا کہ پانی تیرے سارے سر کو پہنچا یا نہین وہ اوترا اور غوطے لگانا شروع کیے اور یہ کہتا ہی کہ ابھی تھوڑی سی جگہ تیرے سر مین باقی ہی وہان پانی نہ پہنچا ایک صبح سے دوپہر ہوگیا آخر تھک کر باہر آیا اور دل مین شک رہا کہ غسل اوترا یا نہین پھر اس نے اوس دوسرے سے کہا اب تو اوتر مین گنونگا اوس نے ڈبکیان لگائین اور یہ کہتا جاتا ہی کہ ابھی سارے سر کو پانی نہ پہنچا یہانتک کہ دوپہر سے شام ہوگئی مجبور وہ بھی دریا سے نکل آیا اور دل مین شبہ کا شبہ ہی رہا دن بھر کی نمازین کھوئین اور غسل اوترنے پر یقین نہ ہونا تھا نہ ہوا والعیاذ باللہ تعالی ذکرہ فی الحدیقۃ الندیۃ یہ وسوسہ ماننے کا نتیجہ تھا اور صالحین مین سے ایک صاحب فرماتے ہین مجھے دربارۂ طہارت وسوسہ تھا رستہ کی کیچڑ اگر کپڑے مین لگ جاتی اوسے دھوتا حالانکہ شرعاً جبتک خاص اوس جگہ نجاست کا ہونا ثابت و متحقق نہ ہو حکم طہارت ہی ایک دن نماز صبح کے لیے جاتا تھا راہ کی کیچڑ لگ گئی مین نے دھونا چاہا اور خیال آیا کہ دھوتا ہون تو جماعت جاتی ہی ناگاہ اللہ عزوجل نے مجھے ہدایت فرمائی میرے دل مین ڈالا کہ اس کیچڑ مین لوٹ اور سب کپڑے سان لے اور یونہین نماز مین شریک ہو جا مین نے ایسا ہی کیا پھر وسوسہ نہ ہوا ذکرہ فی الطریقۃ المحمدیۃ یہ اوسکی مخالفت کی برکت تھی۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کی حدیث مین ہی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہین ان احدکم اذا کان فی المسجد جاء الشیطان فابس بہ کما یبس الرجل بدابتہ فان اسکن لہ وثقہ او الجمہ جب تم مین کوئی مسجد مین ہوتا ہی شیطان آکر اوسکے بدن پر ہاتھ پھیرتا ہی جیسے تم مین کوئی اپنے گھوڑے کو رام کرنے کے لیے اوسپر ہاتھ پھیرتا ہی پس اگر وہ شخص ٹھہر رہا یعنی اوسکے وسوسہ سے فوراً الگ نہ ہوگیا تو اوسے باندھ لیتا یا لگام دیدیتا ہی ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ نے اس حدیث کو روایت کرکے فرمایا وانتم ترون ذلک اما الموثوق فتراہ مائلا کذا لا یذکر اللہ واما الملجم ففاتح فاہ لا یذکر اللہ عزوجل یعنی حدیث کی تصدیق تم آنکھون دیکھ رہے ہو وہ جو بندھا ہوا ہی اوسے تو دیکھیگا یون جھکا ہوا کہ ذکر الٰہی نہین کرتا اور وہ جو لگام دیا ہوا ہی وہ مونہ کھولے ہی اللہ تعالی کا ذکر نہین کرتا رواہ الامام احمد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہین اذا وجد احدکم فی بطنہ شیئا فاشکل علیہ اخرج منہ شیٔ ام لا فلا یخرج من المسجد حتی یسمع صوتا او یجد ریحا رواہ مسلم والترمذی عن ابی ہریرۃ ولاحمد والترمذی

وابن ماجۃ والخطیب عنہ مختصرا بلفظ لا وضوء الا من صوت اوریح ولاحمد والشیخین وابی داود والنسائی وابن ماجۃ وخزیمۃ وحبان عن عباد بن تمیم عن عمہ عبد اللہ بن زید بن عاصم قال شکی الی النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم الرجل یخیل الیہ انہ یجد الشیئ فی الصلٰوۃ قال لاتنصرف حتی تسمع صوتا او تجد ریحا ولاحمد وابی یعلی عن ابی سعید عن النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ان الشیطان لیأتی احدکم وھو فی صلاتہ فیأخذ بشعرۃ من دبرہ فیمدھا فیری انہ قد احدث فلا ینصرف حتی یسمع صوتا او یجد ریحا وروی عنہ سعید بن منصور مختصرا نحو المرفوع من حدیث عباد وللبزار عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یاتی احدکم الشیطان فی الصلٰوۃ فینفخ فی مقعدتہ فیخیل انہ احدث ولم یحدث فاذا وجد ذلک فلا ینصرف حتی یسمع صوتا او یجد ریحا ورواہ عنہ الطبرانی فی الکبیر مختصرا بلفظ من خیل لہ فی صلاتہ انہ قد احدث فلا ینصرفن حتی یسمع صوتا او یجد ریحا ولعبد الرزاق وابن ابی الدنیا عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ قال ان الشیطان یطیف باحدکم فی الصلٰوۃ لیقطع علیہ صلاتہ فاذا اعیاہ ان ینصرف نفخ فی دبرہ یریہ انہ قد احدث فلا ینصرفن احدکم حتی یجد ریحا او یسمع صوتا وفی روایۃ اخری عنہ رضی اللہ تعالی عنہ حتی انہ یاتی احدکم وھو فی الصلٰوۃ فینفخ فی دبرہ ویبل احلیلہ ثم یقول قد احدثت فلا ینصرفن احدکم حتی یجد ریحا او یسمع صوتا او یجد بللا ولعبد الرزاق وابن ابی شیبۃ فی مصنفیھما وابن ابی داود فی کتاب الوسوسۃ عن ابرھیم النخعی قال کان یقال ان الشیطان یجری فی الاحلیل والدبر فیری الرجل انہ قد احدث فلا ینصرفن احدکم حتی یسمع صوتا او یجد ریحا او یری بللا **قلت** ذکر ھذین الاثرین الامام الجلیل الجلال السیوطی فی لقط المرجان مقتصرا علیھما ھو وصاحبہ البدر فی اصلہ اٰکام المرجان مع ثبوتہ فی المرفوع کما علمت وقال عامر الشعبی من اجلاء علماء التابعین ان للشیطان بزقۃ یغریہ طرف الاحلیل ذکرہ العارف فی الحدیقۃ الندیۃ ان یثون کا

حاصل یہ ہے کہ شیطان نماز میں دھوکا دینے کے لیے کبھی انسان کی شرمگاہ پر آگے سے تھوک بتا ہے کہ اوسے قطرہ آنیکا گمان ہوتا ہے کبھی پیچھے پھونکتا یا بال کھینچتا ہے کہ ریح خارج ہونیکا خیال گزرتا ہے اسپر حکم ہوا کہ نماز سے نہ پھر و جبتک تری یا آواز یا بو نہ پاؤ یعنی جبتک وقوع حدث پر یقین نہ ہو لے۔ ہمارے امام اعظم کے شاگرد جلیل سیدنا عبد اللہ بن مبارک فرماتے ہیں اذا شک فی الحدث فانہ لایجب علیہ الوضوء حتی یستیقن استیقانا یقدر ان یحلف علیہ یعنی یقین ایسا درکار ہے جس پر قسم کھا سکے کہ ضرور حدث ہوا اور جب قسم کھاتے ہچکچائے تو معلوم ہوا کہ معدوم نہیں مشکوک ہے اور شک کا اعتبار نہیں کہ طہارت پر یقین تھا اور یقین شک سے نہیں جاتا علقہ عنہ الترمذی فی باب الوضوء من الریح اسی لیے سنت ہوا کہ وضو کے بعد ایک چھینٹا رومالی یا تہ بند ہو تو اوسکے اندرونی حصے پر جو بدن کے قریب ہے دے لیا کریں ثم لیقل ھو من الماء پھر اگر قطرہ کا شبہہ ہو تو خیال کرلیں کہ پانی جو چھڑکا تھا اوسکا اثر ہے حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا توضأت فانتضح جب تو وضو کرے تو چھینٹا دے لے رواہ ابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ بلکہ ارشاد فرماتے ہیں صلی اللہ تعالی علیہ وسلم

ف ۱ مسئلہ: شیطان کے تھوک دینے سے نماز میں قطرہ اور تری کا شبہہ جاتا ہے حکم ہے کہ جبتک ایسا یقین نہ ہو جس پر قسم کھا سکے شیطان کے کہنے پر اعتبار نہ کرے

ف ۲ مسئلہ: سنت ہے کہ وضو کے بعد رومال یا چھینٹا دے لے …

ف ۳ … والسلام …

عشر من الفطرة قص الشارب واعفاء اللحية والسواك واستنشاق الماء وقص الاظفار وغسل البراجم ونتف الابط وحلق العانة وانتقاص الماء قال الراوی ونسیت العاشرة الا ان تکون المضمضة دس باتین قدیم سے انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی سنت مین لبین کترنا داڑھی بڑھانا مسواک کرنا وضو وغسل مین پانی سونگھ کر اوپر چڑھانا ناخن ترشنا اونگلیون کے جوڑ (یعنی جہان جہان میل جمع ہونیکا محل ہی اوسے) دھونا بغل اور زیر ناف بالون سے صاف کرنا شرمگاہ پر پانی ڈالنا ۔ راوی نے کہا دسوین مین بھول گیا شاید کلی ہو ۔ رواہ احمد ومسلم والاربعۃ عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالی عنہا شرمگاہ پر پانی ڈالنے کی علما نے دو تفسیرین کین ایک استنجا ۔ رواہ مسلم عن وکیع دوسرے وہی چھینٹا اور اسکے مؤید ہے کہ ایک روایت مین بجائے انتقاص الماء لفظ والانتضاح آیا ہے جمہور علما نے فرمایا انتضاح وہی چھینٹا ہی ذکرہ الامام النووی اور یہین سے ظاہر ہوا کہ یہ چھینٹا خاص اہل وسوسہ ہی کے لیے نہین بلکہ سب کیلیے سنت ہے کہ انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام سے وسوسہ کو کیا علاقہ ان عبادی لیس لک علیہم سلطن ابو داود نسائی ابن ماجہ حکم بن سفین یا سفین بن حکم رضی اللہ تعالی عنہ سے راوی قال کان النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اذا بال توضأ ونضح فرجہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم جب پیشاب فرماتے وضو فرماتے اور شرمگاہ اقدس پر چھینٹا دیتے ابن ماجہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالی عنہما سے راوی قال توضأ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فنضح فرجہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے وضو فرما کر ستر مبارک پر چھینٹا دیا احمد وابن ماجہ دارقطنی وحاکم وحارث بن ابی اسامہ حضرت محبوب ابن المحبوب سیدنا وابن سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ تعالی عنہما وہ اپنے والد ماجد حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہین اتانی جبریل فی اول ما اوحی الی فعلمنی الوضوء والصلاۃ فلما فرغ الوضوء اخذ غرفۃ من الماء فنضح بہا فرجہ یعنی اول اول جو مجھ پر وحی اوتری ہی جبریل امین علیہ الصلاۃ والسلام نے حاضر ہو کر مجھے وضو ونماز کی تعلیم دی جبریل نے وضو خود کر کے دکھایا جب وضو کر چکے ایک چلو پانی لیکر اپنی اوس صورت مثالیہ کے موضع شرمگاہ پر چھڑک دیا ولفظ ق علمنی جبرئیل الوضوء وامرنی ان انضح تحت ثوبی لما یخرج من البول بعد الوضوء ترمذی ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہین جاءنی جبریل فقال یا محمد اذا توضأت فانتضح جبریل نے حاضر ہو کر مجھسے عرض کی یا رسول اللہ جب حضور وضو فرمائین چھینٹا دے لیا کرین ۔ جبریل کا اپنی صورت مثالیہ کے ستر پر چھڑکنا حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے حضور طریقہ وضو عرض کرنے کے لیے تھا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا فعل تعلیم امت کے لیے مرقاۃ مین ہے نضح فرجہ ای ورش ازارہ بقلیل من الماء او سراویلہ بہ لدفع الوسوسۃ تعلیما للامۃ معہذا اوسمین ماتویا کے لیے جنکو برودت مثانہ کا عارضہ نہ ہو ایک نفع اور بھی ہے کہ شرمگاہ پر سرد پانی پڑنے سے اوسمین تکاثف استمساک پیدا ہو کر قطرہ موقوف ہوجاتا ہے کما ارشد الیہ حدیث زید رضی اللہ تعالی عنہ عنہ ف اقول مگر یہان اولا یہ ملحوظ رہے کہ مقصود نفی وسوسہ ہے نہ ابطال حقیقت تو جسے قطرہ اوترنے کا یقین ہو جائے وہ پانی پر حوالہ نہین کرسکتا یونہین جسے معاذ اللہ سلسل البول کا عارضہ ہو اوسے یہ چھینٹا مفید نہین بلکہ بسا اوقات مضر ہے کہ پانی کی تری سے

وجدتہ نقل ہو من الماء قال محمد وبہذا ناخذ اذا کان کثرۃ للعمز الانسان وہو قول ابی حنیفۃ یعنی سیدنا امام اعظم حماد بن سلیمن وہ سعید بن جبیر سے وہ عبد اللہ بن

نجاست بڑھ جائیگی ثانیا [۱۴۱] سفید کپڑا پانی پڑنے سے بدن سے چپکر بیجا بی لاتا ہے اسکا خیال فرض ہے ثالثا یہ حیلہ اوسی وقت تک نافع ہے کہ چھڑکا ہوا پانی خشک ہوگیا ہو ورنہ اوس پر حوالہ نہ کرسکینگے وجیز امام کردری میں ہے رأی البلة بعد الوضوء سائلا من ذکرہ یعید الوضوء وان کان یعرض کثیرا ولا یعلم انہ بول او ماء لا یلتفت الیہ وینضح فرجہ او ازارہ بالماء قطعا للوسوسة واذا بعد عہدہ عن الوضوء وعلم انہ بول لا تنفعہ الحیلة اسیطرح خلاصہ و خزانة المفتیین میں ہے ولفظہما وینبغی ان ینضح فرجہ او ازارہ [۱] الخ فائدہ [ف۱] ہمنے زیر امر سوم آٹھ پانی گنائے تھے جو آب وضو کے شمار سے جدا ہیں یہ اونکا نواں ہوا اون دیار میں رواج ایسے لوٹوں کا ہے جنمیں جانب پشت بغرض گرفت دستے لگے ہوتے ہیں یہاں بھی ایسے لوٹے دیکھے گئے علما فرماتے ہیں [ف۲] ادب یہ ہے کہ پانی ڈالتے میں لوٹے کے مونھ پر ہاتھ نہ رکھے بلکہ دستہ پر۔ اور جب بھیگے ہاتھ سے دستہ چھوا جائیگا تو مستحب [ف۳] ہوا کہ وضو سے پہلے اوسے تین بار دھولے یہ دسواں پانی ہوا تلک عشرة کاملة فتح القدیر و بحر الرائق ورد المحتار آداب وضو میں ہے کون [ف۴] آنیتہ من خزف وان یغسل عروة الابریق ثلثا ووضع یدہ حالة الغسل علی عروتہ لا رأسہ (۴) اگر [ف۵] شیطان حیلہ سے بھی نہ مانے اور وسوسہ ڈالے ہی جائے کہ تیرے وضو میں غلطی رہی یا تیری نماز ٹھیک نہ ہوئی تو سیدھا جواب یہ ہے کہ خبیث تو جھوٹا ہے ابن حبان و حاکم حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا جاء احدکم الشیطان فقال انک احدثت فلیقل انک کذبت [ل] ولابن حبان فلیقل فی نفسہ جب تم میں کسی کے پاس شیطان آکر وسوسہ ڈالے کہ تیرا وضو جاتا رہا تو فورا اوسے جواب دے کہ تو جھوٹا ہے (اور اگر مثلا نماز میں ہے تو) دل میں یہی کہہ لے مطلب یہ ہے کہ وسوسہ کی طرف التفات نہ کرے [۱۴۲] اقول حالتیں تین ہوتی ہیں ایک تو یہ کہ عدو کا وسوسہ مان لیا اوس پر عمل کیا یہ تو اوس ملعون کی عین مراد ہے اور جب ماننے لگا تو وہ کیا ایک ہی بار وسوسہ ڈالکر تھک رہیگا حاشا وہ ملعون آٹھ پہر اسکی تاک میں ہے جتنا جتنا یہ مانتا جائیگا وہ اسکا سلسلہ بڑھاتا رہیگا یہانتک کہ نتیجہ وہی ہوگا کہ دو دو پہر کامل دریا میں غوطے لگائے اور سر نہ دھلا دوسرے یہ کہ مانے تو نہیں مگر اوسکے ساتھ نزاع و بحث میں مصروف ہوجائے یہ بھی اوسکے مقصد ناپاک کا حصول ہے کہ اوسکی غرض تو یہی تھی کہ یہ اپنی عبادت سے غافل ہوکر کسی دوسرے جھگڑے میں پڑجائے اور پھر اس حیص بیص میں ممکن ہے کہ وہی خبیث غالب آئے اور صورت ثانیہ صورت اولے کیطرف عود کر جائے والعیاذ باللہ تعالی لہذا نجات اس تیسری صورت میں ہے جو ہمارے نبی کریم حکیم علیم رؤف رحیم علیہ وعلی آلہ افضل الصلاة والتسلیم نے تعلیم فرمائی کہ فورا اتنا کہکر الگ ہو جائے کہ تو جھوٹا ہے [۱۴۳] اقول یعنی یہ نہیں کہ صرف اس معنے کا تصور کرلیا کہ یہ کافی نہ ہوگا بلکہ دل میں جما لے کہ ملعون جھوٹا ہے پھر اوسکی طرف التفات اور اوس سے بحث و رد و بدل کی کیا حاجت شاید اسی لیے لفظ فی نفسہ زیادہ فرمایا [ف۶] تنبیہ ضروری سخت ضروری اشد ضروری اقول [۱۴۴] ہمارے حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم جوامع الکلم عطا فرمائے گئے مختصر لفظ فرمائیں اور معانی کثیرہ پر مشتمل ہوں۔ شیطان دو قسم ہیں شیاطین الجن کہ ابلیس لعین اور اوسکی اولاد ملاعین ہیں اعاذنا اللہ والمسلمین من شرہم وشر الشیطین اجمعین دوسرے شیاطین الانس کہ کفار و مبتدعین کہ داعی و منادی ہیں لعنہم اللہ وخذلہم ابدا ونصرنا علیہم نصرا مؤبدا امین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالی وسلم علیہ وعلیہم اجمعین امین ہمارا رب عزوجل فرماتا ہے وکذلک

لہ ای البول و دون ادراہ منہ

ف۱: مسئلہ آدمی کو ... پانی کا دھوکا ... بند ہے ... جدا ہیں

ف۲: مسئلہ دستہ دار لوٹا ہو تو مستحب ہے کہ پانی ڈالتے وقت اوسکا دستہ تھامے

ف۳: مسئلہ مستحب ہے کہ وضو سے پہلے لوٹے کا دستہ تین بار دھولے

ف۴: مسئلہ مستحب ہے کہ وضو مٹی کے برتن سے کرے

ف۵: رد وسوسہ کی بیسر اعلاج

ف۶: تنبیہ ضروری لعنت ضروری اہم ضروری آیات یاد رکھیں ... سخت ... قرآن عظیم سخت ممانعت فرماتا ہے

جعلنا لکل نبی عدوا شیاطین الانس والجن یوحی بعضھم الی بعض زخرف القول غرورا یونہی ہم نے ہر نبی کا دشمن کیا شیطان آدمیوں اور
شیطان جنوں کو کہ آپس میں ایک دوسرے کے دل میں بناوٹ کی بات ڈالتے ہیں دھوکا دینے کے لیے۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ابوذر رضی اللہ
تعالی عنہ سے فرمایا اللہ کی پناہ مانگ شیطان آدمیوں اور شیطان جنوں کے شر سے عرض کی کیا آدمیوں میں بھی شیطان ہیں فرمایا ہاں رواہ احمد وابن ابی حاتم
والطبرانی عن ابی امامۃ واحمد وابن مردویہ والبیہقی فی الشعب عن ابی ذر رضی اللہ تعالی عنہما اور دین فرمایا کہ آدمی شیطان جن شیطان سے سخت
ہوتا ہے رواہ ابن جریر عن عبدالرحمن بن زید **اقول** آیہ کریمہ میں شیاطین الانس کی تقدیم بھی اسطرف مشیر اس حدیث کریم نے کہ جب شیطان وسوسہ ڈالنا
ہے کہ کر الگ ہو جاؤ کہ تو جھوٹا ہے دونوں قسم کے شیطانوں کا علاج فرمادیا شیطان آدمی ہو خواہ جن وسوسہ ڈالنا تو اوسی وقت ہے جب اوسکی سنیے اور ہنکا تو رکر ہاتھ پر دھر د
کر تو جھوٹا ہے تو خبیث اپنا سا منہ لیکر رہ جاتا ہے آجکل ہمارے عوام بھائیوں کی سخت جہالت یہ ہے کہ کسی آریہ نے اشتہار دیا کہ اسلام کے فلان مضمون کے رد
میں فلان وقت لکچر دیا جائیگا یہ سننے کے لیے دوڑے جاتے ہیں کسی پادری نے اعلان کیا کہ نصرانیت کے فلان مضمون کے ثبوت
میں فلان وقت ندا ہوگی یہ سننے کے لیے دوڑے جاتے ہیں بھائیو تم اپنے نفع نقصان کو زیادہ جانتے ہو یا تمہارا رب عزوجل تمہارے
نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اونکا حکم تو یہ ہے کہ شیطان تمہارے پاس وسوسہ ڈالنے آئے تو سیدھا جواب دیدو کہ تو جھوٹا ہے نہ یہ کہ تم آپ دوڑ دوڑ
کے اونکے پاس جاؤ اور اپنے رب کے اپنے قرآن اپنے نبی کی شان میں کلمات ملعونہ سنو **اقول** یہ آیت جو ابھی تلاوت ہوئی اسی کے متصل اور
اسکے متصل کی آیات کریمہ تلاوت کرتے جاؤ دیکھو قرآن عظیم تمہاری اس حرکت کی کیسی کیسی شناعتیں بتاتا اور اون ناپاک لکچروں نداؤں
کی نسبت تمہیں کیا کیا ہدایت فرماتا ہے کریمہ مذکورہ کے تتمہ میں ارشاد ہوتا ہے ولو شاء ربک مافعلوہ فذرھم ومایفترون ○ اور تیرا رب
چاہتا تو وہ یہ دھوکے بناوٹ کی باتیں نہ بناتے پھرتے تو تو انھیں اور انکے بہتانوں کو یک لخت چھوڑ دے۔ دیکھو انھیں اور انکی باتوں
کو چھوڑنے کا حکم فرمایا یا اونکے پاس سننے کے لیے دوڑنے کا۔ آدمی سنیے اسکے بعد کی آیت میں فرماتا ہے ولتصغی الیہ افئدۃ الذین
لایؤمنون بالاخرۃ ولیرضوہ ولیقترفوا ماھم مقترفون ○ اور اسلیے کہ اونکے دل اوسکی طرف کان لگائیں جنھیں آخرت پر ایمان نہیں
اور اوسے پسند کریں اور جو کچھ ناپاکیاں وہ کر رہے ہیں یہ بھی کرنے لگیں۔ دیکھو اونکی باتوں کی طرف کان لگانا اونکا کام بتایا جو آخرت پر ایمان
نہیں رکھتے اور اوسکا نتیجہ یہ فرمایا کہ وہ ملعون باتیں انپر اثر کر جائیں اور یہ بھی اون جیسے ہو جائیں والعیاذ باللہ تعالی لوگ اپنی جہالت سے گمان
کرتے ہیں کہ ہم اپنے دل سے مسلمان ہیں ہمپر اونکا کیا اثر ہوگا حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں من سمع بالدجال فلینأ
منہ فواللہ ان الرجل لیاتیہ وھو یحسب انہ مؤمن فیتبعہ مما یبعث بہ من الشبھات جو دجال کی خبر سنے اوسپر واجب ہے کہ
اوس سے دور بھاگے کہ خدا کی قسم آدمی اوسکے پاس جائیگا اور یہ خیال کریگا کہ میں تو مسلمان ہوں یعنی مجھے اوس سے کیا نقصان پہنچیگا وہاں
اوسکے دھوکوں میں پڑکر اوسکا پیرو ہو جائیگا رواہ ابو داود عن عمران بن حصین رضی اللہ تعالی عنہ وعن الصحابۃ جمیعا کیا دجال
ایک اوسی دجال خبیث کو سمجھتے ہو جو آنیوالا ہے حاشا تمام گمراہوں کے داعی منادی سب دجال ہیں اور سب سے دور بھاگنے ہی کا حکم فرمایا اور اونمیں

سی اندیشہ بتایا ہو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہین یکون فی اخر الزمان دجالون کذابون یاتونکم من الاحادیث بما لم تسمعوا انتم ولا اباؤکم فایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم آخر زمانہ مین دجال کذاب لوگ ہونگے کہ وہ باتین تمھارے پاس لائینگے جو نہ تمنے سنین نہ تمھارے باپ دادانے تو اونسے دور رہو اور اونھین اپنے سے دُور رکھو کہین وہ تمھین گمراہ نہ کردین کہین وہ تمھین فتنہ مین نہ ڈالدین رواہ مسلم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سُنیے اسکے بعد کی آیات مین فرماتا ہی افغیر اللہ ابتغی حکما وھو الذی انزل الیکم الکتٰب مفصلا والذین اٰتینٰھم الکتٰب یعلمون انہ منزل من ربک بالحق فلا تکونن من الممترین ○ وتمت کلمت ربک صدقا وعدلا لا مبدل لکلمٰتہ وھو السمیع العلیم ○ وان تطع اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل اللہ ان یتبعون الا الظن وان ھم الا یخرصون ○ ان ربک ھو اعلم من یضل عن سبیلہ وھو اعلم بالمھتدین ○ تو کیا اللہ کے سوا کوئی اور فیصلہ کرنیوالا ڈھونڈھون حالانکہ اوسنے مفصل کتاب تمھاری طرف اوتاری اور اہل کتاب خوب جانتے ہین کہ وہ تیرے رب کے پاس سے حق کے ساتھ اوتری تو خبردار تو شک نہ کرنا اور تیرے رب کی بات سچ اور انصاف مین کامل ہی کوئی اوسکی باتون کا بدلنے والا نہین اور وہ شنوا و دانا ہی اور زمین والون مین زیادہ وہ ہین کہ تو اونکی پیروی کرے تو وہ تجھے خدا کی راہ سے بہکادین وہ تو گمان کے پیرو ہین اور نری اٹکلین دوڑاتے ہین بیشک تیرا رب خوب جانتا ہی کہ کون اوسکی راہ سے بہکیگا اور وہ خوب جانتا ہی ہدایت پانیوالون کو۔ یہ تمام آیات کریمہ انھین مطالب کے سلسلۂ بیان مین ہین گویا ارشاد ہوتا ہی تم جو اون شیطان آدمیون کی باتین سُننے جاؤ کیا تمھین یہ تلاش ہی کہ دیکھین اس مذہبی اختلاف مین یہ لکچرار یا یہ سناذی کیا فیصلہ کرتا ہے ارے خدا سے بہتر فیصلہ کسکا۔ اوس نے مفصل کتاب قرآن عظیم تمھین عطا فرمادی اوسکے بعد تمکو کسی لکچر نداکی کیا حاجت ہی لکچروالے جو کسی کتاب دینی کا نام نہین لیتے کس گنتی شمار مین ہین یہ کتاب والے دلمین خوب جانتے ہین کہ قرآن حق ہی تعصب کی پٹی آنکھون پر بندھی ہی کہ ہٹ دھرمی سے مکرے جاتے ہین تو تجھے کیون شک پیدا ہو کہ اونکی سننا چاہے تیرے رب کا کلام صدق و عدل مین بھرپور ہی کل تک جو اوسپر تجھے کامل یقین تھا آج کیا اوسمین فرق آیا کہ اوسپر اعتراض سُننا چاہتا ہی کیا خدا کی باتین کوئی بدل سکتا ہی۔ یہ نہ سمجھنا کہ میرا کوئی مقال کوئی خیال خدا سے چھپ رہیگا وہ سُنتا جانتا ہی۔ دیکھ اگر تو نے اونکی سُنی تو وہ تجھے خدا کی راہ سے بہکادینگے کیا یہ خیال کرتا ہی کہ انکا علم دیکھون کہانتک ہے۔ یہ کیا کہتے ہین۔ ارے اونکے پاس علم کہان وہ تو اپنے خام اوہام کے پیچھے لگے ہوئے ہین اور نری اٹکلین دوڑاتے ہین جنکا تعل نہ بیڑا جب اللہ واحد قہار کی گواہی ہی کہ اونکے پاس نری مہمل اٹکلون کے سوا کچھ نہین تو اونکو سُننے کے کیا معنے سُننے سے پہلے وہی کہدے جو تیرے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا کہ کذبت شیطان تو جھوٹا ہی اور اس گھمنڈ مین نہ رہنا کہ مجھکو کیا گمراہ کرینگے مین تو راہ پر ہون تیرا رب خوب جانتا ہی کہ کون اوسکی راہ سے بہکیگا اور کون راہ پر ہی تو پورا راہ پر ہوتا تو بیراہون کی سُننے ہی کیون جاتا حالانکہ تیرا رب فرماچکا ذرھم وما یفترون ○ چھوڑدے اونھین اور اونکے بہتانون کو تیرے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماچکے ایاکم وایاھم اونسے دُور رہو اور اونکو اپنے سے دُور کرو کہین وہ تمکو بہکا نہ دین کہین وہ تمکو فتنے مین نہ ڈالدین بھائیو ایک سہل سی بات ہی اسے غور فرمالو۔ تم اپنے رب عزوجل اپنے قرآن اپنے نبی پر سچا ایمان رکھتے ہو

یا معاذ اللہ کچھ شک ہے جبسے شک ہوا اوسے اسلام سے کیا علاقہ وہ ناحق اپنے آپ کو مسلمان کہکر مسلمانون کو کیون بدنام کرے اور اگر سچا ایمان ہے تو اب فرمائیے کہ اونکے لکچرون ندائون مین آپکے ربّ و قرآن و نبی و ایمان کی تعریف ہوگی یا مذمت۔ ظاہر ہے کہ دوسری ہی صورت ہوگی اور اسی تمکو بلاتے ہین کہ تمہارے مونہہ پر تمہارے خدا و نبی و قرآن و دین کی توہین و تکذیب کرین اب فبہا لغور کر لیجیے ایک شریر نے زید کے نام اشتہار دیا کہ فلان وقت فلان مقام پر مین بیان کرونگا کہ تیرا باپ ولد الحرام اور تیری مان زانیہ تھی للہ انصاف کیا کوئی غیرت والا حمیت والا انسانیت والا جبکہ اوسے اس بیان سے روک دینے باز رکھنے پر قادر نہ ہوا اوسے سُننے جائیگا حاشا للہ کسی بھنگی چمار سے بھی یہ نہ ہوسکیگا پھر ایمان کے دلپر ہاتھ رکھ دیکھو کہ اللہ و رسول و قرآن عظیم کی توہین تکذیب مذمت سخت تر ہے یا مان باپ کی گالی۔ ایمان رکھتے ہو تو اسے اوس سے کچھ نسبت نہ جانوگے۔ پھر کونسے کلیجے سے اون جگر شگاف ناپاک ملعون بہتانون افتراؤن شیطانی اُگلون ڈھکوسلون کو سُننے جاتے ہو بلکہ حقیقۃً انصافاً وہ جو کچھ بکتے اور اللہ و رسول و قرآن عظیم کی تحقیر کرتے ہین اس سب کے باعث یہ سننے والے ہین اگر مسلمان اپنا ایمان سنبھالین اپنے رب و قرآن و رسول کی عزت عظمت پیش نظر رکھین اور ایکا کرلین کہ وہ خبیث لکچر گندی ندائین سننے کوئی نہ جائیگا جو وہان موجود ہو وہ بھی فوراً وہی مبارک ارشاد کا کلمہ کہکر کہ تو جھوٹا ہے چلا جائیگا تو کیا وہ دیوارون پتھرون سے اپنا سر پھوڑین گے تو تم سُن سُن کر کہلواتے ہو نہ تم سنو نہ وہ کہین پھر انصاف کیجیے کہ اوس کہنے کا وبال کسپر ہوا علما فرماتے ہین ہٹّے کٹّے جوان تندرست جو بھیک مانگنے کے عادی ہوتے اور اسی کو اپنا پیشہ کر لیتے ہین اونھین دینا ناجائز ہے کہ اسمین گناہ پر شہ دینی ہے لوگ نہ دین تو جھک ماربن اور محنت مزدوری کرین بھائیو جب اسمین گناہ کی امداد ہے تو اوسمین تو کفر کی مدد ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ قرآن عظیم کی نص قطعی نے ایسی جگہ سے فوراً ہٹ جانا فرض کردیا اور وہان ٹھہرنا فقط حرام ہی نہ فرمایا بلکہ سنو تو کیا ارشاد کیا۔ رب عزوجل فرماتا ہے وقد نزل علیکم فی الکتٰب ان اذا سمعتم اٰیٰت اللہ یکفر بہا ویستھزأ بہا فلا تقعدوا معہم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہٖ انکم اذا مثلہم ان اللہ جامع المنٰفقین والکٰفرین فی جہنم جمیعا ۝ یعنی بیشک اللہ تمپر قرآن مین حکم اوتار چکا کہ جب تم سُنو کہ خدا کی آیتون سے انکار ہوتا اور اونکی ہنسی کیجاتی ہے تو اون لوگون کے پاس نہ بیٹھو جبتک وہ اور باتون مین مشغول نہ ہون اور تمنے نہ مانا اور جسوقت وہ آیات اللہ پر اعتراض کر رہے ہین وہان بیٹھے تو جب تو تم بھی اونھین جیسے ہو بیشک اللہ تعالیٰ منافقون اور کافرون سب کو جہنم مین اکھٹا کریگا آہ آہ حرام تو ہر گناہ ہے یہان تو اللہ واحد قہار یہ فرمارہا ہے کہ وہان ٹھہرے تو تم بھی اونھین جیسے ہو مسلمانو کیا قرآن عظیم کی یہ آیات تمنے منسوخ کردین یا اللہ عزوجل کی اس سخت وعید کو سچا نہ سمجھے یا کافرون جیسا ہونا قبول کرلیا اور جب کچھ نہین تو اون جگھٹون کے کیا معنے ہین جو آریون پادریون کے لکچرون ندائون پر ہوتے ہین اون جلسون مین شرکت کیون ہے جو خدا و رسول و قرآن پر اعتراضون کے لیے جاتے ہین بھائیو مین نہین کہتا قرآن فرماتا ہے کہ انکم اذا مثلہم اون لکچرون پر جمگھٹ والے اون جلسون مین شرکت والے سب اونھین کافرون کے مثل ہین وہ علانیہ بک کر کافر ہوئے یہ زبان سے کلمہ پڑھین اور دلمین خدا و رسول و قرآن کی اتنی عزت نہین کہ جہان اونکی توہین ہوتی ہو وہان سے بچین تو یہ منافق ہوئے جب تو فرمایا کہ اللہ اونھین اور انھین سب کو جہنم مین

اکھٹا کریگا کہ اب یہان تم لکھ دو اور تم سنو ذق انک انت العزیز الکریم ○ الٰہی اسلامی کلمہ پڑھنے والون کی آنکھین کھول ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم مسلمان اگر قرآن عظیم کی اس نصیحت پر عمل کرین تو ابھی ابھی دیکھین کہ اعدا اللہ کے سب بازار ٹھنڈے ہوئے جاتے ہین ملک ہین اونکے شور و شر کا نشان نہ رہیگا جہنم کے کُندے شیطان کے بندے آپس ہی مین ٹکرا ٹکرا کر سر پھوڑین گے اللہ و رسول و قرآن عظیم کی توہینون سے مسلمانون کا کلیجا پکانا چھوڑین گے اور اپنے گھر بیٹھکر بکے بھی تو مسلمانون کے کان تو ٹھنڈے رہین گے ای رب میرے توفیق دے وحسبنا اللہ ونعم الوکیل وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین خیر بات دُور پہنچی اور بحمد اللہ تعالیٰ بہت نافع و ضروری تھی۔ کہنا یہ تھا کہ وسوسۂ شیطان کا تیسرا علاج یہ ہے کہ ضبیث تو جھوٹا ہے امام ابوحازم کہ اجلہ ائمۂ تابعین سے ہین اونکے پاس ایک شخص آکر شاکی ہوا کہ شیطان مجھے وسوسے میں ڈالتا ہے اور سب سے زیادہ سخت مجھ پر یہ گزرتا ہے کہ آکر کہتا ہے تو نے اپنی عورت کو طلاق دیدی امام نے فوراً فرمایا کیا تو نے میرے پاس آکر میرے سامنے اپنی عورت کو طلاق نہ دی وہ گھبرا کر بولا خدا کی قسم مین نے کبھی آپ کے پاس اوسے طلاق نہ دی فرمایا جس طرح میرے آگے قسم کھائی شیطان سے کیون نہین قسم کھا کر کہتا کہ وہ تیرا پیچھا چھوڑے اخرجہ ابوبکر بن ابی داود فی کتاب الوسوسۃ (۴) وسوسہ کا اتباع اپنے حول و قوت پر نظر سے ہوتا ہے ابلیس خیال ڈالتا ہے کہ تو نے یہ عمل کامل نہ کیا اسمین فلان نقص رہ گیا یہ اوسکی تکمیل کے خیال مین پڑتا ہے حالانکہ جتنا رخصت شرعیہ کے مطابق ہوگیا وہ بھی کامل و کافی ہے اکملیت کے درجات اکملون کے لائق ہین دشمن سے کہہ کہ اپنی دلسوزی اوٹھا رکھے تو اتنا ہی ہو سکتا ہے ناقص ہے تو مین خود ناقص ہون اپنے لائق مین بجا لایا میرا مولیٰ کریم ہے میرے عجز و ضعف پر رحم فرما کر اتنا ہی قبول فرمالیگا اوسکی عظمت کے لائق کون بجا لاسکتا ہے ○

بندہ ہمان بہ کہ ز تقصیر خویش ٭ عذر بدرگاہ خدا آورد ٭ ورنہ سزاوار خداوندیش ٭ کس نتواند کہ بجا آورد

علامہ محمد زرقانی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح مواہب لدنیہ شریف مین فرماتے ہین قال فی النصائح الوسوسۃ من آفات الطہارۃ واصلہا جہل بالسنۃ او خبال فی العقل ومتبعہا متکبر مدل بنفسہ سیئ الظن بعبادۃ اللہ تعالیٰ معتمد علی عملہ معجب بہ وبقوتہ وعلاجہا بالتلہی عنہا الخ مولنا شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح سفر السعادۃ مین فرماتے ہین۔

در دفع آن خاطر تکلف نمایند و بے آن نروند وہم برخصت عمل کنند و اگر شیطان بسیار مزاحمت در ہد و گوید کہ این عمل کہ تو کردی ناقص و نادرست ست و پذیرائے درگاہ حق نے برغم او بگوید کہ تو برو از دست من زیادہ برین نمی آید و مولائے من کریم ست تعالیٰ از من ہمین قدر پذیرد و فضل و رحمت وی واسع ست (۵) آخر الدواء الکی و آخر الحیل السیف یون بھی نہ گزرے تو کہے فرض کردم کہ میرا وضو نہ ہوا میری نماز نہ سہی مگر مجھے تیرے زعم کے مطابق بے وضو یا ظہر کی تین رکعت پڑھنی گوارا ہے اور ای ملعون تیری اطاعت قبول نہین جب یون دلمین ٹھان لی وسوسہ کی جڑ کٹ جائیگی اور بعونہ تعالیٰ دشمن ذلیل و خوار پسپا ہوگا یہی معنے ہین اوس ارشاد امام اجل مجاہد تلمیذ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے کہ فرماتے لان اصلی وقد خرج منی شیئ احب الی من ان اطیع الشیطن

مجھے بے وضو پڑھ لینی اس سے زیادہ پسند ہے کہ شیطان کی اطاعت کروں ذکرہ فی الحدیقۃ الندیۃ امام اجل قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ایک شخص نے شکایت کی کہ نماز میں مجھے بہت سہو ہوتا ہے سخت پریشان ہوتا ہوں فرمایا امض فی صلاتک فانہ لن یذھب ذلک عنک حتی تنصرف وانت تقول ما اتممت صلاتی اپنی نماز پڑھے جا کہ یہ شبہے دفع نہ ہونگے جبتک تو یہ نہ کہے کہ ہاں میں نے نماز پوری نہ کی یعنی یونہی سہی مگر میں تیری نہیں سنتا رواہ امام دار الھجرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ فی مؤطاہ مرقاۃ میں ہے المعنی لاتذھب عنک تلک الخطرات الشیطانیۃ حتی تفرغ من الصلوۃ وانت تقول للشیطان صدقت ما اتممت صلاتی لکن ما اقبل قولک ولا اتمھا ارغاما لک ونقضا لما اردتہ منی وھذا اصل عظیم لدفع الوساوس وقمع ھواجس الشیطان فی سائر الطاعات والحاصل ان الخلاص من الشیطان انما ھو بعون الرحمن والاعتصام بظواھر الشریعۃ وعدم الالتفات الی الخطرات والوساوس الذمیمۃ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم الحمدللہ یہ فتوٰی لاحول شریف پر تمام ہوا اس سوال کے متعلق کسی کتاب میں چند سطروں سے زائد نہ تھا خیال تھا کہ دو تین ورق لکھ دیے جائیں گے ولہذا ابتدا میں خطبہ بھی نہ لکھا مگر بحمد فیض بارگاہ عالم پناہ سید العلمین **محمد رسول اللہ** صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جوش پر آیا فتوٰی ایک مبسوط رسالہ ہو گیا عظیم وجلیل فوائد جزیل پر مشتمل جو اسکے غیر میں نہ ملیں گے والحمدللہ رب العلمین بلکہ متعدد جگہ قلم روک لیا کہ طول زائد ہوتا اور بیکے مضامین سے ایک مستقل رسالہ بسط الیدین جسکا ذکر اوپر گزرا جدا کر لیا لہذا مناسب کہ اسکا تاریخی نام **بارق النور فی مقادیر ماء الطہور** ۱۳۲۷ھ ہو اور خطبہ کہ سابقا نہ ہوا لاحقا مسطور ہو کہ النہایۃ ھی الرجوع الی البدایۃ اول بآخر نسبتے دارد فالحمدللہ الذی انزل من السماء ماء طھورا لیذھب عنا الرجس ویطھرنا بہ تطھیرا ووضع المیزان وقدر کل شیئ تقدیرا کی نختار العدل ونجتنب طرفیہ اسرافا وتقتیرا وافضل الصلوۃ واطیب السلام علی من ارسل بشیرا ونذیرا وداعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا فطھرنا بمیاہ فیضہ الھامر الماطر کثیرا غزیرا واذھب عنا ارجاس الکفر وانجاس الضلال بسحاب فضلہ المنھل ابدا کل حین وان ھلا کبیرا فصلی اللہ تعالٰی علیہ وعلی الہ وصحبہ وبارک وسلم تسلیما کثیرا کثیرا امین ھذا ولاجل العجل اذ کان تمیقہ وطبع الفتاوی جاریا والطبع مشغول بشیون اھم عظیمۃ الاخطار مع ھجوم الھموم وجمود الذھن وخمود الافکار بقی خبایا المرام فی زوایا الکلام لاسیما اثنان **الاول** حدیث الغرفۃ وقد علمت ما فیہ من الاشکال فلو ارسلت الغرفۃ علی الجبھۃ کما ھو السنۃ فی فتاوی الامام قاضی خان وخزانۃ المفتین ان اراد غسل وجھہ یضع الماء علی جبینہ حتی ینحدر الماء الی اسفل الذقن ولا یضع علی خدہ ولا علی انفہ ولا یضرب علی جبینہ ضربا عنیفا اھ فمعلوم قطعا ان الماء لا یستوعب جمیع اجزاء الوجہ وان استقبل الماء فی مسیلہ فاخذہ بالید وامرہا علی اطراف الوجہ لم یکن غسلا کما قدمت من قبل نفسی لوضوحہ بشہادۃ العقل والتجربۃ ثم رأیتہ منصوصا علیہ فی الخلاصۃ والخزانۃ اذ یقولان الغسل مرۃ فریضۃ عند نا وان توضأ

فائدہ: منہ دھونے میں ... بجائے ... پریشانی ... جبال ... الاسے پریشانی ... تھوڑی سے ... سبب بتلائے

فائدہ: بارق النور فی مقادیر ماء الطہور

خود پانی کا تمام عضو پر بہنا ضرور ہے اگر ہاتھ یا پاؤں سے کھینچ کر پانی ڈالا کنپٹیوں گٹوں تک پہنچایا یا بیچ میں ہاتھ لگا کر آخر عضو تک پھیر دیا تو وضو نہ ہوگا کہ یہ بہانا نہ ہوا بلکہ چپڑنا

۱۶۷

مرۃ سابغۃ جاز وتفسیر السبوغ ان یصل الماء الی العضو ویسیل ویتقاطر منہ قطرات اما اذا افاض الماء علی راس العضو فقبل ان یصل الی المرفق او الکعب یمسک الماء ویمد بکفہ الی اخر العضو لایکون سبوغا اھ ھذا لفظ الخلاصۃ ولفظ خزانۃ المفتین الغسل مرۃ سابغۃ فریضۃ ثم ذکر مثلہ وزیادۃ **والثانی** روایۃ الحسن فی توزیع الماء علی الاعضاء وما استظہرت فی توجیہہ قبیل الامر الرابع فیعکرہ بعدان یماسبوا سنۃ الاستنجاء ویترکوا ھذہ السنن التی کانہا للوضوء من الاجزاء لاسیما ولفظ الخلاصۃ فی اخر فصل الغسل والحاصل ان الرطل للاستنجاء والرطل للقدمین والرطل لسائر الاعضاء اھ ولفظ وجیز الکردری فی صدر فصل الوضوء رطل للاستنجاء واخر لغسل الرجل واخر لبقیۃ الاعضاء اھ فہذا ظاہر فی شمول الفم والانف فکذا الید ان الی الرسغین علی انک علمت بعد التسویۃ بین مجموع نفس الوجہ والیدین وبین القدمین فلیتأمل لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا وصلی اللہ تعالی علی اعظم الانبیاء قدرا وفخرا وعلی الہ وصحبہ واولیائہ وحزبہ اولی واخری وبارک وسلم واللہ سبحنہ وتعالی اعلم وعلمہ جل شانہ اتم واحکم

مسئلہ ۱۸ از کلکتہ دھرم تلا نمبر ۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۱۲ رمضان مبارک ۱۳۱۱ھ وبار دوم از ملک بنگال ضلع نواکھالی مقام ہتیا مرسلہ مولوی عباس علی عرف مولوی عبد السلام صاحب ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حالت جنابت میں ہاتھ دھو کر کلّی کرکے کھانا کھانا کراہت رکھتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

نہ۔ اور بغیر اسکے مکروہ۔ اور افضل تو یہ ہے کہ غسل ہی کرلے ورنہ وضو کہ جہاں جنب ہوتا ہے ملٰئکہ رحمت اوس مکان میں نہیں آتے کما نطقت بہ الاحادیث درمختار میں ہے لاباس باکل وشرب بعد مضمضۃ وغسل ید اما قبلہما فیکرہ للجنب اھ ملخصا ردالمحتار میں حاشیہ علامہ حلبی سے ہے وضوء الجنب لہذہ الاشیاء مستحب کوضوء المحدث امام طحاوی شرح معانی الآثار میں مالک بن عبادہ غافقی رضی اللہ تعالی عنہ سے راوی کہ انہوں نے حضور پر نور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو دیکھا کہ حاجت غسل میں کھانا تناول فرمایا انہوں نے فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے سامنے اسکا ذکر کیا فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کو اعتبار نہ آیا انہیں کھینچتے ہوئے بارگاہ انور میں حاضر لائے اور عرض کی یا رسول اللہ یہ کہتے ہیں کہ حضور نے بحال جنابت کھانا تناول کیا۔ فرمایا نعم اذا توضأت اکلت وشربت ولکنی لااصلی ولا اقرء حتی اغتسل ہاں جب میں وضو فرمالوں تو کھاتا پیتا ہوں مگر نماز و قرآن بے نہائے نہیں پڑھتا واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ ۱۹ غرہ شعبان ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ حالت ناپاکی میں مسجد میں جانا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب